عظمتِ رسول ﷺ
اور
قانونِ ناموسِ رسول ﷺ

مُرتّب: خالد محمود (سابق یوئیل کندن)

بیت السلام
پبلشر ۔ کراچی ۔ پاکستان

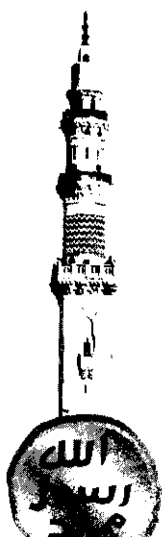

عظمتِ رسول ﷺ
اور
قانون ناموسِ رسول ﷺ

قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے جانے والے بے بنیاد اور گمراہ کن پروپیگنڈے کے دستاویزی جواب پر مشتمل علماء کرام اور اہل دانش کی ایمان افروز تحریروں کا مجموعہ

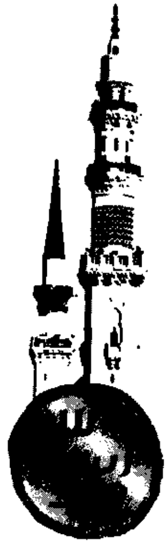

عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب: خالد محمود (سابق یونیل لندن)

بیت السلام
پبلشر۔ کراچی۔ پاکستان

قرآن وسنت اور مستند علمی کتب کی معیاری اشاعت کا مرکز

محققین وارباب صحافت کی تحقیقات وآراء پرادارے کی اپنی رائے کا حق محفوظ ہے

جملہ حقوق ... بحق ناشر محفوظ ہیں

طبع جدید ... اکتوبر 2011ء

تعداد ... 1100

ناشر ... بیت السلام

بیت السلام
پبلشرز۔ کراچی۔ پاکستان

شان پلازہ، نزد مقدّس مسجد، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32711878 موبائل: 0321-3817119

کتابِ فطرت کے سرورق پر جو نام احمد رقم نہ ہوتا
تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجودِ لوح و قلم نہ ہوتا

یہ محفل کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امام امم نہ ہوتا
زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

انتساب

انتساب اول ایک ایسی محترم ومکرم بزرگ ہستی کے نام کرتا ہوں، جنہیں دنیا حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے، جو نہ صرف ایک روحانی معالج اور باکرامت ولی اللہ تھے بلکہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی سرورِ دو عالم احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق ومحبت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اور

ایک ایسے نومسلم محترم بزرگ کے نام جنہوں نے بہت چھوٹی سی عمر میں دینِ اسلام کی تعلیمات سے متاثر ہوکر سکھ مذہب ترک کر کے ضمیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے دین اسلام قبول کیا، جن کا قبول اسلام صرف زبانی، کلامی نہ تھا، بلکہ الحمدللہ وہ اس کی عملی تصویر بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطاء فرمائے، اور دین اسلام پر مزید استقامت عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

محبت کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کچھ روز پہلے میرے پاس موبائل میں پیغام (SMS) آیا ''محبت کیا ہے؟
میں نے پوچھا زندگی سے، جوانی سے، سورج سے، پھولوں سے، آسمان سے، زمین سے، لیلیٰ سے اور اس کے مجنوں سے لیکن کوئی تسلی بخش جواب نہ مل سکا۔
آخر تاریخ ہاتھ میں پکڑ کر اپنے آپ کو پیچھے لے گیا...... بہت پیچھے...... رات تاریک تھی، تارے بھی سو چکے تھے...... ایک عظیم ہستی سجدے میں جھکی ہوئی...... گیلی آنکھوں کے ساتھ...... سوالی بن کر...... یہ الفاظ دہرا رہی ہے...... اُمّتی...... اُمّتی (میری امت، میری امت)...... تاریخ نے جھنجھوڑ کر کہا ''ارے نادان! یہ ہے محبت''۔

میرا عام معمول یہ ہے کہ موبائل پر موصول ہونے والے پیغامات دیکھنے یا پڑھنے کے بعد جلد ہی حذف (Delete) کر دیتا ہوں، لیکن...... میں اس پیغام کو آج تک حذف نہیں کر سکا بلکہ...... شاید میرے لیے یہ ممکن بھی نہیں رہا کیونکہ اس پیغام نے میرے قلب و روح میں ارتعاش پیدا کر دیا اور میرے ذہن میں بہت سے سوالات پیدا کیے مثلاً اس ذات کو مجھ سے محبت کیوں ہے؟ کیا اس کا مجھ پر بھی کچھ حق ہے؟ کیا میں نے اس محبت کے صلے میں کچھ کیا؟ کیا صلہ دینے کا تقاضہ یہی تھا کہ آپ کی ذاتِ برکات پر حملے ہوتے رہے تو میرے معمولات متاثر نہیں ہوئے؟...... میرا قلب و دماغ مجھے مطمئن کرتا رہا کہ اس کے جواب میں کچھ کہنا یا لکھنا اپنے اوپر ''انتہا پسند'' ہونے کا دھبہ لگوانا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن موبائل کے اس پیغام نے مجھے بتلایا کہ ارے نادان! ایسی بے لوث محبت کا یہ صلہ ہرگز نہیں، یہاں پر تو کرنے کا کام یہ ہے کہ منزل کی ہوس لیے اپنے آپ کو وادیٔ پر خار میں اتار دو اور محبوبِ حقیقی سے کامیابی و سرخروئی کا سرٹیفکیٹ حاصل کرو۔

؎ بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
اور عقل محوِ تماشا، لبِ بام رہی

؎ قدم ہوں راہِ الفت میں، تو منزل کی ہوس کیسی
یہاں تو عین منزل ہے، تھکن سے چور ہو جانا

شاید ایسا ہی ایک کام برادرِ محترم خالد محمود صاحب (سابق یوئیل کندن) نے کیا ہے کہ مستند ومقتدر علماء کی تحریریں جو ناموس رسالت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں لکھی گئیں اور نامور اہل قلم کے مضامین جو عصمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ میں لکھے گئے، انہیں یکجا کر کے ایک انتہائی خوبصورت گلدستہ ترتیب دیا ہے کہ جس سے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت فاتح عالم اور عقیدتِ سرورِ کائنات کی خوشبوئیں پھوٹتی ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا مطالعہ ہمارے اندر کچھ ایسا کرنے کا جذبہ پیدا کردے جو ہماری دنیا وآخرت میں سرخروئی کا سبب بن جائے۔ (آمین)

اعجاز احمد صمدانی
جامعہ دارالعلوم کراچی
۱۷، رجب ۱۴۳۲ھ
مطابق 20، جون 2011

تشکر

''عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم'' اس حساس موضوع کی کتاب کو مرتب کرنے میں مجھے جن دو محترم صاحبان کی مشاورت اور عملی تعاون حاصل رہا ان میں مکرمی بھائی محمد منصور خان صاحب کے مفید مشورے اور ''ماہنامہ القاسم'' (سندھی) کے چیف ایڈیٹر بھائی مولوی سلیم اللہ سندھی صاحب ہیں، جن کا میں بے حد مشکور ہوں کہ جنہوں نے اس موضوع پر مقالات ومضامین اکٹھا کرنے کے سلسلہ میں میری مدد ورہنمائی فرمائی۔ جزاکم اللہ

خالد محمود
۲۸ جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ
مطابق یکم جون ۲۰۱۱ء

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۹ رجب المرجب ۱۴۰۸ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۸۸ء کے روز چند نیک احباب کے ساتھ دارالافتا مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن جا کر عیسائیت سے تائب ہو کر محض بتوفیق اللہ رب العزت ''دین اسلام'' قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی، تو پہلے گھر اور پھر خاندان کے عیسائی رشتہ داروں کو جیسے جیسے میرے قبول اسلام کی خبر ہوتی گئی، میرے اور ان کے درمیان ایک سرد جنگ کا سلسلہ شروع ہو گیا، میری طرف سے اس سرد جنگ کی ابتداء وانتہا اس دعا کے ساتھ ہے، کہ اے رب کریم! میرے خاندان کے لوگوں کو دین اسلام قبول کرنے کی توفیق عطاء فرما، نا صرف ان کو بلکہ تمام دنیا کے غیر مسلموں کو راہِ مستقیم پر ڈال دیجئے اور ان کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حقیقی امتی بنا دیجئے، کیونکہ اے رب کریم! کل عالم کے قلوب آپ کے ہاتھ میں ہیں، آمین ثم آمین

اس دعا کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئندہ تمام انسانیت کیلئے یہ وصیت فرما گئے تھے، کہ: ''اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام ''احمد'' ہو گا، ان کی بشارت سناتا ہوں۔'' (سورۂ صف، آیت:۶)

اس صورت حال کے تحت میرے لیے دوسری جانب ایک محاذ یہ بھی کھلا ہوا تھا کہ میں اپنے عیسائی رشتہ داروں اور ملنے جلنے والے مسیحی دوستوں کو اپنے آبائی دین کو چھوڑنے اور دین اسلام قبول کرنے کی ''وجہ'' بتانے کے ساتھ ساتھ ان کی جانب سے دین اسلام پر ''اعتراض برائے اعتراض'' کی کڑواہٹ لیے ان عامیانہ اور سوقیانہ سوالات کے جواب بھی دوں، جو ان کے مذہبی پیشواء اور پادری صاحبان محض بغض وعداوت کی بنا پر زمانہ قدیم سے کرتے آئے ہیں، اور علماء اہل اسلام نے دین اسلام کا دفاع کرتے ہوئے، تقریری اور تحریری طور پر نا صرف ان کے سوالات کے علمی اور تحقیقی جوابات لکھے ہیں، بلکہ عیسائیت کے عقائد باطلہ کی نفی بھی کی ہے۔ جن میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم ومغفور رحمۃ اللہ علیہ کو خاص ملکہ حاصل تھا، اور ایسے ہی عامیانہ اور

سوقیانہ سوالات کے حوالہ سے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ردعیسائیت پر گراں قدر علمی اور تحقیقی کتب موجود ہیں، جن میں ''اظہار الحق'' (بائبل سے قرآن تک) ''ازالۃ الاوھام'' ''ازالۃ الشکوک'' ''اعجاز عیسوی'' وغیرہ کو خاص اہمیت اور اعزاز حاصل ہے۔

الحمد للہ میں نے بھی ان ہی کتب کے سہارے اپنے مسیحی رشتہ داروں اور دوستوں کے سوالات کے جوابات دیے، مگر جن سوالات کے پیچھے محض ہٹ دھرمی چھپی ہو، وہاں اگر فرشتے بھی اتر آئیں تو نہ ماننے والے نہیں مانتے، سوال و جواب کے مناقشوں کے ساتھ اپنی والدہ صاحبہ کے لیے اس فقیر کی دعائیں اور اکابر بزرگانِ دین سے بھی اپنی والدہ صاحبہ کے قبول اسلام کے لیے دعاؤں کی التماس و درخواستوں نے بارگاہِ الٰہی میں قبولیت پائی، اور امی جی مرحومہ نے بوجہ فالج اپنی علالت کے دوران ٹوٹی پھوٹی اور موت سے قریب ہوتے ہوئے لڑکھڑاتی زبان سے کلمہ طیبہ پڑھا، جس کی خوشی میں آج بھی دل کی گہرائیوں میں محسوس کرتا ہوں، اور پھر اپنے قبول اسلام کے پانچ دن بعد یعنی ۶ ستمبر ۲۰۰۷ء کے دن فجر سے کچھ پہلے امی جی مرحومہ اس دنیا سے رخصت ہوئیں، رب کریم ان کی بال بال مغفرت فرمائے، آمین ثمہ آمین، اسی طرح میرے خاندان سے کچھ اور لوگوں نے بھی دین اسلام کے سایہ عاطفت میں پناہ لی ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو استقامت نصیب فرمائے، بہرحال اپنے مسیحی رشتہ داروں اور اریب قریب کے مسیحی یاروں کے سوالات و اعتراضات کے درمیان ایک عمومی طنز و سوال یہ تھا، کہ: ''تیرا خاندان مسیحی، تیرے باپ دادا مسیحی پھر تو نے آخر اس دین (دین اسلام) میں کیا دیکھا جو اسے قبول کرلیا''

سوال تو صدیوں پرانا تھا، کیونکہ ایسے سوال مشرکین مکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کیا کرتے تھے۔ لہٰذا اپنے مسیحی رشتہ داروں کے سامنے بڑے ادب سے عرض کیا، کہ میرے قبول اسلام کی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ قرآن مجید فرقان حمید اور ہمارے آقا دو جہاں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہ السلام کی جو شان اور احترام بیان کیا ہے، اس طرح سے ان کی شان اور عظمت کے بیان سے بائبل خالی و عاری نظر آتی ہے۔ اب دیکھئے کہ جو قرآن مجید فرقان حمید ہمارے آقا دو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کیا گیا، وہ تو جابجا ان دونوں ماں، بیٹا علیہم السلام کی شان اور فضیلت بیان کر رہا ہے، اور دوسری طرف بائبل کو لیجیے، تو مسیحی دنیا جس سنٹ پال (پولس رسول) کو مسیح تعلیمات کا مفسر مانتی ہے، حالانکہ یہ دیگر حوارین کی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کا نہ تو فیض یافتہ ہے، اور نہ ہی اس کو حضرت مسیح علیہ السلام سے بالمشافہ ملاقات کا شرف نصیب

ہوا اس سلسلہ میں مسیحی دنیا کی مذہبی کتاب قاموس الکتاب کیا کہتی ہے، ملاحظہ ہو:

①...... مسیح اصطلاح۔ خداوند مسیح کے اُن بارہ شاگردوں کے لئے جنہیں انہوں نے چنا اور اپنے ساتھ رکھ کر تربیت دی اور پھر منادی کے لئے بھیجا اور انہیں بدروحوں کو نکالنے کا اختیار بخشا (مرقس ۳:۱۵) اور انہیں رسول کا لقب دیا (لوقا۔ ۶:۱۳)۔ یہوداہ اسکریوتی کی خودکشی کے بعد بارہویں جگہ پر کرنے کے لئے پطرس نے رسول کے چناؤ کے لئے یہ معیار تجویز کیا کہ وہ خداوند یسوع کے بپتسمہ سے لے کر اُن کے آسمان پر اٹھائے جانے تک برابر ان کے ساتھ رہا ہو اور ان کے جی اٹھنے کا گواہ ہو۔ (اعمال ۱:۲۱۔۲۶) (قاموس الکتاب، ص ۴۳۵) اور آگے چل کر قاموس الکتاب پولس کے بارے میں کہتی ہے: پولس کے مسیح کو قبول کرنے کے بعد وہ بھی رسول کے عہدے پر فائز ہوا۔ اگرچہ کئی لوگوں نے اس پر اعتراض کیا لیکن پولس کا یہ دعویٰ تھا کہ خداوند مسیح نے اسے خود چنا تھا (رومیوں ۱:۱)۔ (۱) کرنتھیوں ۱:۱۔ گلتیوں ۱:۱۔۱۵ مابعد) اس نے رسول ہونے کا اختیار دوسرے رسولوں سے حاصل نہیں کیا تھا۔ اگرچہ وہ ان شرائط پر پورا نہیں اترتا جن کا ذکر اوپر کیا گیا تھا۔ (اعمال ۱:۲۱۔۲۵) (قاموس الکتاب، ص ۴۳۶)

مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع آسمانی کے بعد مسیحی تعلیمات کا بانی کہلایا جانے والا پولس رسول (یہودی ساؤل) بائبل کے عہد نامہ جدید میں گلتیوں کے نام اپنے خط میں جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں کہتا ہے، وہ ہم اہل اسلام اور دین اسلام کے مطابق ''عین کفر'' ہے، لہٰذا نقل کفر، کفر نباشید، پولس گلتیوں باب ۳، آیت ۱۳ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے: ''مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لیکر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔'' اسی لیے ''انسائیکلو پیڈیا جیوش'' نے پولس کے بارے میں صاف لکھا ہے کہ:

''نصرانیت تو اپنے پہلے ہی دور سے مسیحیت قبول کرنے والے اہل روم کی اصنام پرستی، جاہلوں کی تاویلات اور غلو کرنے والوں کی تحریف سے دوچار ہو چکی تھی اور ان تاویلات، تحریفات اور رسوم کے ملبہ کی تہہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی لائی ہوئی سادہ تعلیمات دب کر رہ گئی تھی، توحید کی روشنی اور خدائے واحد کی عبادت کی تعلیم سب ان گہرے بادلوں کے پیچھے پوشیدہ ہو چکی تھی، اس صورت حال کے پیدا کرنے کی سب سے بڑی ذمہ داری پادری پال (SAINT PAUL) (۱۰۔۶۵ء) پر ہے، جس کو مسیحیت کی قیادت اور تعلیمات مسیح کو بیان کرنے کی ذمہ داری قریب ہی عرصہ میں حاصل ہوگئی تھی۔ متعدد اہل علم و تحقیق کی رائے یہ ہے کہ آج عیسائیت کی جو مسخ شدہ شکل موجود ہے اور تجسیم و تمثیل کا عقیدہ اور قدیم خلفائے مسیح علیہ السلام سے زیادہ بودھ مذہب کے رسوم جو اس کے اندر سرائیت کر گئے

ہیں یہ سب سینٹ پال ہی کی دین ہے اور عیسائیت [illegible] جو گزشتہ بارہ صدیوں سے عیسائی دنیا، مسیحیت کے قدامت پسند ([illegible]THODOX) [illegible] حیثیت سے سینہ سے لگائے ہوئے ہے۔" (THE JEWISHINCYCLOPEDIA, VO1.XIIP.568,569)

اور بات گلتیوں باب ۳ آیت: ۱۳ ہی تک محدود نہیں، بلکہ بائبل کا عہد نامہ قدیم اٹھا کر دیکھ لیجیے، حضرت مسیح علیہ السلام کے علاوہ جن اور انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر اس عہد نامہ میں ہے، بائبل ان کی توہین و تنقیص سے بھی خالی نہیں، نقل کفر، کفر نباشد، کہ معاذ اللہ حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں بائبل کے باب پیدائش باب ۱۹ آیت: ۳۱ میں ہے، کہ نعوذ باللہ انہوں نے اپنی بیٹیوں سے زنا کیا۔

پیدائش باب ۳۵ آیت: ۲۲ میں اگر آپ پڑھ رہے ہیں، کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کا اپنی والدہ سے زنا، (معاذ اللہ استغفر اللہ) تو پیدائش باب ۳۸ آیت: ۱۳ میں ہے، کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے یہوداہ کا اپنی بہو سے زنا نعوذ باللہ۔ خروج باب ۳۲ آیت: ۱ حضرت ہارون علیہ السلام کو بچھڑے کا پجاری بتاتی ہے، تو اول سموئیل باب ۲ آیت: ۲ حضرت داؤد علیہ السلام کا جھوٹ بولنا، سموئیل ۲ باب ۶ آیت: ۱۴ حضرت داؤد علیہ السلام کا ناچنا اور برہنہ ہونا بتاتی ہے۔ ❶

بائبل میں مذکور انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کے یہ چند حوالے بطور مثال پیش کیے ہیں، ورنہ حقیقت یہ ہے، کہ شرم و حیا اس بات کا شدید تقاضہ کرتی ہے، کہ ان حوالہ لہٰذا جو غیر مسلم اور عیسائی پادری صاحبان قرآن مجید فرقان حمید پر اعتراضات کرتے ہیں، انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ اگر عیسائیت کا نام نہاد بانی پولس گلتیوں کے نام اپنے خط میں حضرت مسیح علیہ السلام کی توہین و تنقیص کرتا ہے، تو دوسری طرف قرآن مجید جات کو پڑھنا تو دور کی بات ہے، ان کی طرف دیکھا بھی نہ جائے۔

فرقان حمید ان کا دفاع کرتا ہے..... حضرت مریم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ

❶ "اجماع کے علاوہ دیگر حضرات انبیاء سے فواحش کبائر کے صادر ہونے کو عقلاً بھی محال بتلاتے ہیں اور تمام علماء اس کے قائل ہیں۔ اسی بات کو استاذ ابو اسحٰق نے اختیار کیا ہے۔ اسی طرح اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ انبیاء رسالت کو چھپانے اور احکام الٰہی کی تبلیغ میں کوتاہی کرنے سے بھی معصوم تھے کیونکہ عصمت انبیاء کا یہی تقاضا ہے اور تمام علمائے امت کا عصمت انبیاء پر اجماع ہے۔ حسین نجار کے علاوہ جمہور علماء اس بات کے بھی قائل ہیں کہ انبیاء مذکورہ گناہوں سے اللہ عز و جل کی جانب سے محفوظ و معصوم کئے گئے ہیں اور ان کی عصمت ان کے اختیار و کسب کے دائرے میں رہتے ہوئے قائم ہے۔" (کتاب)

نے جو عزت وعظمت عنایت کی ہے، وہ مسیحی دنیا کے لائق توجہ ہو: وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ (42) يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ (43) اور جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! اللہ تعالیٰ نے تجھے برگزیدہ کرلیا اور تجھے پاک کردیا اور سارے جہان کی عورتوں میں سے تیرا انتخاب کرلیا۔ اے مریم! تو اپنے رب کی اطاعت کر اور سجدہ کر، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ (سورۃ آل عمران، آیت ۴۲، ۴۳)

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کیا عزت وتوقیر عطاء فرمارہے ہیں۔ (الشفاء، جلد دوم، ص ۲۵۸ از، ابوالفضل قاضی عیاض اُندلسی رحمۃ اللہ علیہ) اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ) جب کہ فرشتوں نے کہا کہ اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو اپنی طرف سے ایک کلام پانے والے بیٹے کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح ابن مریم ہوگا۔ وہ دنیا وآخرت میں باآبرو ہوگا اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا۔ (سورۃ آل عمران، آیت: ۴۵)

اسی طرح بائبل کے عہد نامہ قدیم کے مصنفین اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم السلام پر غلیظ وسنگین الزام وبہتان تراشی کرتے ہیں، تو آقا دو جہاں احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل ہونے والا کلام الٰہی ان انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت وعظمت کا دفاع کرتا ہے: وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اور ہم نے ان کو اسحٰق اور یعقوب بخشے (اور) سب کو ہدایت دی اور پہلے نوح کو بھی ہدایت دی تھی اور ان کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو بھی اور ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی بدلا دیا کرتے ہیں۔ (۸۴) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی۔ یہ سب نیکوکار تھے۔ (۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ۭ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ اور اسماعیل اور الیسع اور یونس اور لوط کو بھی۔ اور ان سب کو جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی۔ (۸۶) (سورۃ انعام، آیت: ۸۴ تا ۸۶)

یہاں تک تو ہوا اس اعتراض کا جواب کہ جو میرے عیسائی رشتہ داروں کی جانب سے مجھ پر اٹھایا گیا تھا، کہ ''میں مسلمان کیوں ہوا''، لیکن میری ان مذکورہ بالا تمام تمہیدی گزارشات کے پیچھے

ایک اہم اور انتہائی ضروری موضوع ہے، اور وہ ہے، مسیحی دنیا کے بعض وہ شر پسند عناصر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین و تنقیص کرتے ہیں، اور وہ اہل اسلام اور مسیحی دنیا کے درمیان فساد و جھگڑا پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اس وقت میرے مخاطب یہ اور ان کی آواز میں آواز ملانے والے وہ لوگ ہیں، جو خود کو مسلمان کہتے ہیں، اور یہ لوگ پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا پر آکر قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم C-295 کی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں، اور ملکی و غیر ملکی سطح پر اس قانون کے حوالہ سے غلط فہمیاں پیدا کر کے مغربی دنیا کی آنکھ کا تارا بننا چاہتے ہیں۔ ان کی خدمت میں چند گزارشات اس قانون، قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم C-295 کے سلسلہ میں لے کر حاضر ہیں، اس سلسلہ کی پہلی گزارش یہی ہے جو محمد اسماعیل قریشی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''عیسائی مشنریوں کے مبلغین اور اکثر ایسے مسلم و غیر مسلم حضرات بھی، جنہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا پوری طرح مطالعہ نہیں کیا، عام طور پر ایک بے جا اعتراض کرتے ہیں کہ جب مسلمان اپنے پیغمبر کو رحمۃ اللعالمین کہتے ہیں تو پھر انہوں نے اپنے دشمنوں کو معاف کرنے کی بجائے سزائیں کیوں دیں؟ حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے کبھی بھی کسی سے انتقام نہیں لیا، جس کی شہادت ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دی، اور خود تاریخ کا ایک ایک حرف اس پر گواہ ہے۔ شعب ابی طالب، بطحا کی وادیاں، طائف کی چٹانیں اور یثرب کے پہاڑ، سب آج بھی گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانی دشمنوں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا۔ طائف میں بے سروسامانی کی حالت میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر سے پاؤں تک لہولہان ہو گئے، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے عذاب الٰہی اور قہر خداوندی کو دعوت نہیں دی بلکہ ان کے حق میں ان کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی۔ فتح مکہ کے موقع پر اسی شہر میں جہاں اہل مکہ نے ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی، موت کی گھاٹی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو محصور کر دیا تھا، تمام قبائل عرب نے ایک ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جان سے مار دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو ایسی اذیتیں پہنچائی تھیں جو کسی پیغمبر کو نہیں دی گئیں۔ مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں جانثاران نبوت کے لشکر جرار کو لیے ہوئے فاتحانہ شان کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''**لاتثریب علیکم الیوم**'' (آج کے دن تم سے کوئی

باز پرس نہیں ہوگی) کہتے ہوئے عام معافی کا اعلان فرمایا اوراپنے بدترین دشمن ابوسفیان کے گھر کو دارالامان قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہیتے اور محبوب چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہندہ اور انہیں وحشیانہ طور پر قتل کرنے والے ہندہ کے غلام وحشی اور ان دشمنوں کو بھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے، اس وقت معاف فرمایا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل مکہ سے انتقام لینے کی پوری طاقت اور قدرت رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی عورت کو بھی معاف فرمایا جس نے ایک بھنی ہوئی بکری سے آپ کی تواضع کی تھی لیکن اس کے پہلے لقمہ ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا تھا کہ میں زہر آلود ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر اس یہودی عورت نے اقرار جرم کرتے ہوئے بتلایا تھا کہ میں نے یہ اہتمام اس لئے کیا تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہیں تو زہر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اثر انداز نہیں ہوگا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ ہیں تو ہماری قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نجات مل جائے گی۔ ایسی دشمن جاں یہودیہ کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عفو کریمانہ کے دامن میں پناہ ملی۔

یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان رحمتہ اللعالمینی کی ایک ادنیٰ سی جھلک۔ اسی وصف رحمتہ اللعالمینی کی جھلک ان ہستیوں میں بھی صاف نظر آتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر تربیت رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد علی رضی اللہ عنہ نے جب ایک شہ زور دشمن اسلام پہلوان کو زیر کرلیا اور ان کا خنجر آب دار اس کی رگ گردن پر تھا اور اس نے اس خیال سے علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر تھوک دیا کہ فوراً ہی اسے اس عالم جانکنی سے نجات مل جائے گی، مگر جناب علی رضی اللہ عنہ نے مشتعل ہوکر اس کا سر کاٹنے کی بجائے اسی وقت اسے اپنی گرفت سے آزاد کردیا اور دریافت پر بتلایا کہ پہلے تو وہ رضائے الٰہی کی خاطر درپے قتل تھے مگر تھوکنے کے بعد جب خواہش نفس نے انہیں فوری آمادہ قتل کیا، تو انہوں نے اس کے قتل سے ہاتھ اٹھالیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اس دنیا میں انسان کو انسان کی اور ہر قسم کی غلامی سے آزاد کرکے زمین پر آسمانی بادشاہت قائم کرنے کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس لئے جو شیاطین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدف طعن وتشنیع اور نشانہ تضحیک بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمگیر انقلاب کی راہ میں سنگ گراں بنے ہوئے تھے، انہیں ہٹانا ضروری تھا کیونکہ اس کے بغیر انسانیت پیغمبر اسلام کے بے کراں فیوض وبرکات سے محروم رہ جاتی۔ انسان، انسان کا غلام بن کر رہ جاتا بلکہ شجر، حجر کی پرستش کرکے ہمیشہ کے لئے شرف انسانیت کھو بیٹھتا اور تسخیر کائنات کی جانب اس کا قدم کبھی نہ

اٹھتا۔اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ذمہ داری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سپرد ہوئی کہ وہ ایسے شیاطین سے براہ راست نمٹ لے۔اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات ارضی میں رب ذوالجلال کے جلیل القدر سفیر بھی ہیں۔عام دنیوی پروٹوکول کا تقاضا بھی یہی ہے کہ کسی ملک کے شایان شان اس کے سفیر کا بھی احترام کیا جائے،تو پھر خالق کائنات کے اس جہان ہست وبود میں بھیجے ہوء عالی مقام سفیر گرای کی جتنی بھی عزت وتوقیر کی جائے کم ہے۔'' (ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت ص،۴۹،۵۰)

دوسری گزارش یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی عزت وناموس کے تحفظ کے سلسلہ میں اس طرح کے قانون ''بلاس فیمی''یا''بلاس فیمو'' کے نام سے رائج رہے ہیں، اور اب تک رائج ہیں۔'' قانون توہین انبیاء علیہم السلام دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں تھوڑی بہت معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نافذ رہا ہے۔ نیوانسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کے مطابق اکثر مشرقی اور یورپی ملکوں میں بلاس فیمی لا کسی نہ کسی صورت قابل مواخذہ جرم رہا ہے،آسمانی صحائف کو ماننے والی اقوام جہاں بھی حکمران رہی ہیں وہاں توہین رسالت کی سزا،سزائے موت پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔(1)

تالمودی قانون...... یہودیوں کے تالمودی قانون کی رو سے صرف پیغمبران بنی اسرائیل اور تورات کی بے حرمتی کی سزا موت ہے۔عہد نامہ عتیق (Old.Testament) میں رسول کے نائبین کی اہانت کی سزا بھی سزائے موت مقرر ہے۔(ملاحظہ ہو استثنا باب 12:18 صفحہ 123)

پاپائے روم یا چرچ کے اقتدار میں آنے سے قبل یورپ میں رومن لا (Roman Law) کی عمل داری تھی۔چونکہ انجیل میں کوئی قانون احکام موجود نہ تھے لیکن کلیسا نے اسٹیٹ (State) پر غلبہ واقتدار حاصل کرلیا تو پوپ کے منہ سے نکلے ہوئے حکم کو قانون پر بالادستی حاصل ہوگئی۔توراۃ کے برعکس انجیل صرف پندونصائح کا مجموعہ ہے اس لئے یورپ اور ایشیا میں جہاں جہاں عیسائی حکومتیں قائم ہوئیں، وہاں کاروبار حکومت چلانے کے لئے اہل کلیسا کو رومی قانون اور یہودیوں کے تالمودی قانون ہی پر انحصار کرنا پڑا۔اس لئے چرچ نے توہین مسیح کے لئے اسی سزا کا حکم دیا جو بنی اسرائیل کے پیغمبر کی اہانت کے لئے مقرر تھی۔

رومن لا......رومن امپائر کے شہنشاہ جسٹینین (Justinian) کا دور حکومت طلوع اسلام سے چند سال قبل 528 تا565 صدی عیسوی پر محیط ہے۔رومن لا کی تدوین کا سہرا بھی اسی کے سر ہے اور اس کو عدل وانصاف (Justice) کا مظہر بھی سمجھا جاتا ہے۔اس نے جب دین مسیحی قبول کرلیا تو قانون موسوی کو منسوخ کرکے انبیائے بنی اسرائیل کی بجائے صرف یسوع مسیح علیہ السلام کی توہین

اورانجیل کی تعلیمات سے انحراف کی سزا، سزائے موت مقرر کی۔ اس کے دور سے قانون توہین مسیح علیہ السلام سارے یورپ کی سلطنتوں کا قانون بن گیا۔ روس اور اسکاٹ لینڈ میں بھی اٹھارہویں صدی تک اس جرم کی سزا، سزائے موت ہی دی جاتی رہی ہے۔" (2) (ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت، ص ۲۱۸، ۲۱۹)

لہٰذا "بلاس فیمی" کا مذکورہ بالا منظر نامہ جو پیش کیا گیا ہے، اسلامی شریعت اس بات کو بہت پہلے بیان کر چکی ہے، اللہ رب العزت فرماتے ہیں: اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا ۔ ترجمہ (جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔) (سورۃ احزاب، آیت: ۵۷)

اور اس کی تفسیر میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: آیت میں ایذا رسول کو ایذا حق تعالیٰ کے عنوان سے تعبیر کر دیا گیا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہونچانا درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو ایذا پہنچانا ہے جیسا کہ حدیث میں آگے آتا ہے اور قرآن کے سیاق وسباق سے بھی ترجیح اسی دوسری قول کی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ پہلے بھی ایذا رسول کا بیان تھا اور آگے بھی اسی کا بیان آرہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا اللہ تعالیٰ کے لئے ایذا ہونا حضرت عبدالرحمٰن بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذٰھم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ یوشک ان یاخذ. (ترمذی) " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو ان کو میرے بعد اپنی اعتراضات وتنقیدات کا نشانہ نہ بناؤ، کیونکہ ان سے جس نے محبت کی، میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے رکھا، اور جس نے ان کو ایذا پہونچائی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے گرفت کرے گا"۔

اس حدیث سے جیسا یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا سے اللہ تعالیٰ کی ایذا ہوتی ہے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کو ایذا پہونچانا یا ان کی شان میں گستاخی کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا ہے۔ پھر آگے چل کر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی طرح کی ایذا پہنچائے، آپ کی ذات یا صفات میں کوئی عیب نکالے خواہ صراحۃ ہو یا کنایۃً وہ کافر ہوگیا، اور اس آیت کی رو سے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت دنیا میں بھی ہوگی اور آخرت میں بھی (کذا قال القاضی ثناء اللہ فی التفسیر المظہری'' (معارف القرآن، جلد نمبر ۷، ص: ۲۲۸و۲۲۹)

قانون توہین رسالت 295-C کے سلسلہ میں مسیحی دنیا سے ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے، کہ یہ قانون صرف مسیحیوں کیلئے بنایا گیا ہے، مسیحیوں کے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں لکھتے ہیں: حکایة الاجماع علی قتل السابّ، ان من سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من مسلم او کافر، فانہ یجب قتلہ، ھذا مذھب علیہ عامة اھل العلم'' (ص ۱۱ دار الحدیث قاھرہ) ''یعنی جو بھی گستاخی رسول کا ارتکاب کرے، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، اس کو قتل کرنا واجب ہے اور اس پر اہلِ علم کا اجماع ہے۔'' (شرعی فیصلہ، ص ۵۲)

یعنی معاذ اللہ اگر غیر مسلموں یا مسیحیوں کے علاوہ اگر کوئی مسلمان بھی ایسی گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے، تو وہ بھی شرعی حکم اور اہل علم کے اجماع کے مطابق واجب القتل ہے، لہٰذا مسیحی دوستوں کا مذکورہ بالا اعتراض، اعتراض برائے اعتراض کے سواء کچھ نہیں، بلکہ مسیحی دنیا کے پیش نظر یہ بات رہنی چاہیے، کہ قانون توہین رسالت 295-C صرف آقا دو جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس تک محدود نہیں بلکہ یہ قانون تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی ناموس وعزت کا دفاع کرتا ہے، جس میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام بھی شامل ہیں، اس سلسلہ میں مفتی محمد شعیب حقانی صاحب نے اپنی کتاب ''شرعی فیصلہ'' میں ''الذخیرہ'' سے ایک اقتباس نقل کیا ہے، جو لائق توجہ ہے۔

وان سب اللہ تعالیٰ او رسولہ علیہ السلام، او غیر من الانبیاء علیھم السلام قتل حدالا سقطہ التوبة، ؟ذالک منہ یدل علی سوء باطنہ فیکون کالزندیق لا تعلم توبتہ'' (ج۳/ص ۴۵۹. ۴۶۰ دار الکتب الاسلامی) ''اگر کوئی انسان (معاذ اللہ) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی ایک کی بھی توہین کرے تو وہ واجب القتل ہے اور توبہ سے اس کی سزا ختم نہیں ہوسکتی۔''[2] (شرعی فیصلہ، ص: ۵۱)

مذکورہ بالا فتاویٰ کو دیکھتے ہوئے یہ بات عقل سے بالاتر ہے، کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام پر

---

[2] ہمارے بعض علماء کہتے ہیں کہ اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس شخص نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی کے لئے ویل (عذاب) یا برے امر کی بددعا کی تو اسے بغیر توبہ کرائے قتل کرنا چاہئے۔ (کتاب الشفاء جلد دوم، ص، ۳۷۰)

بائبل سنگین قسم کے حیاسوز الزامات لگاتی ہے، ان کا دفاع تو علوم نبوت اور زبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کرے اور بائبل کے ماننے والے اسی علم نبوت اور زبان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی و بےادبی کریں، یہ کسی بے مروتی اور احسان فراموشی ہے۔

تیسری گزارش، بائبل حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دیئے جانے کے واقعہ کو یوں بیان کرتی ہے: ''اس پر حاکم کے سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی۔ اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا۔ اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ آداب! اور اس پر تھوکا اور سرکنڈا لیکر اس کے سر پر مارنے لگے۔ اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغہ کو اس پر سے اتار کر پھر اسی کے کپڑے اسے پہنائے اور مصلوب کرنے کو لے گئے۔

جب باہر آئے تو انہوں نے شمعون نام ایک کرینی آدمی کو پاکر اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے۔ اور اس جگہ جو گلگتا یعنی کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے پہنچکر پت ملی ہوئی مَے اسے پینے کو دی مگر اس نے چکھ کر پینا نہ چاہا۔ اور انہوں نے اسے صلیب پر چڑھایا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لئے۔ اور وہاں بیٹھ کر اس کی نگہبانی کرنے لگے۔ اور اس کا الزام لکھ کر اس کے سر سے اس وقت اس کے ساتھ دو ڈاکو مصلوب ہوئے۔ ایک داہنے اور ایک بائیں۔ اور راہ چلنیوالے ہلا ہلا کر اس کو لعن طعن کرتے اور کہتے تھے۔ اے مقدس کے ڈھانے والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے تئیں بچا۔ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اتر آ۔

اوپر لگا دیا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے۔

اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ ملکر ٹھٹھے سے کہتے تھے۔ اس نے اوروں کو بچایا اپنے تئیں نہیں بچا سکتا۔ یہ تو اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم اس پر ایمان لائیں۔ اس نے خدا پر بھروسا کیا ہے اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب اس کو چھڑا لے کیونکہ اس نے کہا تھا میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے اس پر لعن طعن کرتے تھے۔'' (متی باب ۲۷ آیت: ۲۷ تا ۴۴) معاذ اللہ حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب دیئے جانے کے اس واقعہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ حاکم کے سپاہی آپ علیہ السلام کو کانٹوں کا تاج پہناتے ہیں۔ آپ کے ساتھ ٹھٹھے بازی کرتے ہیں، نعوذ باللہ آپ پر تھوکتے ہیں، سرکنڈا لیکر آپ کے سر پر مارتے ہیں، قرعہ ڈال کر آپ کے کپڑے آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں، معاذ اللہ آپ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ نیز کہ آپ

کے ساتھ دوڈاکو بھی مصلوب کیے گئے، جن کی صلیب آپ کی صلیب کے دائیں اور بائیں تھی۔

بائبل آپ علیہ السلام کے مصلوب کیے جانے کے جس افسوس ناک منظر نامہ کو پیش کرتی ہے، اور اس منظر نامہ میں جو توہین آمیز سلوک آپ علیہ السلام کیلئے بیان کیا گیا ہے، یہودیوں کی جانب سے اسی من گھڑت منظر نامہ کی نفی کرتے ہوئے، قرآن کریم حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت وناموس کا دفاع کرتا ہے، اور سرور دو عالم احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے ذریعے یہ اعلان کرتا ہے کہ: **وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ج وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم ط وان الذين اختلفوا فيه لفي شك منه ط مالهم به من علم الا اتباع الظن ج وما قتلوه يقينا** O ''اور یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے پیغمبر (کہلاتے) تھے قتل کر دیا ہے (اللہ نے ان کو ملعون کر دیا) اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ ان کے حال سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور پیروی ظن کے سوا ان کو اس کا مطلق علم نہیں۔ اور انہوں نے عیسیٰ کو یقیناً قتل نہیں کیا۔'' (۱۵۷) **بل رفعه الله اليه ط وكان الله عزيزاً حكيماً** O بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ (۱۵۸) (سورۃ النساء)

قرآن کریم کی ان مذکورہ بالا آیات پر جن باتوں کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے، وہ لائق توجہ ہیں، اول یہ کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہود کے خطرناک عزائم سے اپنی پناہ میں رکھا، دوم یہ کہ یہود یہ کہنے کے سبب کہ معاذ اللہ انہوں نے آپ علیہ السلام کو صلیب دیا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ملعون قرار دیئے گئے، سوم یہ کہ ان قرآنی آیات کی روشنی میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ اس توہین آمیز سلوک کی نفی بھی ہو جاتی ہے۔ جس کو بائبل آپ کے مصلوب کیے جانے کے واقعہ میں بیان کرتی ہے۔ چہارم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بھرپور حفاظت کرتے ہوئے آپ علیہ السلام کو عزت وشرف کے ساتھ اپنی جانب اٹھا لیا، لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ''واقعہ معراج'' کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے خالہ زاد بھائی حضرت یحییٰ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی، جس کو قاضی ابوالفضل عیاض اندلیسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''کتاب الشفاء'' میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کے بعد ہم کو دوسرے آسمان تک لے جایا گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے دروازہ کھلوانے کے لیے کہا تو نداء آئی: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: جبرئیل۔ پوچھا: ساتھ کون ہے؟ جواب دیا کہ میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ہیں۔ مزید دریافت کیا گیا کہ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جواب دیا: ہاں! بلایا گیا ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ دونوں خالہ زاد بھائی یعنی حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام وہاں تشریف فرما تھے۔ ان دونوں نے مجھے مرحبا کہا اور خیر و عافیت کی دعاؤں سے نوازا۔'' (کتاب الشفاء جلد اول صفحہ:۲۶۶، ۲۶۷) ہم اہل اسلام کو حیرت و رنج ہے کہ آقا دو جہاں سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرف ملاقات عطاء فرمائیں، اور قرآن کریم اور صاحب قرآن کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہود کے مقابلہ پر حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت و ناموس کا دفاع فرمائیں۔ اور مسیحی دنیا ان احسانات کے بدلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں تنقیص کریں، جس پر افسوس صد افسوس کے سواء کیا کہا جا سکتا ہے۔

چوتھی گزارش یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **عن ثوبان رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انه سیکون فی امتی کذابون ثلثون کلهم یزعم انه نبی و انا خاتم النبیین لانبی بعدی. (مسلم شریف)** ''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا ہوں گے جن میں سے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''خبردار! کوئی تم کو گمراہ نہ کردے۔ کیوں کہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے: میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔'' (متی باب 24 فقرہ 5)

اس حوالے سے مسیحی دنیا مرزا غلام احمد قادیانی کے نام سے خوب واقف ہے، جو انگریز کی وفاداری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: ''التماس ہے کہ سرکار دولتمدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس برس کے متواتر تجربہ سے ایک وفادار جان نثار خاندان ثابت کر چکی ہے، اور جس کی نسبت گورنمنٹ عالیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیات میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکار انگریزی کے پکے خیرخواہ اور خدمت گزار ہیں۔ اس خود کاشتہ پودہ کی نسبت نہایت حزم اور احتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھ کر مجھے اور میری جماعت کو ایک خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ ہمارے خاندان نے سرکار انگریزی کی راہ میں اپنے خون بہانے اور جان دینے سے فرق نہیں کیا اور نہ اب فرق ہے۔ لہٰذا ہمارا حق ہے کہ ہم خدمات گزشتہ کے لحاظ سے سرکار دولتمدار کی پوری عنایات اور خصوصیت توجہ کی درخواست کریں، تا کہ ہر ایک شخص بے وجہ ہماری آبروریزی کے لیے

دلیری نہ کر سکے۔'' (کتاب البریہ صفحہ 13 مندرجہ روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 350 از مرزا قادیانی)

برصغیر پاک وہند کے اہل اسلام اور مسیحی قائدین وعوام اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ مرزا قادیانی نے ۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا، مرزا قادیانی کہتا ہے: میں قریباً بارہ برس تک، جو ایک زمانہ دراز ہے، بالکل اس سے بےخبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شدومد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے۔ تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔'' (رئیس قادیاں، ص، ۳۸۵)

لہٰذا ہم دیکھتے ہیں، کہ مرزا قادیانی نے اپنے ''دعویٰ مسیح موعود'' پر حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ ننگی گالیاں دیں، اور آپ کی ذات گرامی پر ایسے سنگین الزامات لگائے، کہ جن کی مثال تاریخ کے کسی اور بدباطن سے نہیں ملتی، حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں بدزبانی کرتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شاید یہ بھی خدائی کے لیے ایک شرط ہوگی۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا دے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔'' (انجام آتھم صفحہ 7 مندرجہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 291 از مرزا قادیانی)

پھر کہتا ہے: ''آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آ جاتا تھا، اپنے نفس کو جذبات سے نہیں روک سکتے تھے، مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ (عیسیٰ علیہ السلام) کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔'' (حاشیہ انجام آتھم صفحہ 5 مندرجہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 289 از مرزا قادیانی) (عکس صفحہ نمبر 745 پر) حضرت مسیح علیہ السلام پر سرقہ کا الزام لگاتے ہوئے مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''نہایت شرم کی بات یہ ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے، یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا ہے اور پھر ایسا ظاہر کیا ہے کہ گویا یہ میری تعلیم ہے۔'' (حاشیہ انجام آتھم صفحہ 6 مندرجہ روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 290 از مرزا قادیانی)

حضرت مسیح علیہ السلام پر شراب پینے کا الزام لگاتے ہوئے (معاذ اللہ) مرزا قادیانی لکھتا ہے: ''یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے، اس کا سبب تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔'' (کشتی نوح حاشیہ صفحہ 73 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 71 از مرزا قادیانی)

یہ اور اس طرح کے کئی سنگین اور حیا سوز الزامات مرزا قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدہ طاہرہ مریم علیہ السلام پر لگائے، لہٰذا حضرت مسیح علیہ السلام پر ایسے سنگین الزامات جو مرزا قادیانی نے لگائے ہیں، ان پر اپنا کوئی تبصرہ پیش کرنے سے بہتر ہے کہ یہاں وہ عبارت نقل کردی جائے، جو خود مرزا قادیانی نے حضرت مسیح علیہ السلام پر الزامات لگانے والوں کیلئے بطور فتویٰ یا نصیحت کے لکھی ہے: ''آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) خدا کے مقبول اور پیارے تھے۔ خبیث ہیں وہ لوگ جو آپ پر یہ تہمتیں لگاتے ہیں۔ ❸'' (نزول المسیح (ضمیمہ) صفحہ 9 مندرجہ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 134 از مرزا قادیانی)

لہٰذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر الزامات اور تہمتیں لگانے کی بنا پر مرزا قادیانی پکا خبیث ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے، کہ مرزا قادیانی کی اسی خباثت کو دیکھتے ہوئے، علماء اہل اسلام نے حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت و ناموس کا دفاع کیا، اور علماء اہل اسلام کی طرف سے باقاعدہ طور پر مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد و تحریرات قومی اسمبلی میں پیش کر کے وہ عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ کہ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی نے آئین میں ترمیم کرتے ہوئے، مرزا قادیانی اور اس کی جماعت کو ''غیر مسلم'' قرار دے دیا، جس کے پیچھے علماء اہل اسلام کے جان و مال کی بے پناہ قربانیاں محفوظ ہیں۔

تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت و ناموس کے دفاع کرنے والے علماء اہل اسلام اور اہل اسلام کے مذہبی جذبات کو مسیحی برادری سے تعلق رکھنے والے لوگ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی و گستاخی کر کے مجروح کرتے ہیں، حالانکہ بائبل خود اس طرح کی بے ادبی و گستاخی کرنے والوں کیلئے سزائے موت کا حکم دیتی ہے: ''اور وہ جو خداوند کے نام پر کفر بکے ضرور جان سے مارا جائے۔ ساری جماعت اسے قطعی سنگسار کرے۔ خوہ وہ دیسی ہو یا پردیسی، جب وہ پاک نام پر کفر بکے تو وہ ضرور جان سے مارا جائے۔'' (احبار، باب ۲۴ آیت: ۱۶)

مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام سے کس قدر محبت و عقیدت رکھتے ہیں، اس کا اندازہ ایک مسلمان کی تقریر و تحریر سے ہی کیا جا سکتا ہے، محترمی محمد متین خالد صاحب حضرت مسیح علیہ السلام سے

---

❸ مرزا قادیانی کے ہفوات کی مزید چھان بین، مطالعہ اور اس کے رد پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تحفہ قادیانیت'' اور محترم جناب محمد متین خالد صاحب کی کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' لائق مطالعہ ہیں، خالد

اہل اسلام کی عقیدت کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی کتاب ''ثبوت حاضر ہیں'' میں لکھتے ہیں: ''حضرت انبیائے کرام علیہم السلام میں سے سیدنا مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام والتسلیم اپنی بعض خصوصیات کے پیش نظر امتیازی مقام کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بن باپ پیدا ہونا، ایک خاص موقع پر زندہ آسمان پر اٹھایا جانا اور قرب قیامت میں دوبارہ دنیا میں واپسی، ایسی امتیازی خصوصیات ہیں جن میں ان کا کوئی دوسرا مقابل نہیں۔ بقول مخصے: عیسائی اور قادیانی اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ مسلمان حضرت مسیح علیہ السلام اور بی بی مریم علیہا السلام سے ہمیشہ جو ولولہ انگیز محبت کا اظہار کرتے آئے ہیں، اس کا منبع قرآن حکیم ہی ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ مسلمان مسیح علیہ السلام کا نام زبان پر لانے سے پہلے حضرت اور بعد میں علیہ السلام کا اضافہ کرتے ہیں۔ اور جو مسلمان بھی حضرت مسیح علیہ السلام کا نام ان مودبانہ الفاظ کے بغیر ادا کرتا ہے، اسے گستاخ سمجھا جاتا ہے۔'' پھر آگے مزید لکھتے ہیں: ''اس کے علاوہ قرآن مجید میں ان کو کلمۃ اللہ، خدا کی روح اور خدا کی نشانی جیسے کئی اور پیارے القابات سے بھی یاد کیا گیا اور جن کا ذکر قرآن مجید کی پندرہ سورتوں پر محیط ہے۔ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کا ذکر انتہائی مودبانہ انداز سے کیا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمان پچھلے چودہ سو سال سے ان کے اس بلند پایہ مقام کی قدر و منزلت کرتے چلے آئے ہیں۔ اور ان سے بھولے سے بھی اس میں کوئی کمی سرزد نہیں ہوئی ہے۔ سارے قرآن مجید میں کوئی ایک لفظ، جملہ یا مقام بھی ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کے اس جلیل القدر پیغمبر کی تحقیر ہوتی ہو اور جسے ایک حاسد ترین عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بدترین دشمن قادیانی بھی قابل اعتراض سمجھتا ہو۔'' (ثبوت حاضر ہیں، ص ۲۵۷ و ۲۵۸)

اللہ تعالیٰ کا کلام اور دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ اہل یہود انبیاء کرام علیہم السلام کے جانی دشمن اور انتہا درجہ کے بے ادب و گستاخ رہے ہیں فی زمانہ اس کی مثال یوں دیکھ لیجئے کہ ایک یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس بے حیائی پر مبنی ایک فلم ''مسیح کی آخری ترغیب جنسی'' بنائی، لہٰذا اس وقت لندن میں مقیم سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اور کتاب ''ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت'' کے مصنف جناب محمد اسماعیل قریشی صاحب زید مجدھم کو جب اس فلم کے بارے میں پتہ چلا تو آپ نے اس فلم کو رکوانے کیلئے جو کچھ کیا، وہ اہل اسلام کی حضرت مسیح علیہ السلام سے عقیدت ومحبت کا واضح ثبوت ہے، وہ اپنی کتاب میں اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اسی کتاب میں ہم نے یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس کی انتہائی شرمناک فلم ''مسیح کی آخری ترغیب جنسی'' (The Last Ermptation of Christ) کا تفصیلی ذکر کیا ہے، جو سال 1988

ء میں لندن کے سینما گھروں میں دکھلائی جارہی تھی، جس میں معاذ اللہ جناب مسیح علیہ السلام کے ایک طوائف کے ساتھ تعلقات کے مناظر دکھلائے گئے ہیں۔ میں ان دنوں لندن میں مقیم تھا۔ ہماری دینی حمیت اسے برداشت نہ کرسکی، چنانچہ ہماری اس اپیل پر، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف عیسائیوں ہی کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں لہٰذا اس فلم کی نمائش بند ہونی چاہیے۔ لندن میں مسلمانوں نے خاموش احتجاجی مظاہرے کیے، جس پر بالآخر وہ فلم فلاپ ہوگئی۔

مسیحی برادری اور اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں کی نیت پر ہمیں شبہ نہیں۔ جب وہ ہمارے پیغمبر کی توہین اور گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں ڈر اور خوف کس بات کا ہے۔ کیا قانون بلاوجہ ان کے خلاف حرکت میں آجائے گا یا پھر پاکستان کی عدلیہ بے گناہ لوگوں کو جو توہین رسالت کے مجرم نہیں، پھانسی کی سزا سنائے گی یا وہ پاکستان میں پیغمبر اسلام علیہ السلام کے خلاف گستاخی اور توہین کے لئے کھلا لائسنس طلب کر رہے ہیں؟ جب ان میں سے کوئی بات بھی قرین قیاس نہیں تو پھر اس قانون کی منسوخی کے مطالبہ کا آخر کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟'' (ناموس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون توہین رسالت، ص ۵۴)

اہل اسلام کی حضرت مسیح علیہ السلام سے عقیدت ومحبت کے جذبہ کو سامنے رکھتے ہوئے، مسیحی برادری کو یہ بات ہمیشہ وصیت اور نصیحت کے طور پر یاد رکھنی چاہیے، کہ حضرت مسیح علیہ السلام سے اہل اسلام کی محبت واحترام کی ''بنیاد'' قرآن کریم اور احادیث مبارکہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لہٰذا اس بنیاد کی طرف کوئی غیر مسلم یا مسیحی برادری کا کوئی کارندہ غلط ارادے اور نیت سے ہاتھ بڑھائے گا، تو اس کی یہ حرکت ''ناقابل معافی'' جرم ہوگی، کیونکہ ہم مسلمانوں کا ''سرمایۂ حیات'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لازوال عقیدت، محبت اور حد درجہ احترام ہی تو ہے۔

احقر نے اکابرین کی ان تحریروں کو جمع کرنے کے سعادت حاصل کی ہے جو انہوں نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے ہوئے تحریر کی ہیں۔ جو مختلف دینی رسائل وجرائد میں چھپ چکی ہیں، اس کے علاوہ اخبارات میں شائع ہونے والے وہ کالم بھی اس کتاب میں شامل کر لیے گئے ہیں، جو توہین رسالت جیسے حساس موضوع پر لکھے گئے ہیں، تاکہ قارئین حضرات علماء کرام اور دیگر اہل قلم یعنی ہر دو کی تحریروں سے استفادہ کرسکیں، جو حقیقتاً اس کتاب کا اصل موضوع ہیں۔ فللہ الحمد.

خالد محمود

جرم توہین رسالت

چند پہلو

حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اللہ جل شانہ نے وہ تمام انسانی بلند اوصاف واخلاق جمع فرما دیے تھے جن پر شرف انسانی کی بنیاد قائم ہے اور جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے وانک لعلی خلق عظیم کے بلیغ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ کی سنت وسیرت اور زندگی گزارنے کی ایک ایک ادا، اس طرح قابل تقلید اور محبوب ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی طرف اس کا اسلام اور ایمان نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کے لیے عقیدتوں اور محبتوں کا چشمہ خیر ہیں اور ان ہی کے نام سے اس کی آبرو قائم ہے، وہ بجا طور پر یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ ''آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است'' بلکہ اس کی عقیدت اور عقیدے کا معیار یہ ہوتا ہے کہ

محمد عربی کہ آبروئے ہر دوسرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک برسرِ اُو

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، کسی خاص ملت کا نہیں، بلکہ انسانیت کا سرمایہ ہے، خود غیر مسلم مورخین نے جگہ جگہ اس کا اعتراف واقرار کیا ہے۔ ان مورخین اور مصنفین کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں صرف مشہور فرانسیسی مورخ ''لامارتاں'' کی تحریر کا ایک اقتباس درج کیا جاتا ہے، وہ اپنی مشہور کتاب ''تاریخ ترکیہ'' میں لکھتا ہے: ''دنیا میں کسی انسان نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نصب العین سے بلند نصب العین اپنے سامنے نہیں رکھا۔ یہ عظیم الشان نصب العین کیا تھا، خدا اور بندے کے درمیان توہمات کے پردے اٹھا دینا، خدا کو انسان کے قلب میں رچا دینا، انسان کو خدائی صفات کے رنگ میں رنگ دینا اور صدہا باطل خداؤں کی بجائے خدا کا منزہ اور مقدس تصور پیش کرنا۔ آج تک کبھی کسی انسان نے اتنے بڑے کام کا بیڑا

ہو.....نصب العین کی بلندی، وسائل کی کمی اور پھر نتائج ایسے درخشاں حاصل کرنا، اگر یہ کسی انسان کی غیر معمولی قابلیت کا معیار نہیں تو کون ہے، جو اس میدان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلے میں کسی دوسرے انسان کو پیش کرنے کی جرأت کرسکتا ہے؟

دنیا کے اور بڑے بڑے انسانوں نے صرف اسلحہ، قانون یا سلطنتیں پیدا کیں، وہ زیادہ سے زیادہ مادی قوتوں کی تخلیق کر سکے جو اکثر اوقات خود ان کی آنکھوں کے سامنے راکھ کا ڈھیر ہو کر رہ گئیں لیکن اس انسان نے صرف جیوش وعساکر، مجالس قانون ساز، وسیع سلطنتوں، قوموں اور خاندانوں کو ہی حرکت نہیں دی، بلکہ ان کروڑوں انسانوں کے قلوب کو بھی، جو اس زمانے کی آباد دنیا کے ایک تہائی حصہ میں بستے ہیں اور اس سے بھی زیادہ اس شخصیت نے قربان گاہوں، دیوتاؤں، مذاہب ومناسک، تصورات اور معتقدات بلکہ روحوں تک کو ہلا دیا.....اس نے ایسی قومیت کی بنیاد رکھی، جس نے دنیا کی مختلف نسلوں اور زبانوں کے امتزاج سے ایک امت واحدہ پیدا کر دی.....اس نے تمام باطل خداؤں کی عبادت گاہوں کو ڈھا دیا اور ایک تہائی دنیا میں آگ لگا دی.....اس کی پاک زندگی، اس کی توہم پرستی کے خلاف جنگ، مکی دور میں طرح طرح کے مصائب کا حیرت انگیز استقلال اور صبر سے مقابلہ کرنا، پھر اس کی ہجرت اور دعوتِ رشد وہدایت، خدا کی راہ میں غیر منقطع جہاد، اپنے مقصد کی کامیابی پر یقین محکم اور نامساعد حالات میں اس کی مافوق البشر جمعیت خاطر، فتح وکامرانی میں تحمل وعفو، کسی سلطنت سازی کے لیے نہیں، بلکہ خالص خدائی مقاصد کی کامیابی کے واسطے.....عظیم مفکر، بلند پایہ خطیب، پیغامبر، مقنن، سپہ سالار، نہ صرف اجسام بلکہ اذہان وقلوب پر غلبہ پانے والا، صحیح نظریہ حیات کو اعلیٰ وجہ البصیرۃ قائم کرنے والا، بہت سی سلطنتیں اور ان سب پر آسمانی بادشاہی کا بانی.....یہ ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم).....ان تمام معیاروں کو اپنے ساتھ لاؤ، جس سے انسان کی عظمت اور بلندی کو ناپا اور پرکھا جاسکتا ہے، اس کے بعد بتاؤ کہ کیا دنیا میں اس سے بزرگ تر اور کوئی انسان کبھی ہوا ہے؟'' (تاریخ ترکیہ 1/ 276)

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی مسلمان کی عقیدت ومحبت، بے حقیقت جذباتی نظریہ کی بنیاد پر نہیں۔ بلکہ یہ اس کے ایمان کا جزو اور اس کے دین کا حصہ ہے۔ حضور ہی اس کی محبتوں کا محور اور اس کی تمناؤں کی آماج گاہ ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی اتباع اس کے سعی وعمل کے لیے نمونۂ بہشت ہے اور اسی میں اس کی ابدی سعادت کا راز مضمر ہے۔ قرآن کریم نے جگہ جگہ اس حقیقت کو بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے: ''آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بیٹھ جانے کا تم کو اندیشہ ہو، اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو، اگر تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے

اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہیں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (سزا دینے کے لیے) اپنا حکم بھیج دے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" (التوبہ:24)

ایک اور آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے: "اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے وہ تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔ اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔" (الحشر:7)

ایک دوسری آیت میں اللہ اور اللہ کے رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے، سر تسلیم خم کرنے کو مؤمنین کا شیوہ بتلاتے ہوئے کہا گیا: "ایمان والوں کا قول تو یہ ہے کہ جب وہ بلائے جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف کہ (رسول) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں تو وہ (ایمان والے) کہیں کہ ہم نے سن لیا اور مان لیا۔" (النور:51)

ایک اور جگہ وضاحت کر دی ہے کہ اللہ اور رسول کے فیصلے اور حکم آنے کے بعد کسی مومن مرد، عورت کے شایانِ شان نہیں کہ وہ اس کے برعکس من مانی کریں، ایسی صورت میں سوائے تعمیل حکم کے اس کے لیے کسی اور راہ کو اختیار کرنے کی گنجائش نہیں، ارشاد ہے: "اور کسی مومن مرد یا مومن عورت کے لیے یہ درست نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا حکم دے دیں تو پھر ان کو اپنے (اس) امر میں کوئی اختیار باقی رہ جائے اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا، وہ صریح گمراہی میں جا پڑے گا۔" (الاحزاب:36)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بخاری اور امام مسلم نے نقل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم میں سے کوئی مومن نہیں بن سکتا جب تک اس کو مجھ سے اپنے ماں باپ، اولاد اور باقی سب لوگوں سے بڑھ کر محبت نہ ہو۔" (صحیح بخاری، کتاب الایمان، 14 صحیح مسلم، کتاب الایمان، 177) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بعض بدبختوں کی طرف سے گستاخی کا سلسلہ کوئی نیا نہیں، خود عہد نبوی میں دربار نبوت کی بے حرمتی کے واقعات پیش آئے اور آپ کی ناموس پر کٹ مرنے والی پاکیزہ ہستیوں نے ان دریدہ دہن بدبختوں کو اپنے انجام تک پہنچایا۔ ایک نابینا صحابی کی باندی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی، وہ ایک رات اٹھے اور تلوار سے اس باندی کا پیٹ چاک کر کے اس کو قتل کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو فرمایا کہ اس کا خون ہدر اور رائیگاں ہے۔ (بلوغ المرام فی احادیث الاحکام، ص:123)

کعب بن اشرف مشہور یہودی رئیس تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا اور ہجو یہ اشعار کہتا، حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر جا کر

اس کا کام تمام کیا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی، 4037) مدینہ منورہ میں ابوعفک نامی ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں ہجویہ نظم لکھی، حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر جا کر اسے قتل کیا۔ (سیرۃ ابن ہشام:4/282)

فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کر دیا گیا تھا، لیکن شاتم رسول ابن خطل کو معافی نہیں دی گئی، اس نے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑا تھا اور اسی حالت میں اسے قتل کیا گیا، ابن خطل کی دو لونڈیوں کا خون بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رائیگاں قرار دیا تھا، کیونکہ وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجویہ اشعار گایا کرتی تھیں۔ (الکامل لابن اثیر:2/169، صحیح بخاری، کتاب المغازی:4035)

عہد نبوی کے ان واقعات سے ایک بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ ''توہین رسالت'' کا جرم ایسا نہیں جس سے چشم پوشی کی جائے یا اس سے درگزر کیا جائے، چنانچہ چاروں ائمہ کا اس پر اجماع ہے کہ توہین رسالت کا مجرم واجب القتل ہے۔ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حاصل یہ ہے کہ شاتم رسول کے کفر اور اس کے قتل کے درست ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہی ائمہ اربعہ سے منقول ہے۔''

فقہ حنفی کی مشہور شخصیت امام سرخسی شاتم رسول کے قتل پر اجماع نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''جس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شتم کیا، آپ کی توہین کی، دینی یا شخصی اعتبار سے آپ پر عیب لگایا، آپ کی صفات میں کسی صفت پر نکتہ چینی کی تو چاہے یہ شاتم رسول مسلمان ہو یا غیر مسلم، یہودی ہو یا عیسائی یا غیر اہل کتاب، ذمی ہو یا حربی، خواہ یہ شتم واہانت عمداً ہو یا سہواً، سنجیدگی سے ہو یا بطور مذاق، وہ دائمی طور پر کافر ہوا، اس طرح پر کہ اگر وہ توبہ بھی کر لے تو اس کی توبہ نہ عند اللہ قبول ہوگی نہ عند الناس اور شریعت مطہرہ میں متاخر ومتقدم تمام مجتہدین کے نزدیک اس کی سزا اجماعاً قتل ہے۔'' (خلاصۃ الفتاویٰ:3/286)

بعض مغرب زدہ مسلمان دانشوروں نے ''تنقید اور توہین'' کا شوشہ چھوڑ کر اس بات پر جو زور دیا ہے کہ مسلمان کو تنقید اور توہین کا فرق ملحوظ رکھنا چاہیے۔ منصب نبوت ہر قسم کی تنقید سے بلند ہے، انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں۔ منصب نبوت کی طرف کسی قسم کی انگشت نمائی یا تنقید ''توہین رسالت'' ہی کے زمرے میں آتی ہے، امت کے جلیل القدر علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، یہ دانشور اگر ان کتابوں کا بغور مطالعہ کر لیں تو انہیں مستشرقین کے دائرۂ اثر سے نکلنے کا موقع مل جائے گا۔ علامہ تقی الدین سبکی کی کتاب ''السیف المسلول علیٰ من سب الرسول'' علامہ ابن الطلاع اندلسی کی تالیف ''اقضیۃ الرسول''، مشہور حنفی عالم علامہ زین

العابدین شامی کی ''تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الانام'' اور علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' اس موضوع پر ایسی کتابیں ہیں جنہوں نے کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا اور سب اس پر متفق ہیں کہ بارگاہ رسالت میں کسی بھی قسم کی تنقید کی سزا موت اور قتل ہے۔

چنانچہ جب اسلام اور مسلمانوں کا غلبہ تھا اور مسلمانوں کی عدالتیں دشمنوں کے دباؤ سے آزاد تھیں، تب کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تو مجرم موت کی سزا پا کر کیفر کردار تک پہنچ جاتا، بلکہ نویں صدی کے وسط میں اندلس کے اندر ''شاتمین رسول'' نے ایک جماعت کی شکل اختیار کر لی تھی لیکن مسلمان قاضیوں نے کوئی نرمی نہیں برتی اور اس کیس کے ہر مجرم کو سزائے موت دی۔ یولوجیس نامی عیسائی اس گروہ کا سربراہ تھا اور اس کی سزائے موت کے ساتھ ہی مسلم ہسپانیہ میں اس بدبخت جماعت کا خاتمہ ہوا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ ہسپانیہ: 1/200)

عیسائی دنیا کے ساتھ عالم اسلام کے تصادم کی بڑی طویل تاریخ ہے اور باہمی دشمنی کی جڑیں صدیوں پر محیط ہیں، عیسائی پادریوں کی اسلام دشمنی اور مسلمانوں کے خلاف ان کے پروپیگنڈے کا خود عیسائی مؤرخین نے اعتراف کیا ہے۔ مشہور مورخ ڈوزی اپنی کتاب میں لکھتا ہے: ''سب سے بڑھ کر پادری تھے جو شدید پیچ وتاب کھاتے تھے۔ جبلی طور پر وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیروکاروں سے نفرت کرتے تھے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اسلام اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی تعلیمات کے بارے میں وہ انتہائی باطل نظریات رکھتے تھے یا جس طرح وہ عربوں کے درمیان رہتے تھے تو ان کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز آسان نہ تھی کہ وہ ان معاملات میں سچائی سے آگہی حاصل کرتے، لیکن انہوں نے اڑیل انداز سے، سرچشمے کے اس قدر قریب ہونے کے باوجود اس حصول آگہی سے انکار کرتے ہوئے مکے کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے متعلق ہر قسم کے مضحکہ خیز افسانے پر اعتبار کرنے اور اس کی تشہیر کرنے کو ترجیح دی، خواہ ایسے افسانے کا ماخذ کچھ بھی نہ ہو'' (ہسپانوی اسلام ص: 268)

اور جے جے ساؤنڈرس لکھتا ہے: ''اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عیسائیوں نے کبھی بھی ہمدردی اور التفات کی نظر سے نہیں دیکھا، جن کے لیے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی شفیق اور معصوم ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے۔ عیسائیت کو اسلام سے پہنچنے والے نقصانات اور پروپیگنڈا جو صلیبی جنگوں کے دور میں پھیلایا گیا، غیر جانبدارانہ رائے کے لیے ممد و معاون نہ تھے اور اس وقت سے لے کر تقریباً آج تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو متنازعہ لٹریچر میں

پیش کیا گیا ہے۔ بے ہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصے تک ان پر یقین کیا جاتا رہا ہے۔'' (عہد وسطیٰ کے اسلام کی تاریخ صفحہ:34-35)

ڈبلیو منٹگمری واٹ اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' میں رقمطراز ہیں: '''مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں، جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا، جو عسکری اور روحانی حلقۂ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لیے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظر سے پیش کیا۔ حتیٰ کہ بیسویں صدی کے دوسرے نصف میں بھی ان کے کچھ اثرات باقی ہیں۔'' (اسلام کیا ہے، صفحہ:201)

اور ایک جگہ ڈاکٹر واٹ اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ: ''اسلام کے بارے میں ہمارا رویہ مجموعی طور پر غیر جانبدارانہ نہیں ہے۔ کسی حد تک اب بھی ہم عہد وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے کے زیر اثر ہیں۔'' ان اقتباسات کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے ساتھ عیسائی دنیا کی دشمنی اسے توہین رسالت کے جرم پر وقتاً فوقتاً آمادہ کرتی رہی ہے اور گزشتہ دو تین صدیوں سے ''آزادئ اظہار رائے'' کی جو مسموم ہوا یورپ میں چل پڑی ہے، اس ناقابل معافی جرم کو بھی وہ اس کی بھینٹ چڑھانے کی سعی کر رہی ہے۔ پاکستان میں قابل فہم طور پر ایک مسلم ریاست ہونے کے ناطے ''توہین رسالت'' کی سزا موت ہے۔ مغربی ممالک نے اس قانون کے خلاف بڑا واویلا مچایا اور اسے ''آزادی'' کے خلاف قرار دے کر مختلف حکومتوں پر یہ قوتیں دباؤ ڈالتی رہیں لیکن الحمدللہ یہاں کی عوامی قوت کے خوف سے کوئی حکومت اب تک اس میں تبدیلی نہیں کر سکی ہے۔ ایک مشہور بیوروکریٹ اور ادیب قدرت اللہ شہاب نے اس سلسلے میں مسلمانوں کے جذبات کا تجزیہ کرتے ہوئے کافی حد تک صحیح لکھا ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اگر کوئی بدزبانی کرے تو لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ تو مرنے کی بازی لگا بیٹھتے ہیں، اس میں اچھے، نیم اچھے، بُرے مسلمان کی بالکل کوئی تخصیص نہیں، بلکہ تجزیہ تو اسی کا شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ناموس رسالت پر اپنی جان عزیز کو قربان کر دیا، ظاہری طور پر نہ تو وہ علم و فضل میں نمایاں تھے اور نہ زہد و تقویٰ میں ممتاز تھے۔ ایک عام مسلمان کا شعور اور لاشعور جس شدت اور دیوانگی کے ساتھ شانِ رسالت کے حق میں مضطرب ہوتا ہے، اس کی بنیاد عقیدہ سے زیادہ عقیدت پر مبنی ہے، خواص میں یہ عقیدت ایک جذبہ اور عوام میں ایک جنون کی صورت میں نمودار ہوتی ہے۔''

ایک عام مسلمان کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت ومحبت کا یہ عالم ہے کہ وہ ناموس رسالت پر کٹ مرنے کو اپنے لیے سرمایۂ فخر سمجھتا ہے اور مولانا محمد علی جوہر کی ایمانی غیرت وحمیت کے یہ الفاظ تقریباً ہر مسلمان کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں: ''جہاں تک خود میرا تعلق ہے، مجھے نہ قانون کی ضرورت ہے نہ عدالتوں کی حاجت، اگر کوئی ہندوستانی اس قدر شقی القلب ہے کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے، ان میں سب سے اشرف نبی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اور باعثِ تکوین دو عالم کا جو تقدس میرے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اس کا اتنا پاس بھی نہیں کرتا کہ اس برگزیدہ ہستی کی توہین کر کے میرے قلب کو چور چور کرنے سے احتراز کرے...... تو مجھ سے جہاں تک صبر ہو سکے گا، صبر کروں گا، جب صبر کا جام لبریز ہو جائے گا تو اٹھوں گا اور یا تو اس گندہ دل، گندہ دماغ، گندہ دہن کافر کی جان لے لوں گا یا اپنی جان اس کی کوشش میں کھو دوں گا۔'' (مولانا محمد علی جوہر، آپ بیتی اور فکری مقالات، صفحہ 232)

جب کہیں مسلمان خود اقلیت میں ہو گئے یا مسلمانوں کی عدالتیں غیروں کے دباؤ میں آ گئیں اور وہاں توہین رسالت کے مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے انصاف کے راستوں میں رکاوٹیں پیش آنے لگیں، تب سے عام مسلمانوں نے کسی قانون اور عدالت کی پروا نہیں کی، غازی علم دین شہید سے لے کر عامر چیمہ شہید تک ناموس رسالت پر کٹ مرنے والے سعادت مندوں نے خود کو فنا کر کے دوام حاصل کیا۔

جہاں تک آزادی یا آزادئ اظہار رائے کا تعلق ہے تو دنیا کے کسی بھی دستور میں ''آزادی مطلق'' کا حق نہیں دیا گیا، یہاں سیکولر ہونے کے دعوے دار اور چند معروف دستوروں کے حوالے دیئے جاتے ہیں۔ سب سے پہلے فرانس کو لے لیں جہاں کے اخبارات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اہانت آمیز خاکے شائع کیے ہیں اور اسے ''آزادی اظہار رائے'' کا اپنا حق قرار دیا ہے، اس کے آرٹیکل نمبر ا میں کہا گیا ہے: ''انسان آزاد پیدا ہوا ہے اور آزاد رہے گا اور سب کو مساوی حقوق حاصل ہوں گے، لیکن سماجی حیثیت کا تعلق مفاد عامہ کے پیش نظر کیا جائے گا۔''

جرمنی کے آئین کے آرٹیکل نمبر 5 میں کہا گیا ہے: ''ہر شخص کو تحریر، تقریر اور اظہار خیال کی آزادی کا حق حاصل ہے۔''، لیکن اس کے ذیلی آرٹیکل نمبر 2 میں واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ حقوق شخصی عزت وتکریم کے دائروں میں رہتے ہوئے استعمال کیے جا سکیں گے۔ امریکی دستور میں بھی مطلق آزادی کا کوئی تصور نہیں، امریکن سپریم کورٹ کے فیصلے کے مطابق دستور میں ایسی تحریر اور تقریر کی اجازت نہیں جو عوام میں اشتعال انگیز یا امن عامہ میں خلل اندازی کا سبب بنے یا اس سے اخلاقی

بگاڑ پیدا ہو، ریاست کو ایسی آزادی سلب کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ اسی طرح آزادیٔ مذہب کے نام پر توہین مسیح کے ارتکاب کو ممنوع قرار دیا گیا ہے (امریکن سپریم کورٹ کے اس فیصلے کی تفصیل محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی کتاب ''ناموس رسالت اور توہین رسالت'' کے باب پنجم میں لکھی ہے)

یہی حال برطانیہ کا ہے، وہاں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا برطانیہ کی ملکہ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کی اجازت نہیں۔ وہاں ہائیڈ پارک میں ''اسپیکر کارنر'' کے نام سے ایک گوشہ مختص ہے، جہاں مخصوص اوقات میں ہر شخص کو جو جی میں آئے کہنے یا بکنے کی چھوٹ دی گئی ہے، لیکن یہاں بھی کسی کو یہ اجازت نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرے یا ملکہ کی شان میں گستاخی کرے۔ جب خود ان قوموں کے دساتیر میں ''آزادیٔ اظہار رائے'' کو مشروط کیا گیا کہ اس کی اسی وقت اجازت ہے، جب وہ کسی کے حق اور جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ نہ بنے، ایسے میں قانونی حوالے سے اس کا جواز کیونکر ہو سکتا ہے کہ کائنات کی سب سے بزرگ ہستی کی توہین کی جائے، جو دنیا کے مختلف خطوں میں رہنے والے اربوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کا ذریعہ بنتی ہے!!

حقیقت یہ ہے کہ ناموس رسالت پر حملوں کے اس طرح کے افسوسناک واقعات عیسائی دنیا کی اس پرانی اسلام دشمنی کا نتیجہ ہیں جو صدیوں سے قائم ہے اور قرب قیامت تک قائم رہے گی۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ اس کے متعصبانہ خمیر میں شامل ہے اور اس کے لیے انہوں نے بڑے بڑے ادارے قائم کیے، جن کے تحت ہزاروں افراد کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ صدیوں سے اسلام کے قلعے پر علمی، عملی اور سائنسی محاذوں سے حملہ آور ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ اس قلعے میں شگاف پڑے، انہیں معلوم ہے کہ دین اسلام ہی ان کی ظاہری چمک دمک والی لیکن اندر سے کھوکھلی اور فرسودہ تہذیب کو کارزار حیات میں شکست و ریخت سے دوچار کر کے مٹا سکتا ہے کہ وہی ایک زندہ جاوید اور قیامت تک رہنے والا دین برحق ہے۔ **یریدون لیطفوا نور اللہ، واللہ تم نورہ ولو کرہ الکفرون۔**

پاکستان اسلام کے نام پر بننے والا ملک ہے، جس کی پہچان اور دنیا کے نقشے پر جس کے وجود میں آنے کا جواز اسلام اور اس کی تعلیمات کا عملی نفاذ تھا، برصغیر میں ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے بڑی ایمان افروز تحریکیں چلی ہیں اور خواجہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر جانیں قربان کرنے کی لہو رنگ تاریخ مرتب ہوئی ہے، عام مسلمانوں نے جب بھی دیکھا کہ توہین رسالت کے مجرم کو قانون گنجائش فراہم کر رہا ہے اور انصاف پر قانون کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی ہے تب مسلمانوں نے انصاف

خود اپنے ہاتھوں میں لیا۔ انہوں نے پھر کسی قانون، کسی کالے ضابطے کی پرواہ نہیں کی۔ انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں راجپال نامی بدبخت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر مشتمل ایک کتاب ''رنگیلا رسول'' کے نام سے لکھی تھی۔ انگریزی کا قانون نافذ تھا، مسلمان بجا طور پر مشتعل تھے، دفعہ 144 نافذ کر دی گئی تھی اور کسی قسم کے جلسے اور اجتماع کی اجازت نہیں تھی، اس موقع پر خطیب الہند حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو تقریر کی اس سے مسلمانوں کے جذبات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، انہوں نے فرمایا: ''جب تک ایک مسلمان بھی زندہ ہے، ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے چین سے نہیں رہ سکتے، پولیس جھوٹی، حکومت کوڑھی اور ڈپٹی کمشنر نا اہل ہے اور ہندو اخبارات کی ہرزہ سرائی تو روک نہیں سکتا لیکن علمائے کرام کی تقریریں روکنا چاہتا ہے، وقت آ گیا ہے کہ دفعہ 144 کے یہیں پرخچے اڑا دیے جائیں۔ میں دفعہ 144 کو اپنے جوتے کی نوک تلے مسل کر بتا دوں گا۔

پڑا فلک کو دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے راکھ نہ کردوں تو داغ نام نہیں''

راجپال کو غازی علم دین نے حملہ کر کے ٹھکانے لگایا اور یوں جس انصاف کو فراہم کرنے میں عدالت پس و پیش سے کام لیتی رہی، ایک عام مسلمان نے بڑھ کر قانون اپنے ہاتھ میں لیا اور مجرم کو کیفر کردار تک پہنچایا۔

انگریز دور حکومت میں مجموعہ تعزیرات ہند نافذ تھا، جس کے دفعہ 295 میں مذہبی محترم شخصیات اور مقدس مقامات کی بے حرمتی اور توہین کی سزا زیادہ سے زیادہ دو سال قید اور جرمانہ تھی، پاکستان بننے کے بعد اس مجموعے کو ضابطہ تعزیرات پاکستان کے طور پر تسلیم کر لیا گیا لیکن اس میں جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے جرم اور اس کی سزا شامل نہیں تھی۔ 1986ء میں تعزیرات پاکستان میں ایک نئی دفعہ ''295-C'' کا اضافہ کیا گیا، جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے مجرم کے لیے عمر قید یا موت کی سزا مقرر کی گئی، 30 اکتوبر 1990ء کو وفاقی شرعی عدالت نے ''عمر قید'' کی سزا کو غیر شرعی قرار دے کر منسوخ کر دیا اور صرف موت کی سزا کو برقرار رکھا، جس کے الفاظ یہ ہیں: ''جو شخص بذریعہ الفاظ زبانی، تحریری یا علانیہ اشارتاً کنایتاً بہتان تراشی کرے، یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کی بے حرمتی کرے، اسے سزائے موت دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔''

مغرب اور حقوق انسانی کی نام نہاد تنظیموں نے اس قانون کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا

اور مختلف حکومتوں پر اس میں ترمیم اور تخفیف کرنے کے لیے دباؤ ڈالا جاتا رہا، بعض حکمران اس میں ترمیم کے لیے آمادہ بھی ہوئے لیکن عوامی طاقت کے خوف سے وہ اس میں تبدیلی نہیں کر سکے۔ اس سلسلے میں مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ علماء اور مخلص کارکنوں کا کردار قابل رشک رہا۔ انہوں نے جہاں کہیں اس طرح کی سازش کی بو محسوس کی، عوام میں بیداری کے لیے 'ہوشیار باش' کی صدا لگائی اور لوگوں کو بروقت جگانے کا فریضہ انجام دیتے رہے اور ایک مومن کے لیے اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے کہ اس کے وقت، اس کے مال، اس کی فکر اور اس کی مساعی کا محور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ ہو، مبارک ہیں ایسے لوگ! اور قابل رشک ہیں ان کی زندگی کے لمحات!

جہاں تک مغرب اور کفریہ طاقتوں سے دلائل کی روشنی میں مکالمے کا تعلق ہے، یہ بات اپنی جگہ بے غبار ہے کہ ان کا رویہ عناد اور دشمنی پر مبنی ہے اور ایک عناد اور کینہ رکھنے والا دشمن دلائل سے کبھی متاثر نہیں ہوتا، اس کے پاس اگر طاقت ہوتی ہے تو دلائل کا ٹکسال بھی اس کا اپنا ہوتا ہے اور خیر و شر کے پیمانے بھی وہ خود بناتا اور بگاڑتا ہے...... ہاں اہل اسلام کا یہ فریضہ ضرور ہے کہ وہ انسانیت کی ابدی صداقتوں کی روشنی میں حق اور حقیقت کو اجاگر کریں، خیر و شر اور نیکی اور بدی کے صحیح پیمانوں کا تعارف کرائیں اور داعیانہ اسلوب میں واضح کریں کہ کائنات کی مقدس ترین ہستی کی شان میں گستاخی صرف مسلمانوں کے جذبات مجروح ہونے کا سبب نہیں، بلکہ یہ اہانت آمیز رویہ اختیار کرنے والی ان قوموں کے لیے دنیا اور آخرت کی بربادی اور تباہی کا ذریعہ بھی ہے، قرآن کریم نے اپنے بلیغ اسلوب بیان میں جگہ جگہ اس کا ذکر کیا ہے، ارشاد ہے: ولقد استھزی برسل من قبلک فحاق بالذین سخروا منھم ماکانوا بہ یستھزء ون (الانعام: 10) ''اور بلاشبہ آپ سے پہلے رسولوں سے بھی ہنسی کرتے رہے، پھر گھیر لیا ان ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے جس پر ہنسا کرتے تھے۔''

یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ استہزاء کرتے تو انبیاء ان کو عذاب سے ڈراتے لیکن وہ اس عذاب کا بھی تمسخر اڑاتے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی عذاب میں مبتلا کیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ اس آیت مبارکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو طرح سے تسلی دی گئی ہے، ایک تو انبیاء سابقین کے ساتھ بھی کفار کے استہزاء کا ذکر کیا گیا اور بتایا گیا کہ یہ کوئی نئی بات نہیں، بلکہ آپ سے پہلے بھی انبیاء کو ان حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے، لہٰذا آپ کفار کی تمسخر آمیز فرمائشوں سے دل گیر نہ ہوں، برابر اپنے دعوتی پروگرام کو آگے بڑھاتے رہیے اور آیت کے دوسرے حصے میں بتایا کہ

ایسے بدبخت اور موذی لوگوں سے متعلق سنت اللہ بھی یہ رہی ہے کہ ان کو کچھ مہلت دینے کے بعد بالآخر دنیا ہی میں عذاب الٰہی سے دوچار ہونا پڑا ہے اور اپنے انجام بد کو وہ پہنچے ہیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار میں سے جو لوگ آپ کا زیادہ مذاق اڑایا کرتے تھے ان میں ولید بن مغیرہ، عاصم بن وائل، اسود بن عبدالمطلب، اسود بن عبدالیغوث اور حارث بن قیس پیش پیش تھے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں تشریف فرما تھے کہ جبریل امین تشریف لائے اور ان پانچوں میں سے ہر ایک کے مختلف اعضاء کی طرف اشارہ کیا جو ان کی ہلاکت کا سبب بنا۔ ایک دوسری آیت کریمہ میں ارشاد ہے: ولقد استهزى برسل من قبلك فأمليت للذين كفروا ثم أخذتهم فكيف كان عقاب۔ (الرعد: 32) ''اور بہت سے پیغمبر آپ سے پہلے گزر چکے ہیں، بلاشبہ ان کا مذاق اڑایا گیا، میں نے ان کو مہلت دی، پھر ان کو پکڑ لیا، سو ان کا عذاب کس قدر دردناک تھا!'' اس لیے فخر موجودات حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے انسانیت کے مجرموں پر اس حقیقت کو بار بار واضح کرنے کی ضرورت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی دنیوی اور اخروی تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے، اللہ کے ہاں دیر ہے، اندھیر نہیں، اس کی پکڑ آئے گی اور ضرور آئے گی، پس اقوام و مال کی تباہی کی تاریخ سے ہے کوئی عبرت حاصل کرنے والا!!

روزنامہ اسلام

مورخہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۳۱ء تا ۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

مطابق 2 دسمبر 2010ء تا 4 دسمبر 2010ء

ناموس رسالت کی حفاظت کیجئے

حضرت شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

تفسیر سورۃ الھمزۃ......

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا،من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادى لـه، واشهد ان لا الـه الا الله وحده لا شريک له، واشهد ان سيدنا ونبينا ومولانا محمدا عبده ورسوله، صلى الله تعالىٰ عليه وعلىٰ اله واصحابه وبارک وسلم تسليما كثيرا. اما بعد فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم. بسم الله الرحمن الرحيم. ويل لكل همزة لمزة○ الذى جمع مالا وعدده○يحسب ان ماله اخلده○ كلا لينبذن فى الحطمة○وماادراک ماالحطمة○نار الله الموقدة○التى تطلع على الافئدة ○انها عليهم مؤصدة○فى عمد ممدده○امنت بالله صدق الله مولانا العظيم. وصدق رسوله النبى الكريم. ونحن على ذلک من الشهدين والشكرين. والحمد لله رب العلمين.

ہمزہ کے معنی...... یہ سورۂ ہمزہ ہے جس کی میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی، اس کی تشریح کا بیان پچھلے جمعہ کو شروع کیا تھا، یاددہانی کے لئے اس سورت کا ترجمہ ایک مرتبہ پھر پیش کرتا ہوں، باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ویل لکل ھمزۃ لمزۃ بڑی خرابی اور تباہی ہے اس شخص کے لئے جو پیٹھ پیچھے لوگوں کی برائی کرنے والا ہو، اور منہ پر لوگوں کو طعنے دینے والا ہو، ھمز ۃ کے معنی وہ شخص جو غیبت کرنے کا عادی ہو، یعنی لوگوں کے پیٹھ پیچھے ان کی برائیاں بیان کرتا ہو، مزے لینے کے لئے اور مجلس آرائی کی خاطر اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے دوسروں کی برائی بیان کرنے والا ہو۔

لمز ۃ کے معنی......اور لمز ۃ کے معنی وہ شخص جو لوگوں کے منہ پر ان کو طعنے دینے والا ہو، دیکھیں ایک یہ کہ کسی شخص کو خیر خواہی کے تحت اس کی کوئی غلطی اس کو بتا دینا، تا کہ وہ اپنی اصلاح کر لے، یہ تو خیر

خواہی کی بات ہے، لیکن منہ پر طعنے دینا، اوراس کی وجہ سے لوگوں کا دل دکھانا، یہ بہت بڑا گناہ ہے اور لمزۃ ایسے ہی شخص کو کہتے ہیں۔ **الذین جمع مالا وعددہ** وہ شخص جس نے مال جمع کر کے رکھا ہے، اوراس کو گنتا رہتا ہے کہ آج میرا مال اتنا ہو گیا، آج اتنا ہو گیا۔ **یحسب ان مالہ اخلدہ** وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو ہمیشہ زندہ رکھے گا، یعنی میرا مال مجھے موت سے نجات دلوادے گا، اور میں ہمیشہ اس مال کی بدولت زندہ رہوں گا۔

ایسے شخص کا انجام..... **کلا لینبذن فی الحطمۃ** باری تعالیٰ فرماتے ہیں: ایسا ہرگز نہیں ہوگا، بلکہ ایسا شخص جو غیبتیں کرتا ہو، لوگوں کو طعنے دیتا ہو، اور مال کو جمع کر کے اس کو گنتا رہتا ہو، اس کے اوپر جو حقوق وفرائض اللہ تعالیٰ نے عائد کئے ہیں، ان کو ادا نہ کرتا ہو، ایسے شخص کو ضرور بالضرور ایسی آگ میں پھینکا جائے گا جو ہڈیاں توڑ دیگی۔ پھر فرمایا۔ **وما ادرک ماالحطمۃ** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے فرمایا کہ آپ کو کیا پتہ کہ وہ توڑ پھوڑ کرنے والی آگ کیسی ہے۔ **نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ** وہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے، جو انسانوں کے دلوں تک جا پہنچے گی۔ یہ اس سورت کا ترجمہ ہے۔

سورۃ کا موقع نزول..... یہ سورت اس موقع پر نازل ہوئی تھی جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا تو بہت سے لوگ آپ کے دشمن ہو گئے، اور دشمنی میں حد سے تجاوز کرنے لگے، اسی دشمنی کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ وہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پیچھے برائیاں بھی کرتے تھے، اور آپ کو برا بھلا بھی کہتے تھے، اور اگر کبھی سامنے آجاتے تو سامنے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنے دیا کرتے تھے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے مذمم نام پکارنا..... طعنے بھی اس طرح دیتے تھے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان کافروں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طرح طرح کے نام رکھے ہوئے تھے۔ العیاذ باللہ..... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی تو محمد تھا، اور ماں باپ کا رکھا ہوا تھا، اور محمد کے معنی ہیں تعریف کیا ہوا شخص، یعنی ایسا شخص جس کی سب تعریف کریں، اور درحقیقت یہ نام اللہ تعالیٰ کی طرف سے رکھا گیا تھا، ایسا نام ہے کہ نام کے اندر ہی تعریف داخل ہے، یعنی وہ ذات جس کی سب تعریف کریں، وہ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لیکن کفار قریش اپنی جلن کے مارے، حسد کے مارے آپ کو محمد کے بجائے مذمم کہتے تھے، مذمم کے معنی محمد کے بالکل الٹ ہے یعنی وہ ذات جس کی مذمت اور برائی کی جائے، اس کو مذمم کہتے ہیں، کفار قریش کا طوطی بولتا تھا، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا تھوڑے تھے، اس کے علاوہ وہ کفار قریش بری بری بددعائیں دیتے تھے، برے برے

کلمات آپ کے لئے استعمال کرتے تھے، بعض اوقات لعنت کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

اللہ نے مجھے بچالیا...... ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی بددعاؤں اور لعنتوں سے کس طرح بچایا ہے کہ جب لعنت کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ مذمم پر لعنت ہو، اور میں محمد ہوں، لہٰذا یہ لوگ مذمم کی لعنت کرتے ہیں، میں تو مذمم نہیں ہوں، ماں باپ کی طرف سے بھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی میرا نام محمد ہے، لہٰذا ان کی لعنت مجھ پر نہیں پڑتی، اللہ تعالیٰ نے مجھے اس طرح ان کی لعنت سے بچایا ہوا ہے، غرض یہ کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کا ہر طریقہ اختیار کیا ہوا تھا، ان میں ایک یہ بھی تھا کہ پیٹھ پیچھے بھی آپ کی برائیاں بیان کرتے اور سامنے آکر بھی طعنے دیا کرتے تھے، جس پر یہ سورت ہمزہ نازل ہوئی۔

عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے...... بہرحال یہ سلسلہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بھی ایسے بدباطن، ایسے پست ذہنیت رکھنے والے موجود تھے، جن کے پاس دلیل سے اپنا مدعیٰ ثابت کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہوتا تھا، جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور آپ کی رسالت پر، آپ کی سچائی پر، آپ کی امانت اور دیانت پر ساری دنیا گواہ ہے، اور ان بدباطن پست ذہنیت رکھنے والے دشمنان اسلام کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رد کرنے کے لئے کوئی راستہ نہیں تھا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ اللہ ایک ہے، اور یہ پتھر کے بت جو تم نے اپنے ہاتھوں سے بنائے ہوئے ہیں، تمہارے پیدا کئے ہوئے ہیں، ان کو تم نے اپنا خالق اور اپنا معبود مان لیا؟ یہ ایسی بات تھی کہ اس کا کوئی جواب ان کے پاس نہیں تھا، ان کا عقیدہ یہ تھا کہ فلاں بت ہمیں رزق دیتا ہے، فلاں بت ہمیں اولاد دیتا ہے، فلاں بت فلاں مقصد کے لئے ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے کہ کس نے آکر تمہیں بتادیا کہ یہ فلاں بت تمہیں رزق دے رہا ہے؟ حالانکہ یہ رزق دینے والا بت خود تم نے اپنے ہاتھوں سے بنا کر یہاں رکھا ہے، یہ تمہیں رزق کیسے دے گا؟ یہ تمہیں اولاد کیسے دے گا؟ وہ ذات جس نے زمین پیدا کی، جس نے آسمان پیدا کیا، جس نے دریا پیدا کئے، جس نے بادل اٹھائے، وہی ذات خالق و مالک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، ان باتوں کا کوئی معقول جواب دلیل کے ساتھ ان کے پاس نہیں تھا۔

کھسیانی بلی کھمبا نوچے...... جب آدمی دلیل کے میدان میں شکست کھا جاتا ہے لیکن ہٹ دھرم ہوتا ہے، اس وقت وہ ہٹ دھرمی پر اتر آتا ہے، جیسے ہمارے یہاں مثال مشہور ہے کہ ''کھسیانی بلی کھمبا نوچے'' جب اس کو کہنے کے لئے کوئی بات نہیں ملتی تو وہ گالی گلوچ پر اتر آتا ہے، وہ سب وشتم

کرنے لگتا ہے، وہ طعنے دینے لگتا ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور بعد کے زمانے میں قوت اور شوکت عطا فرمائی، تو جو لوگ اسلام کے آگے ہر طرح سے مغلوب ہوگئے تھے، دلیل سے بھی مغلوب، اور قوت سے بھی مغلوب، تو اس وقت وہ لوگ اوچھی حرکتوں پر اور اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آتے تھے، اور برا بھلا کہنا شروع کردیتے تھے۔

جدید تہذیب کے علمبرداروں کا حال...... آج بھی جدید تہذیب اور جدید ثقافت کے دعویدار جنہوں نے اپنی تہذیب اور تمدن کا ڈھنڈورا پیٹا ہوا ہے، جنہوں نے یہ ڈھنڈورا پیٹا ہوا ہے کہ ہم انسانوں کے حقوق کے علمبردار ہیں، ان میں اور ان بد باطن کافروں میں آج ذرہ برابر فرق نہیں رہا، آج ان کے پاس بھی اسلام کے خلاف کوئی دلیل نہیں، دلیل کے میدان میں یہ شکست کھا چکے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلام کی حقانیت ساری دنیا میں اپنا لوہا منوا رہی ہے، ان دشمنان اسلام کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ کار نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر کے چاند پر تھوکنے کی کوشش کریں، یہی وطیرہ آج انہوں نے اپنایا ہوا ہے۔

پست ذہنیت والوں کے اوچھے ہتھکنڈے...... یہ درحقیقت ان کی پستی کی، ان کی شکست کی، ان کی مغلوبیت کی دلیل ہے کہ ان کے پاس دلیل کے میدان میں پیش کرنے کے لئے کچھ نہیں ہے، اس وجہ سے اپنا غصہ، اپنی حسد، اور اپنی جلن کا مظاہرہ ان اوچھے ہتھکنڈوں کے ذریعہ کررہے ہیں کہ کبھی معاذ اللہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کردیں، کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معاذ اللہ کارٹون بنانا شروع کردیے، اور اب سارے اسلام دشمنوں کو دعوت دے کر عالمی سطح پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹونوں کا مقابلہ کرایا جارہا ہے۔

دلیل کے میدان میں شکست خوردگی...... یہ ساری باتیں درحقیقت دلیل کے میدان میں شکست خوردگی کی علامت ہیں، جس کے پاس دلیل ہوتی ہے، وہ کبھی گالی نہیں دیتا، وہ کبھی دوسروں کو سمجھاتا ہے، دلیل کے ذریعہ دوسروں کی بات کی تردید کرتا ہے، لیکن جس کے پاس دلیل نہیں ہوتی، وہ ان اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آتا ہے کہ کبھی اس کو برا بھلا کہہ دیا، کبھی اس کی تصویر شائع کردی، کبھی اس کے کارٹون نکال دیے، یہ تو خود ان کی طرف سے اس بات کا اعتراف ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل کا کوئی جواب نہیں رکھتے، سوائے اس کے کہ اپنے غصے کی آگ کو ان اوچھے ہتھکنڈوں سے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کریں، چنانچہ یہ کررہے ہیں، حقیقت میں یہ شکست خوردگی کا اعتراف ہے۔

مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج...... دوسری طرف مسلمانوں کی غیرت کو چیلنج بھی ہے کہ جو لوگ محمد

عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں، اور جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویدار ہیں، وہ ان اوچھے ہتھکنڈوں کے جواب میں کیا کرتے ہیں، یہ ایک چیلنج ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پوری امت مسلمہ کو غیرت ایمانی کے ساتھ اس چیلنج قبول کو قبول کرنا چاہیے کہ پوری امت مسلمہ اس بات کا مظاہرہ کرے کہ وہ اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کس درجہ کی ہو؟...... حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ: **"لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من نفسہ ووالدہ وولدہ والناس اجمعین"** "کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب میں اس کو اپنی جان سے، اپنے والدین سے، اپنی اولاد سے، اور ساری دنیا کے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔"

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ ارشاد سن کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! الحمدللہ! آپ مجھے والدین سے بھی زیادہ محبوب ہیں آپ مجھے اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں، ساری دنیا کے انسانوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں، لیکن مجھے شک ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ مجھے اپنی جان زیادہ پیاری لگتی ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سینہ پر ہاتھ رکھا، اور فرمایا کہ جب تک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہیں سمجھ لوگے اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے، اس کے فوراً بعد ایک دم سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں انقلاب آگیا، اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب مجھے یقین ہے کہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی ایک مثال...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اپنے قول وفعل سے اپنے عمل سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعشق کی وہ مثالیں پیش کی ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم، کوئی ملت اپنے مقتداء، اپنے پیغمبر اور اپنے رہنما کی محبت کی ایسی مثال پیش نہیں کی، حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں، بچپن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک رکھ دیا تھا، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی توفیق عطا فرمادی، تو جس جگہ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھا تھا، انہوں نے ساری زندگی اس جگہ سے بال نہیں کٹوائے کہ یہ وہ بال ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ چھوا ہے۔ صحابہ کرام کے عشق ومحبت کا یہ حال تھا۔

آج مسلمانوں کی آزمائش ہے...... میرے بھائیو! آج ایک چھوٹی سی آزمائش ہے کہ تم ربیع

الاول کے مہینے میں عید میلاد النبی بھی مناتے ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعویٰ بھی کرتے ہو آج تمہارا یہ چھوٹا سا امتحان ہے کہ جو لوگ دریدہ دھنی کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں ان کے بارے میں تمہارا رویہ کیا ہے؟ کیا پھر بھی تم ان کے ساتھ دوستی کا تعلق رکھو گے؟ کیا پھر بھی تم ان کو معاشی فوائد پہنچانے کی کوشش کرو گے؟

فیس بک کا بائیکاٹ کریں...... آج معلوم ہوا کہ ''فیس بک'' جس کے اوپر یہ ناپاک مقابلہ کرایا جا رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کو بند کر دیا گیا لیکن پتہ نہیں یہ بندش کب تک باقی رہتی ہے لیکن اگر کسی شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واقعی تعلق اور محبت ہے تو اگر فرض کرو یہ بندش دوبارہ کھل بھی جائے تو اس کی غیرت ایمانی کو یہ بات گوارہ نہیں ہونی چاہیے کہ وہ آئندہ اس ناپاک سائٹ کو استعمال کرے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی گئی ہے، اس سائٹ کے بارے میں سنا ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اس کے ذریعے ایک دوسرے کے ساتھ دوستیاں گانٹھ رہے ہیں اور دین و مذہب کی تعلیمات کو اس کے ذریعہ پامال کیا جا رہا ہے وہ سائٹ تو ویسے ہی بند کرنے کے لائق ہے اور اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی خاطر آدمی اس کو چھوڑ دے تو یہ یقین رکھو کہ یہ لوگ پیسوں کے بھوکے ہیں ان کی جان پیسہ ہے۔

پیسوں کی مار مارو...... جیسا کہ قرآن کریم نے اس سورۂ ہمزہ میں فرمایا کہ یہ طعنہ دینے والے، یہ غیبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو مال جمع کر کے گن گن کر رکھتے ہیں، ان لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ ان کا سب سے بڑا محبوب، ان کا سب سے بڑا خدا پیسہ ہے اور اگر ان کو ایک مرتبہ پیسے کی مار پڑ جائے تو ان کے دماغ درست ہو جائیں، یہ معلوم ہوا کہ اس فیس بک کی سائٹ کو کوئی شخص ایک مرتبہ کھولے تو ان کو ڈھائی ڈالر کا فائدہ پہنچتا ہے۔

ان کا فائدہ نہ ہونے دو...... میرے بھائیو! جو لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کر رہے ہیں کیا آپ ان کے سائٹ پر جا کر ان کو ڈھائی ڈالر کا انعام دو گے؟ کیا ان کو اس کا فائدہ پہنچاؤ گے؟ آج ایک ارب سے زیادہ مسلمان دنیا میں آباد ہیں، اگر تمام دنیا کے مسلمان اس بات کا تہیہ کر لیں کہ ان سائٹوں کا بائیکاٹ کیا جائے گا تو چند دنوں کے اندر ان کو تارے نظر آجائیں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گستاخی کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بلند...... دیکھئے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہماری تعریف اور ہماری تقدیس سے بے نیاز ہیں ان کے بارے میں خود اللہ جل شانہ نے یہ فرمادیا

کہ ''ورفعنا لک ذکرک'' کہ ہم نے تمہارے تذکرے کو بلند مقام عطا فرمایا ہے۔ دیکھ لو۔ ایسا بلند مقام کے چوبیس گھنٹے میں کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ دنیا میں کہیں نہ کہیں ''اشھدان محمد ارسول اللہ'' کی صدا بلند نہ ہوتی ہو، ہر وقت اور ہر لمحہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی بلند بانگ سے دی جا رہی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے ذکر کو اتنا بلند فرمایا یہ لوگ ہزار بد زبانیاں کیا کریں لیکن کائنات کی ساری قوتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور تقدیس کے گیت گاتی ہیں اور آپ پر درود بھیجتی ہیں۔ **ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی** اللہ جل شانہ ان پر رحمت بھیجتے ہیں فرشتے ان پر درود بھیجتے ہیں، ان کو نہ ہمارے تمہارے درود کی حاجت ہے ان کو نہ ہماری اور تمہاری تعریف کی حاجت ہے اور نہ بد باطن لوگوں کی طرف سے کسی تعریف کی حاجت ہے۔ وہ ذات تو اس سے بلند و برتر و بالا ہے ان تمام تعریفات سے بلند ہے۔

پیدائش کے وقت سے تعریف...... اُن کو تو پیدائش کے وقت سے اللہ تعالیٰ نے ''محمد'' قرار دیا، یعنی جس کی تعریف کی گئی ہے جس کی تعریف زمین و آسمان میں ہے جس کی تعریف فرشتوں میں ہے جس کی تعریف کائنات میں ہے اس ذات کو آپ کی اور ہماری تعریف کی حاجت نہیں۔ لیکن یہ ایک مسلمان کی خوش بختی ہوگی کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کی تعریف کو اور آپ کی عظمت اور تقدیس کو آپ کی حرمت کو برقرار رکھنے کے لئے وہ ایسا اقدام کرے جس سے ان بد باطنوں کو نقصان پہنچے۔

غیرت ایمانی ہے تو یہ مشغلہ چھوڑ دو...... کم سے کم اتنا تو ہو کہ ان کو پیسے کی چوٹ لگے ایک مرتبہ ان کو پتہ چلے الحمد للہ مسلمانوں کی غیرت ابھی سوئی نہیں ہے، خاص طور پر میں اپنے نوجوانوں سے یہ گزارش کروں گا کہ آج کل انٹرنیٹ کے استعمال کا جو سیلاب ہر طرف جاری ہے جو لوگوں کی دلچسپی کا ایک مشغلہ ہے جو لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے لیکن کیا تم اس ذرا سی قربانی کو گوارہ نہیں کر سکتے کہ اپنی دلچسپی کا ایک مشغلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی خاطر چھوڑ دو؟ تم سے جان دینے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا ہے تم سے مال لینے کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا ہے تم سے صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ اپنی دلچسپی کا ایک مشغلہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر قربان کر دو۔ اتنا بھی کر لو گے تو ان شاء اللہ کم از کم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں میں تمہارا نام لکھا جائے گا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تم سرخ رو ہو کر یہ کہہ سکو گے کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کرنے والوں کا بائیکاٹ کیا تھا۔ اگر یہ تحریک چلائی جائے تو آپ دیکھئے گا کہ ان شاء اللہ اس کے اثرات کیا ہوں گے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے آمین

آخرت میں یہ لوگ برباد ہوں گے......اس سورہ ہمزہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ ”ویل لکل ھمزہ “ان کے لئے بربادی ہے۔آج یہ لوگ خوب خوش ہو جائیں کہ ہم نے اپنا منصوبہ پورا کرلیا اور اس پر ناز کریں لیکن ان کا انجام بربادی ہے، وہ بربادی یہ ہے کہ” لینبزن فی الحطمة “ان کو اس آگ میں پھینک دیا جائے گا جو ہڈیوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دے گی” وما ادراک ماالحطمةOنارالله الموقدة “یہ اللہ تعالیٰ کی سلگائی ہوئی آگ ہے، جس میں یہ داخل ہوں گے جو آگ ان کے دلوں تک پہنچ جائے گی، یہ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے میری طرف سے نہیں ہے کسی بندے اور کسی انسان کی طرف سے نہیں ہے، یہ تو ہو کر رہے گا، جن بدبختوں نے یہ کارروائی کی ہے ان بدبختوں کو بالآخر اپنے اس انجام کا سامنا کرنا ہی پڑے گا وہ اس دنیا میں چاہے کامیابی کے جھنڈے گاڑیں یا اس پر خوشیاں منائیں لیکن آخرت میں یہ ہو کر رہے گا لیکن دنیا کے اندر بھی ہمارا کچھ فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور اپنی رحمت سے ہمیں اس فریضہ کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين

(رسالہ: ناموس رسالت کی حفاظت کیجئے)

صدر مملکت کی خدمت میں کھلا خط

حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

14 جون 2009ء میں چک نمبر 4 اٹانوالی ضلع ننکانہ میں ایک دل دوز سانحہ ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس گاؤں کے ایک زمیندار کے فالسہ کا باغ ہے۔ علاقے کی عورتیں فالسہ کے باغ سے پھل توڑتی ہیں اور اپنی مزدوری لیتی ہیں۔ ان عورتوں میں آسیہ نام کی ایک مسیحی خاتون بھی تھی، جو اس گاؤں کے ایک سابق فوجی عاشق مسیح کی اہلیہ ہے۔ عاشق مسیح کے گھر میں پہلے سے آسیہ کی بڑی بہن بھی موجود ہے۔ عاشق نے پہلے بڑی بہن سے شادی کی۔ اس سے جوان اولاد ہے، ان میں سے بعض کی شادی بھی ہو چکی ہے۔ یہ اب بھی زندہ ہے اور عاشق مسیح کے عقد میں ہے، اس دوران میں انہوں نے اپنی اہلیہ کی چھوٹی بہن آسیہ سے شادی بھی رچائی اب دونوں بہنیں ایک شخص کے عقد میں ایک ساتھ رہ رہی ہیں۔

فالسہ کا پھل توڑنے والی عورتوں میں مسلمان عورتیں عافیہ اور عاصمہ سگی بہنیں بھی شریک تھیں۔ آسیہ مسیحی عورت نے عافیہ وعاصمہ کے گلاس سے پانی پیا، ان دونوں بہنوں نے اس گلاس سے پانی پینے کی بجائے پیالی میں پانی پیا اس کا آسیہ نے برا منایا اور پھر اس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے متعلق دلخراش اہانت آمیز کلمات کہے سیدۂ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی مبارک کے بارے میں بھی سخت اہانت آمیز تحقیرانہ انداز میں واہی تباہی بکی، گاؤں کی دونوں مسلمان عورتیں عافیہ وعاصمہ نے یہ سنا تو رونا شروع کر دیا۔ زمیندار جس کا باغ تھا اس کے بیٹے محمد افضل کو انہوں نے یہ واقعہ سنایا، اس نے خود آسیہ مسیحی عورت سے بھی پوچھا، تو اس ملعونہ نے اعتراف کیا کہ واقعی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو اس نے گالیاں بکی ہیں۔ رفتہ رفتہ بات گاؤں میں پہنچی، گاؤں کے امام

قاری سلیم صاحب نے گاؤں کے لوگوں کی موجودگی میں اس ملعونہ سے پوچھا تو بھی اس ملعونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا برملا اعتراف کیا اور ساتھ معافی چاہی۔ گاؤں کی پنچائت نے قرار دیا کہ یہ ملعونہ خود اعتراف جرم کرتی ہے اور یہ جرم ایسا ہے جس کی کوئی مسلمان معافی نہیں دے سکتا۔ لہٰذا اس ملعونہ ملزمہ کو قانون کے سپرد کیا جائے۔

یہ پنچائت 19 جون 2009ء کو ہوئی، چنانچہ پنچائت کی تحقیقات کے بعد مقدمہ نمبر 326/09 زیر دفعہ 295-C تھانہ صدر ننکانہ میں درج ہوا، اسی روز پولیس نے ملعونہ آسیہ کو گرفتار کرلیا۔ مقدمے کی تفتیش ایس پی انویسٹی گیشن شیخوپورہ سید محمد امین بخاری نے کی۔ انہوں نے مدعی، ملزمہ دونوں پارٹیوں کا موقف سنا، گواہوں کے بیانات قلمبند کیے اور اپنی آزادانہ تحقیقات میں ملعونہ آسیہ کو گناہ گار قرار دے کر چالان مکمل کر کے عدالت کے سپرد کیا۔ جناب محمد نوید اقبال ایڈیشنل جج کی عدالت میں ڈیڑھ سال کیس چلتا رہا، استغاثہ کے گواہان پیش ہوئے، صفائی کے گواہ پیش ہوئے۔ مدعی و ملزمہ کے وکیل پیش ہوئے، سماعت مکمل ہونے کے بعد فاضل جج نے جرم ثابت ہونے پر 8 نومبر 2010ء کو اسے سزا موت اور ایک لاکھ روپیہ جرمانے کی سزا سنائی۔ اس سزا کے خلاف ملعونہ مجرمہ آسیہ کے شوہر نے ہائی کورٹ میں اپیل دائر کردی۔ اس دوران میں کلیسائے روم کے پوپ بینی ڈکٹ نے اخبارات کے ذریعے مطالبہ کیا کہ اس ملعونہ کو رہا کیا جائے، پہلے بھی اٹلی، برطانیہ کے کلیسائے روم میں نصف درجن سے زائد ملعونین مجرمان کو محفوظ رہائش گاہیں اور روزگار فراہم کیا گیا۔ افغانستان کا مرتد عبدالرحمٰن، مصر کی ملعونہ کیلا شاہنا، بحرین کا ملعون یاسر الحبیب، کابل کا صحافی احمد سب کلیسائے روم کے تحت مختلف ممالک جیسے اٹلی وغیرہ میں پناہ گزین ہیں۔

جناب صدر مملکت صاحب! پاکستان پیپلز پارٹی کے گزشتہ عہد اقتدار میں بھی یہ واقعہ تاریخ کا حصہ ہے کہ ایک سزا یافتہ ملزم کو جیل سے راتوں رات رہا کر کے بیرون ملک بھجوادیا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد پورے ملک میں غیر مسلموں کی طرف سے اہانت رسول کے واقعات ہونے لگے۔ ان ملعونوں نے حکومتی اور کلیسائے روم کے طرز عمل سے باور کرلیا کہ باہر کے ملکوں کے ویزا انیشنلٹی کے لیے آسان راستہ یہ ہے کہ پیغمبر علیہ السلام کو گالیاں دو اور ایف آئی آر کو بنیاد بنا کر باہر کا آسانی سے ویزا حاصل کرو۔ کلیسائے روم اور مسیحی این جی اوز سے کوئی پوچھے کہ چودہ سو سال سے پیغمبر علیہ السلام، قرآن مجید کے پیروکار، امت محمدیہ سیدنا مسیح علیہ السلام کی صفائی کے وکیل کا کردار ادا کررہے ہیں۔ یہودیت کے بالمقابل چودہ سو سال سے اور ڈیڑھ سو سال سے قادیانی چیف گروہ

مرزا غلام احمد قادیانی کے بالمقابل کہ یہ دونوں) یہودی وقادیانی) سیدنا مسیح علیہ السلام کو گالیاں دیں، اہانت کریں اور مسلمان ان کے مقابل میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی عزت وآبرو کی پاسبانی کریں، آج اس کو کلیسائے روم اہل اسلام کو یہ بدلہ چکا رہا ہے کہ پیغمبر علیہ السلام، قرآن مجید، امت مسلمہ کا شکریہ ادا کرنے کی بجائے پیغمبر اسلام کو گالیاں دینے والوں کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے اور پیغمبر اسلام کی عزت وناموس کے قانون کو ختم کرنے کی مہم زوروں پر ہے، کوئی پوپ صاحب سے پوچھے: جناب کیا مغربی ممالک میں سیدنا مسیح علیہ السلام کی عزت کا قانون موجود نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے تو وہ صحیح، اور پیغمبر اسلام کی عزت کا قانون غلط؟ آخر یہ دہرا معیار کیوں؟

جناب عزت مآب صدر مملکت! کیا کیا جائے اس کا کہ ادھر کلیسائے روم بولا، ادھر امریکا نے نعرہ لگایا کہ ملعونہ آسیہ کے خاندان کے لیے امریکا ویزا دینے کو تیار ہے۔ جناب! کبھی نہ بھولیے! وہی امریکا جس نے ڈاکٹر عافیہ صدیقی مسلمان خاتون کو نمونہ عبرت بنایا ہوا ہے، وہی امریکا ایک مسیحی ملعونہ گستاخ رسول آسیہ کو پناہ دینے کے لیے تیار ہے، آپ کے نمائندے پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کو یہ توفیق تو نہ ہوئی کہ مسلم بیٹی عافیہ کی خبر گیری کرے لیکن یہ صاحب بہادر 20 نومبر 2010ء کو ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ میں جاتے ہیں، پریس کانفرنس کرتے ہیں، ملعونہ آسیہ کو تھپکی دی جاتی ہے، اس کی وکالت کا فریضہ گورنر پنجاب انجام دیتے ہیں، تیار درخواست پر اس کے دستخط گورنر کراتے ہیں، اس کی درخواست (صدر مملکت) کی خدمت میں خود لے جانے کا اعلان عام ہوتا ہے اور گورنر کا یہ ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے تحقیق کر لی ہے یہ وقوعہ غلط ہے، سلمان تاثیر بیرونی دنیا کے سامنے پاکستان کا کیا نقشہ پیش کرتے ہیں کہ پاکستان کا پنچائتی نمبر دارانہ نظام، پولیس اور عدلیہ سب غلط ہیں؟

صدر مملکت! اگر فیصلہ غلط ہے تو ہائی کورٹ پھر سپریم کورٹ میں نظر ثانی کے تمام مراحل کو یکسر نظر انداز کر کے یہ کیا جا رہا ہے، عدلیہ کو گورنری کے عہدہ کی طرح یوں بے توقیر تو نہ کیا جائے۔ گورنر کا کہنا ہے کہ یہ ضیاء الحق کا قانون ہے۔ بھٹو صاحب کا قانون نہیں، لہٰذا یہ کالا قانون ہے۔

صدر مملکت صاحب! غور فرمائیے یہ کیا فرمایا جا رہا ہے؟ ضیاء الحق کی آڑ میں انبیائے صادقین علیہم السلام بالخصوص پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کے قانون کو کالا قانون کہا جا رہا ہے۔ اس قانون کو تبدیل کرنے کے لیے شہباز بھٹی اعلان کر چکے ہیں۔ این جی اوز، عاصمہ جہانگیر، رانجھا صاحب پتا نہیں کون کون میدان میں اترے کہ قانون کو ختم کیا جائے۔ ان کا جواب ریٹائرڈ جسٹس وجیہہ الدین نے یہ دیا کہ پورے یورپ میں توہین رسالت کے قوانین

موجود ہیں، وہاں کیوں احتجاج نہیں ہوتا؟

صدر مملکت! آپ سے بہتر کون جانتا ہوگا کہ اور کون سے قانون ہیں جو غلط استعمال ہوتے ہیں، پھر ان کو ختم کرانے کے لیے ہلہ گلہ کیوں نہیں ہو رہا؟ مانا کہ بعض بدنصیبوں نے اسے غلط استعمال کیا ہوگا، کیا پولیس کی معاونت کے بغیر کیس غلط درج ہوسکتا ہے؟ نہیں تو پھر پولیس کی سزا کی بات کیوں نہیں ہوتی، قانون کی مخالفت کیوں کی جاتی ہے؟ تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ مدعی و پولیس آنکھیں بند کر کے غلط کیس درج کراتے ہیں تو جناب آپ عدالتوں کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے؟

جناب صدر صاحب! آپ ذرا تصور فرمائیں، خدا کرے کہ آپ کے عہد حکومت میں محترمہ بے نظیر کے قتل ناحق کے ملزم سزایاب ہوجائیں، ان کی اپیل آپ کے پاس آجائے، کیا عدالتوں کے فیصلوں کے باوجود آپ ملزموں کی سزا معاف کردیں گے؟ یقیناً اس کا جواب نفی میں ہے تو پھر توجہ فرمائیں کہ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ سے کہیں زیادہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کا ایک مسلمان حکمران پر حق ہے، آپ اس سے چشم پوشی نہ کریں، ورنہ یہ تو حقیقت ہے کہ دنیا چند روزہ ہے۔ ایک اور عدالت بھی ہے اس عدالت کے فیصلے کو بائی پاس نہ کیا جاسکے گا۔

”روزنامہ اسلام“

مورخہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

بمطابق 28 نومبر 2010ء

تحفظ ناموس رسالت اور مسلمان

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب

گزشتہ روز ''آل پارٹیز تحریک تحفظ ناموس رسالت رابطہ کمیٹی'' کی اپیل پر ملک بھر میں یوم احتجاج منایا گیا، علمائے کرام نے خطبات جمعہ میں ناموس رسالت کے تحفظ کی اہمیت اور تقاضوں پر گفتگو کی اور نماز جمعہ کے بعد ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں میں اسلامیان پاکستان نے عوامی مظاہروں اور ریلیوں کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ گوجرانوالہ میں بھی شیرانوالہ باغ سے گوندلانوالہ چوک تک ریلی نکالی گئی، جس سے مختلف مکاتب فکر کے علمائے کرام اور دینی جماعتوں کے راہنماؤں نے خطاب کیا۔ راقم الحروف نے اپنی اختتامی گفتگو میں یہ عرض کیا کہ آج کا ''یوم احتجاج'' علامتی ہے، جبکہ اصل احتجاجی پروگرام اگلے جمعے 31 دسمبر کو ہوگا، جب ملک بھر میں شٹر ڈاؤن ہڑتال ہوگی اور عوامی مظاہروں کے ذریعے حکمرانوں کو یہ باور کرایا جائے گا کہ تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے قوانین عوام کے ایمانی جذبات اور ملت اسلامیہ کی وحدت کی علامت ہیں اور امت مسلمہ ان قوانین میں کسی قسم کی تبدیلی اور ترمیم کی روادار نہیں ہوگی۔ اس سے قبل مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ میں جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے راقم الحروف نے جو معروضات پیش کیں، ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

مغرب کا مسلمانوں پر سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ مسلمان قوم بہت جذباتی ہے اور غصے والی قوم ہے، جو ہر بات پر طیش میں آجاتی ہے اور خاص طور پر قرآن کریم اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے حوالے سے بہت جذباتی ہوجاتی ہے، میں اس پر یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو بات مغرب کے نزدیک اعتراض وطعن کی ہے وہی بات ہمارے نزدیک خوبی اور کمال کی ہے، اس لیے کہ غصہ اور نفرت انسان کی فطرت کا حصہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم میں اور اس کے دل ودماغ میں محبت، نفرت، غصہ اور نرم دلی کے جو اوصاف رکھے ہیں، ان میں سے کوئی چیز بھی بے مقصد نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی بھی بے مقصد اور بے مصرف صلاحیت سے بہرہ ور نہیں کیا۔

غصہ اور نفرت بھی ایک بامقصد صلاحیت ہے اور یہ کہنا کہ کسی انسان کو کسی حالت میں بھی غصہ نہیں آنا چاہیے، بالکل خلاف فطرت بات ہے، البتہ دوسری صلاحیتوں اور قوتوں کی طرح غصہ، نفرت، غیرت اور حمیت کے اظہار کی بھی حد بندی کی گئی ہے کہ کس جگہ ان کا استعمال و اظہار جائز ہے اور کہاں ناجائز ہے؟ جس طرح محبت ایک فطری امر ہے اور اس کے اظہار کی حدود شریعت نے متعین کی ہیں، اس طرح نفرت اور غصہ بھی ایک فطری چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کے دین فطرت میں ان کے اظہار و استعمال کی حدود طے کی گئی ہیں۔

اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ اسے کسی بات پر غصہ نہیں آتا تو وہ نفسیاتی مریض ہے اور ابنارمل شخص ہے، اسے اپنا علاج کرانا چاہیے، بالکل اسی طرح کسی شخص کو بار بار غصہ آتا ہے اور وہ ہر جگہ غصے کا اظہار کرتا ہے تو وہ بھی نفسیاتی مریض ہے، اسے بھی اپنے علاج کے لیے کسی ماہر نفسیات سے رجوع کرنا چاہیے، اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ آج کے مسلمان کو خواہ وہ کتنا ہی بے عمل اور بدعمل ہو قرآن کریم کی بے حرمتی پر اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر غصہ آتا ہے اور اس کے خون میں جوش پیدا ہوتا ہے، بلکہ ہمارے پاس آج کے دور میں یہی اصل سرمایہ اور اثاثہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کے حوالے سے غصہ آتا ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے بارے میں غیرت آتی ہے، یہ تعلق کی علامت ہے اور محبت کی علامت ہے جہاں تعلق ہوتا ہے وہیں غصہ آتا ہے اور جہاں محبت ہوتی ہے وہیں غیرت آتی ہے، ہم آج کے مسلمان جتنے بھی بے عمل یا بدعمل ہیں مگر یہ بات تمام تر خرابیوں کے باوجود آج بھی قائم ہے کہ دنیا کے کسی بھی حصے میں کوئی مسلمان قرآن کریم کی توہین برداشت نہیں کرے گا، اس نے قرآن کریم پڑھا ہے یا نہیں، قرآن کریم پر اس کا عمل ہے یا نہیں مگر توہین اسے برداشت نہیں ہوگی اور وہ قرآن کریم کی حرمت پر کٹ مرنے کے لیے تیار ہو جائے گا، اسی طرح دنیا کے کسی بھی مسلمان سے کوئی شخص یہ بات کہے کہ قرآن کریم نے فلاں بات کہی ہے اور نعوذ باللہ وہ بات درست نہیں ہے، کوئی مسلمان یہ جملہ سننے کے لیے بھی تیار نہیں ہوگا، اسے مسئلے کا علم ہو یا نہ ہو اور وہ بات کی نوعیت سے آگاہ ہو یا نہ ہو مگر وہ یہ جملہ کسی صورت میں سننے کو تیار نہیں ہوگا کہ خدانخواستہ قرآن کریم نے کوئی بات کہی ہے اور غلط کہی ہے۔ یہی صورت حال جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے حوالے سے بھی ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطے کا کوئی مسلمان اس نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پڑھی ہے یا نہیں اور وہ کسی سنت پر عمل کرتا ہے یا نہیں اس سب سے قطع نظر وہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی برداشت نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی شخص سے یہ بات سننے کا روادار ہوگا کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات فرمائی ہے اور وہ خدانخواستہ غلط ہے۔ دنیا کے

کسی بھی حصے کا اور کسی بھی سطح کا کوئی مسلمان نہ تو قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین گوارا کرے گا اور نہ ہی ان کی کسی بات کی تغلیط برداشت کرے گا، اسے ہماری زبان میں ایمان کہا جاتا ہے اور دنیا اسے کمٹمنٹ کہتی ہے۔ اسی طرح مغربی دنیا کو ہم سے یہ بھی شکایت ہے کہ دنیا کی ساری قوموں نے اپنے معاملات میں خدا، رسول اور کتاب کا حوالہ ترک کر دیا ہے مگر مسلمان نے آج بھی اپنے معاملات میں خدا، رسول اور قرآن کریم کا حوالہ برقرار رکھا ہوا ہے، دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں سے کوئی بات کرو وہ فوراً قرآن کریم کی کوئی بات درمیان میں لے آئیں گے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کا حوالہ دے دیں گے، یہ بات بھی غلط اور خلاف واقعہ نہیں ہے اور میں عرض کیا کرتا ہوں کہ بحمد اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ ہمارے ہاں نہ صرف موجود ہے، بلکہ اس قدر مستحکم اور مضبوط ہے کہ بش، اوباما اور ٹونی بلیئر کو بھی اگر مسلمانوں سے بات کرنا پڑتی ہے تو قرآن کریم کی کوئی نہ کوئی آیت یاد کرنا پڑتی ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی نہ کوئی ارشاد تلاش کرنا پڑتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ ہمارا نہ صرف تعلق اور ایمان قائم ہے، بلکہ ہمارا آج کا سب سے بڑا حوالہ بھی قرآن کریم اور سنت نبوی ہے۔ اسی تعلق و ایمان اور کمٹمنٹ سے آج کی مغربی دنیا پریشان ہے اور صدیوں سے اسے توڑنے یا کمزور کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ مغرب اس بات پر ادھار کھائے بیٹھا اور کم وبیش دو صدیوں سے اس کے لیے سوجتن کر رہا ہے کہ مسلمان کو اس کے ایمان وعقیدے سے اور قرآن کریم اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی محبت وعقیدت سے محروم کر دیا جائے لیکن اسے کامیابی نہیں ہو رہی اور نہ ہی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ کبھی ہوگی۔ مغربی دنیا وقفے وقفے سے اس قسم کی حرکات کر کے مسلمانوں کے جذبات کو آزماتی رہتی ہے، کبھی قرآن کریم کے عنوان سے اور کبھی جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے حوالہ سے کوئی نہ کوئی ڈرامہ کھڑا کیا جاتا ہے، جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جذبات اور عقیدت ومحبت کا لیول چیک کیا جائے اور ٹمپریچر دیکھا جائے کہ اس میں کوئی کمی آئی ہے یا نہیں، مگر یہ قرآن کریم کا اعجاز ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعقیدت کا کرشمہ ہے کہ مسلم امہ نے ہمیشہ اس چیلنج کا متحد ہو کر جواب دیا ہے اور آج بھی امت مسلمہ اس مسئلے پر پوری طرح متحدہ متفق ہے، جو اسلام کے زندہ مذہب، قرآن کریم کے زندہ کتاب اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ نبی ہونے کا زندہ ثبوت ہے۔

''روزنامہ اسلام''

مورخہ ۱۹ محرم الحرام ۱۴۳۲ھ ...... 26 دسمبر 2010

انسدادتوہینِ رسالت کا قانون اقلیتوں کے مفاد میں ہے

حضرت مولانا محمداز ہرصاحب

توہین رسالت کے قانون کوختم کرنے کی تحریک کے پیچھے مغرب کی ایک گہری سازش کارفرما ہے۔مغرب اپنی گھٹیاذ ہنیت کے ذریعے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کومتنازع بنانا چاہتا ہے تا کہ مسلمانوں کے قلب وذہن سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ختم ہو جائے، کیونکہ مغرب کا خیال ہے کہ جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے امتیوں کے مابین محبت وعشق کا تعلق ختم نہیں ہوگا،مسلمانوں کوکمزورنہیں کیا جاسکتا۔مغرب کی اسی ذہنیت کوعلامہ اقبال مرحوم نے بیان کیا ہے۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکرِ عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو
افغانیوں کی غیرتِ دین کا ہے یہ علاج
ملا کو ان کے کوہ ودمن سے نکال دو

شاتم رسول کے لیےقتل کی سزاپر پوری امت کااتفاق ہے،اس ثبوت کے لیے کتاب وسنت میں اس قدر دلائل موجود ہیں کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اسی موضوع پر600 صفحات کی کتاب تالیف فرمائی۔

صرف ایک آیت اورایک حدیث کاترجمہ ملاحظہ ہو:’’نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان کو اپنی جانوں سےبھی زیادہ عزیز ہیں۔‘‘ (الاحزاب،آیت:6)

’’تم میں سےکوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا،جب تک میری ذات اسے اپنے ماں

باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔'' (بخاری، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم)

سوال یہ ہے کہ وہ کیسا مومن ہوگا جو اپنی آل اولاد، ماں باپ، بیوی اور بیٹی کی عزت اور مال وملکیت پر قربان ہو جانے کے لیے تو تیار ہو لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک واہانت پر خاموش رہے۔

بقول ڈاکٹر پروفیسر محسن عثمانی ندوی: ''دور جدید میں جب کہ ناموس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے لیے تیغ مسلمانوں کے قبضے سے نکل چکی ہے، حکومتیں کمزور ہو چکی ہیں، دنیا کی بڑی طاقتوں کی اطاعت گزار بن گئی ہیں، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ واحد پناہ گاہ ہے جس سے دین کی حفاظت کا کام لیا جا سکتا ہے۔ عشق ایک دولت سرمدی ہے، ایک رطل گراں ہے، ایک انقلاب انگیز اور قوت آفرین جذبہ ہے جو انسان کو زلزلہ بردوش بناتا ہے اور طوفانوں کے مقابلے میں ثابت قدم رکھتا ہے، عزم اور قوت عمل پیدا کرتا ہے، قربانیوں کا حوصلہ بخشتا ہے، گمانوں کے لشکر کے مقابلے میں یقین کا ثبات عطا کرتا ہے۔''

شاتم رسول کی سزا موت ہونے کے بارے میں کسی قسم کا ابہام نہیں ہے، یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ موت سے بڑھ کر کوئی سزا ہوتی تو اس کا دیا جانا بھی بالکل صائب ہوتا۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ جب کسریٰ شاہ فارس نے حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ چاک کیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل سے آگاہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''کسریٰ کی حکومت بھی پارہ پارہ ہوگی''

چنانچہ اس گستاخ رسول کو اسی رات نہ صرف اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا، بلکہ ارشاد رسول کے مطابق اس کی سلطنت بھی پارہ پارہ ہوگئی اور ''ہلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ'' (کسریٰ ہلاک ہوگا اور پھر کوئی نیا کسریٰ جنم نہیں لے گا) کی نبوی پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔ ایک مسلمان ملک میں شاتم رسول کی سزا قانون وقواعد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اولی الامر یعنی حکومت وقت کی طرف سے نافذ ہونی چاہیے اور حکومت کو اس مسئلے میں کسی مصلحت یا لیت ولعل سے کام نہیں لینا چاہیے۔ اس کا سب سے مثبت پہلو یہ ہے کہ عدالت تحقیق وتفتیش اور انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے سزا پر عمل درآمد کروائے گی۔ لیکن اگر حکمران اپنی ذاتی یا اجتماعی کمزوریوں، مفادات یا اقتدار متزلزل ہو جانے کے خوف سے اس سزا پر عمل درآمد سے گریزاں ہوں تو معاملہ عام لوگوں کی عدالت میں چلا جائے گا، چنانچہ اس مسئلے میں عام مسلمانوں کا اشتعال میں آ جانا اور احتجاج کرنا ایک غیرت

مندانہ اور قابل فہم ردعمل ہے ماضی میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ جب دشمنان اسلام نے سازشوں کے ذریعے توہین رسالت کا ارتکاب کیا تو عشاق رسول نے تمام مصلحتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے حرمت رسول پر اپنی جان قربان کردی، شاتم رسول کی جان لے لی اور اپنی جان دے دی۔ برصغیر میں انگریزی دور میں لاہور میں غازی علم دین شہید نے راجپال کو، کراچی میں غازی عبدالقیوم شہید نے شردھانند کو اور دہلی میں غازی عبدالرشید شہید نے ایک شاتم کو واصل جہنم کیا۔ غازی علم دین شہید کے اس ایمان افروز اقدام کو علامہ اقبال نے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا ''ہم تو باتیں ہی بناتے رہتے ہیں لیکن علم دین بازی لے گیا۔''

ناموس رسالت کے مسئلے میں مسلمان کس قدر حساس ہیں، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ پاکستان میں شاتمین رحمت مسیح اور منظور مسیح کو نچلی عدالت سے پھانسی کی سزا کے بعد اعلیٰ عدالت سے ضمانت پر رہا کرنے کے ساتھ ہی راتوں رات حکومتی اقدامات کے ذریعے ناروے بھیجا گیا۔ تاہم ضمانت پر رہا کرنے والے ہائی کورٹ کے جج کو اس کی ریٹائرمنٹ کے بعد غازی احمد شیر خان نے قتل کردیا۔ ڈنمارک میں 2006ء میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت کے بعد خاکے بنانے والا گھر سمیت جل مرا اور یہ خاکے شائع کرنے والے جرمنی کے اخبار کے ایڈیٹر کو 2006ء میں پاکستانی شہری عامر چیمہ شہید نے جہنم واصل کردیا۔ 1995ء میں حکومت نے C-295 کی پھانسی کی سزا تبدیل کرکے دس سال قید کا بل منظور کیا لیکن اسمبلی میں پیش ہونے سے پہلے علماء کی کال پر اس کے خلاف 27 مئی 1995ء کو عشاق رسول نے ملک گیر فقید المثال ہڑتال کی، جس پر حکومت نے ترمیم کا ارادہ ترک کردیا۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ اگر حکمرانوں نے امریکا اور مغرب کو خوش کرنے کے لیے توہین رسالت ایکٹ کو منسوخ کیا یا اس میں ترمیم کی تو لوگ توہین رسالت کے مجرموں کو خود سزائیں دینا شروع کردیں گے، جو نہ حکومت کے لیے باعث خیر ہوگا، نہ ان لوگوں کے لیے جن پر توہین رسالت کا الزام عائد کیا گیا ہو۔ ہمارے نزدیک آصف زرداری ہوں یا شہباز بھٹی، گستاخانِ رسول کی سزا کو کم یا کالعدم قرار دلانے کے خواہش مند اقلیتوں کے حقیقی خیرخواہ نہیں ہیں۔

''روزنامہ اسلام''

۲۷ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

4 دسمبر 2010ء

انسداد توہین رسالت قانون سے متعلق

سوالوں کا تفصیلی جائزہ

حضرت قاری محمد حنیف جالندھری صاحب

گزشتہ دنوں انسداد توہین رسالت سے متعلقہ قوانین اور اسلامی احکامات مختلف مقامات، مختلف حوالوں اور پہلوؤں سے زیر بحث رہے۔ اس موضوع پر بہت کچھ کہا، سنا اور لکھا گیا لیکن وفاقی وزارت قانون کی طرف سے ''پاکستان میں توہین رسالت کے قوانین سے متعلق اٹھنے والے سوالوں کا تفصیلی جائزہ'' کے عنوان سے جو تفصیلی ریفرنس وزیر اعظم پاکستان کی خدمت میں بھیجا گیا، وہ ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور پھر وزیر اعظم کی طرف سے اس کی منظوری اور وزیر اعظم سیکریٹریٹ کی طرف سے تمام متعلقہ وزارتوں کو انہی تجاویز کی روشنی میں اقدامات اٹھانے کی ہدایت سے ان تجاویز کی اہمیت دو چند ہوگئی۔ یہ تجاویز کسی عالم، کسی دینی تحریک، کسی مذہبی ادارے کی طرف سے پیش نہیں کی جارہیں اور نہ ہی انسداد توہین رسالت کے قوانین پر اب آمر کی طرف سے بنائے گئے قوانین کی پھبتی کسی جاسکتی ہے۔ تحفظ ناموس رسالت کے حوالے سے حالیہ جدوجہد کی تفصیلات پر مبنی ہمارے گزشتہ کالم میں ان تجاویز کا حوالہ آیا تھا اور ہم نے قارئین سے وعدہ کیا تھا کہ اگلی نشست میں ان تجاویز پر بات ہوگی، مگر یہ تجاویز بذات خود انتہائی جامع اور مدلل ہیں، اس لیے انہیں من وعن پیش کیا جارہا ہے۔ قارئین اور بالخصوص ارباب علم ودانش اس تاریخی، قومی اور قانونی دستاویز کو اپنے ریکارڈ کا حصہ بنائیں اور وہ حضرات جو انسداد توہین رسالت کے قانون کے حوالے سے کسی بھی قسم کے فکری مغالطے میں مبتلا ہیں، وہ اس دستاویز میں قرآن وسنت اور دنیا کے مختلف ممالک میں موجود قوانین کی روشنی میں اپنے افکار ونظریات پر نظر ثانی فرمائیں۔ وزارت قانون وانصاف کی طرف سے بھیجی جانے والی سمری ملاحظہ فرمائیں:

''❶......وزیر اعظم پاکستان کو مختلف افراد، اداروں اور غیر ملکیوں کی طرف سے کچھ خطوط موصول ہوئے، وزیر اعظم سیکریٹریٹ کی جانب سے /U.O.No.5(30) FSA/2010 کے تحت 30 ستمبر 2010ء اور ریفرنس نمبر 2010

کے تحت 15 جنوری 2011ء کو وزارت قانون کو بھیجے Asiabibi/OGW/Misc/ گئے۔ وزارت داخلہ کی طرف سے لکھے گئے ایک خط نمبر U.O.7/32/2 010-Ptns بتاریخ 8 دسمبر کے ذریعے ایک علیحدہ ریفرنس بھی موصول ہوا۔ یہ سب ریفرنس ایک مجاز عدالت سے توہین رسالت کے جرم میں سزایافتہ مسماۃ آسیہ نورین کے حوالے سے ہیں۔ اس کے علاوہ وزارت اقلیتی امور کی جانب سے توہین رسالت قانون میں ترمیم کے مطالبہ پر مبنی ریفرنس بھی موصول ہوا۔

۲..... وزارت خارجہ نے 23 نومبر 2010ء کو اسی موضوع پر ایک ریفرنس نمبر u.o.DG(Americas)-1/2010 اس وزارت کو بھیجا۔

۳..... 15 دسمبر 2010ء کو قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کی جانب سے بھی اس وزارت کو ایک ریفرنس نمبر F.23(45)/2010-Legis موصول ہوا۔ جس کے تحت رکن قومی اسمبلی مسماۃ شہر بانو رحمان (شیری رحمان) کی جانب سے جمع کرائے جانے والے پرائیویٹ ممبر بل بعنوان "The criminal law(review of punishment for blasphemy(amendment)Bill 2010" پر رائے طلب کی گئی تھی۔ اس بل میں پاکستان میں توہین رسالت قوانین میں ترمیم کرتے ہوئے پاکستان پینل کوڈ 1860ء اور اسی طرح Code of Criminal Procedure 1998ء ترمیم کے لیے کہا گیا تھا۔ قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کا سوال یوں تھا: ''زیر دستخطی کو یہ بتانے کی ہدایت کی گئی ہے کہ محترمہ شیری رحمان ایم این اے نے ایک نجی بل بعنوان "The criminal law(review of punishment for blasphemy(amendment)Bill 2010" نوٹس دیا ہے، لہٰذا فیصلہ کیا گیا ہے کہ مزید کارروائی سے پہلے اس بل پر "Federal Shariat court 10 PLD 19" میں درج وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کی روشنی میں وزارت قانون وانصاف اور پارلیمانی امور کی رائے/تبصرہ حاصل کیا جائے۔''

۴..... اس معاملے کی نوعیت اور اہمیت کے پیش نظر وزیر قانون وانصاف اور پارلیمانی امور نے خود اس معاملہ میں تحقیق کی اور قرآن، احادیث رسول، پاکستان پینل کوڈ 1860ء، دفعہ 295-C اور اس سے متعلقہ قوانین کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک میں توہین رسالت کے قوانین (Blasphemy Laws) کی روشنی میں جائزہ لیا۔

۵......توہین رسالت قوانین پر حالیہ بحث مسماۃ شہر بانو رحمان (شیری رحمان) ایم این اے کی جانب سے پیش کیے گئے ایک پرائیویٹ ممبر بل کے بعد شروع ہوئی، لہٰذا قومی اسمبلی سیکرٹریٹ کے سوال کا جواب پہلے دیا جانا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں تسلیم شدہ پوزیشن کے مطابق وفاقی شرعی عدالت نے PLD.1991FSC Page 10 پر رپورٹ شدہ اپنے فیصلہ میں اس قانون کو قرآن اور سنت رسول سے اخذ کردہ اور درست قرار دیا ہے۔ آئین کی دفعہ 203D کے تحت وفاقی شرعی عدالت ہی اس امر کی مجاز ہے کہ وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔ آئینی شق 203D کے مطالعے کے بعد شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ جس میں کہا گیا ہے کہ: ''عدالت کے اختیارات اور فرائض (1) عدالت از خود نوٹس پر یا پاکستان کے کسی شہری کی پٹیشن پر یا وفاقی یا کسی صوبائی حکومت کی پٹیشن پر یہ اختیار رکھتی ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول کے اصولوں کی روشنی میں کسی بھی قانون یا اس کی شق کے اسلام کے مطابق یا اسلام سے متصادم ہونے کا فیصلہ کر سکے۔''

۶......یہ امر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ قوانین وضع کرنے، ان پر نظر ثانی کرنے، ان میں ترمیم کرنے، ان کی تنسیخ کرنے کے وسیع تر اختیارات رکھتی ہے۔ پارلیمانی طریقہ کار اور قانون سازی کی روایات کے مطابق پارلیمنٹ کی طرف سے وضع کردہ یہ قانون کئی دہائیوں سے نافذ العمل ہے اور آئینی عدالت کے کڑے معیار پر پورا اتر چکا ہے۔ نجی بل جو میڈیا رپورٹس کے مطابق متعلقہ رکن نے زبانی طور پر واپس لے لیا ہے اور اس امر کی تردید بھی نہیں آئی۔ اس میں توہین رسالت قانون کے مجوزہ پیراگراف کا وفاقی شرعی عدالت آئینی شق 203D کی ذیلی شق 2 کے تحت پہلے ہی باریک بینی سے جائزہ لے چکی ہے اور اس کے فیصلہ کی رو سے موجود قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ کسی بھی قسم کی متبادل سزا اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوگی۔ آئین کی شق 203D کی ذیلی شق (b) کے تحت یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہو چکا ہے، اس لیے محترمہ شہر بانو رحمان (شیری رحمان) کا مجوزہ بل مسترد کر دینے کے قابل ہے۔

۷......اس معاملے پر چند قرآنی آیات (کا ترجمہ) پیش کیا جاتا ہے۔

①......''اور ان میں سے بعض پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بدگوئی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ شخص نرا کان ہے (یعنی صرف سنتا ہے) ان سے کہو کہ وہ کان ہے تو تمہاری بھلائی کے لیے

ہے۔ وہ یقین لاتا ہے اللہ پر اور یقین لاتا ہے مومنوں کی بات پر جو لوگ تم میں سے ایمان لائے ان کے لیے رحمت ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کی بدگوئی کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے" (التوبہ:61)

④...... "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ستاتے ہیں، اللہ نے ان پر لعنت بھیجی دنیا میں اور آخرت میں اور ان کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (الاحزاب:57)

③...... "اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے بلند نہ کرو اور اس سے تڑخ کر نہ بولو جیسے ایک دوسرے کے ساتھ تڑخ کر بولتے ہو، (کہیں ایسا نہ ہو کہ) تمہارے (نیک) اعمال اکارت ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔" (الحجرات:2)

④...... "رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایسے مت پکارو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اللہ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو آنکھ بچا کر پھسل نکلتے ہیں۔ لہٰذا وہ لوگ جو اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں اس بات سے ڈرتے رہیں کہ (کہیں اچانک) ان پر کوئی فتنہ یا کوئی تکلیف دہ عذاب آ پڑے" (النور:63)

⑤...... "...... تا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کی عزت کی پاس داری کرو اور صبح شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔" (الفتح:9)

⑥...... "اے ایمان والو! نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں مت داخل ہوا کرو مگر جب تمہیں کھانے کی دعوت دی جائے، (پہلے ہی پہنچ کر) اس کے پکنے کا انتظار مت کرتے رہو، بلکہ جب تم بلائے جاؤ تبھی داخل ہوا کرو، پھر جب کھا چکو تو وہاں سے ہٹ جاؤ اور آپس میں باتیں رچا کر مت بیٹھ جاؤ۔ تمہاری اس بات سے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف ہوتی ہے، لیکن وہ تم سے حیا کرتے ہیں اور اللہ ٹھیک بات بتانے میں حیا نہیں کرتا اور جب (اس کی) بیبیوں سے کوئی چیز مانگنے جاؤ تو پردہ کے پیچھے سے مانگو، یہ (طریقہ) تمہارے اور ان کے دلوں کی مناسبت سے زیادہ پاکیزہ ہے اور تمہارے لیے اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی تنگی پہنچے اور نہ ہی تم اس کی ازواج مطہرات سے اس کے بعد کبھی بھی نکاح کر سکتے ہو، کیوں کہ یہ بات (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار پہنچنا) اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے۔" (الاحزاب:53)

⑦...... "بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرتے ہیں وہ ذلیل ترین لوگوں میں ہیں" (المجادلہ:20)

⑧...... ''بے شک جو تیرا دشمن ہے وہ دم کٹا ہے'' (الکوثر:3)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد کی سعی کرتے ہیں ان کی سزا ہے ہی یہی کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا وہ زمین سے دور کر دیے جائیں یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (المائدہ:33)

⑨...... ''اور اگر وہ وعدہ کر لینے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب لگائیں تو تم کفر کے سرداروں سے جنگ لڑو (کیونکہ) اب ان کی قسمیں بالکل (قابل اعتبار) نہیں ہیں تاکہ وہ باز آ جائیں'' (التوبہ:12)

❽...... ''اب توہین رسالت سے متعلق حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت/ احادیث سے کچھ مثالیں حسب ذیل ہیں:

①...... ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ میں داخل ہوئے تو آپ کے سر مبارک پر خود تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتارا تو آپ کی خدمت میں ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ابن خطل کعبہ کے پردوں سے لپٹا ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے قتل کر دو۔'' (بخاری:4035)

امام مالک کی رائے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس روز حالتِ احرام میں نہیں تھے۔

②...... ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کعب بن اشرف کو کون سنبھالے گا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں (اسے اعتماد میں لینے کی خاطر اس سے کچھ) کچھ خلاف حقیقت باتیں کر سکوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے'' (بخاری:3023)

③...... ''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی ابورافع کو قتل کرنے کے لیے انصار میں سے کچھ لوگوں کو بھیجا۔ عبداللہ بن عتیق کو ان لوگوں کا سربراہ مقرر کیا گیا تھا۔ ابورافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کیا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مدد کیا کرتا تھا۔ وہ سرزمین حجاز پر موجود اپنے قلعے میں رہتا تھا۔ جب وہ لوگ قلعہ کے قریب پہنچے اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا اور لوگ اپنے مویشیوں کو واپس اپنے گھروں کی طرف لا رہے تھے۔

حضرت عبداللہ (بن عتیق) نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی جگہ پر بیٹھ جائیں میں جا کر قلعہ کے گیٹ پر موجود چوکیدار سے ایک چال چلنے کی کوشش کرتا ہوں تا کہ میں قلعے میں داخل ہوسکوں۔ پس عبداللہ قلعہ کی طرف چل دیے اور جب وہ قلعہ کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے خود کو کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ انہوں نے ایسے ظاہر کیا جیسے وہ قدرت کے کسی بلاوے کا جواب دے رہے ہیں۔ لوگ اندر جا چکے تھے اور چوکیدار (جو عبداللہ کو قلعہ کا خادم سمجھ رہا تھا) نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اے اللہ کے بندے! اگر تم اندر آنا چاہتے ہو تو آ جاؤ، کیونکہ میں دروازہ بند کرنا چاہتا ہوں۔''

عبداللہ بن عتیق اپنی روایت کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہین: ''پس میں اندر چلا گیا اور خود کو چھپا لیا، جب لوگ اندر آ گئے تو چوکیدار نے دروازہ بند کر دیا اور چابیاں لکڑی کے کھونٹے سے لٹکا دیں۔ میں نے اٹھ کر چابیاں اٹھا لیں اور دروازہ کھول دیا، کچھ لوگ رات گئے تک ابورافع کے کمرے میں اس کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف رہے۔ جب یہ خوش گپیاں ختم ہوئیں اور اس کے ساتھی چلے گئے تو میں اس کی طرف آیا۔ میں نے اس کا دروازہ کھولا اور پھر اسے اندر سے بند کر لیا۔ میں نے سوچا کہ لوگوں کو اگر میرا پتہ چل بھی جائے تو مجھے اس وقت تک پکڑا نہیں جانا چاہیے، جب تک اس کو قتل نہ کر دوں۔ میں اس تک پہنچا تو وہ ایک اندھیرے کمرے میں اہل خانہ کے درمیان سو رہا تھا، میں اسے پہچان نہیں سکتا تھا، لہٰذا میں نے اسے پکارا ''ابو رافع'' وہ فوراً بولا ''کون ہو تم؟'' میں آواز کی سمت بڑھا اور اس پر تلوار سے حملہ کر دیا۔ بے یقینی کی صورتحال کے سبب میں اسے قتل نہ کر سکا، لہٰذا باہر آ کر ایک لمحہ بعد ہی میں نے پکارا ''ابو رافع! یہ آوازیں کیسی تھیں؟'' اس نے کہا ''تمہاری ماں تمہیں روئے یہاں کوئی گھس آیا ہے، اس نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا ہے'' اس بار میں تیار تھا، آواز کی سمت زوردار حملہ کیا، مگر اسے مار نہیں سکا۔ میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر اتنے زور سے دبائی کہ اس کی پشت سے جا ٹکرائی۔ میں سمجھ گیا کہ یہ مارا جا چکا۔ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولے اور سیڑھیوں تک جا پہنچا، میں سمجھا میں زمین پر پہنچ گیا ہوں۔ میں نے قدم باہر رکھا تو نیچے گر پڑا اور میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔ میں نے اسے پگڑی سے باندھا اور اس وقت تک چلتا رہا جب تک گیٹ پر نہیں پہنچ گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ اس وقت تک باہر نہیں جاؤں گا جب تک کہ مجھے اس کی موت کی خبر نہیں مل جاتی۔ صبح جب مرغ اذان دے رہے تھے تو وہاں کے اعلان کرنے والے نے دیوار پر چڑھ کر اعلان کیا کہ ''میں حجاز کے تاجر ابو رافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں'' یہ سن کر میں باہر اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور کہا کہ اب ہمیں خود کو محفوظ کر لینا چاہیے، لہٰذا ہم وہاں سے چل پڑے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے۔ ہم نے آپ کو

پوری داستان سنائی۔آپ نے فرمایا اپنی ٹوٹی ہوئی ٹانگ باہر نکالو، میں نے ٹانگ باہر نکالی، آپ نے اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ ایسے ہوگئی جیسے ٹوٹی ہی نہ ہو۔'' (بخاری:3813)

④......''عمیر ابن امیہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک بہن مشرکہ تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستاتی رہتی تھی۔جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق توہین آمیز کلمات کہتی، ایک دن انہوں نے اسے مار ڈالا۔اس کے بیٹوں نے کہا کہ وہ قاتل کو جانتے ہیں۔عمیر نے سوچا کہ وہ کسی اور بے گناہ کو قتل نہ کردیں، لہٰذا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور سارا معاملہ بیان کردیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا ''تم نے اپنی بہن کو قتل کردیا؟'' انہوں نے کہا ''جی ہاں'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''کیوں؟'' انہوں نے کہا ''وہ میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کو نقصان پہنچا رہی تھی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولہ کے بیٹوں کو بلایا اور قاتل کے بارے میں دریافت کیا۔انہوں نے کسی اور کا نام لیا۔تب آپ نے انہیں اصل صورتحال بتائی اور اس قتل کو رائیگاں قرار دیا (یعنی یہ قتل جائز تھا اس کا بدلہ نہیں ہوگا)'' (مجمع الزوائد منبع الفوائد جلد 5 صفحہ 260)

⑤......''حضرت اسحاق بن ابراہیم، عبداللہ بن محمد، سفیان بن عینیہ اور حضرت عمرو نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب بن اشرف کو کون قتل کرے گا۔اس نے اللہ کے نبی کو ستایا ہے۔حضرت محمد بن مسلمہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کردوں۔آپ نے فرمایا ''ہاں'' اور پھر انہوں نے اسے مار ڈالا۔'' (صحیح مسلم کتاب الجہاد:2158)

1860ء کے پاکستان پینل کوڈ کا سیکشن 295 سی اس بحث سے متعلق ہے۔اس لیے سیکشن 295 سی کا مطالعہ ضروری ہے۔295-C رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ کلمات کہنا: ''اگر کوئی ایسے الفاظ لکھے یا بولے یا کسی بھی طرح ان کا اظہار کرے یا کسی بھی طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسا اشارہ کنایہ کرے جس سے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا پہلو سامنے آئے تو یہ جرم ہوگا۔جس کی سزا موت یا عمر قید ہوگی۔اس کے ساتھ ساتھ جرمانہ بھی کیا جاسکتا ہے۔''

قرآن پاک کی بہت سی آیات اور رسول پاک کی احادیث سے توہین رسالت کی سزا موت ثابت ہے، لہٰذا قرآن وسنت اور پاکستان کی مقننہ نے معاملہ کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے ''دانستہ اور بدنیتی'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں اور کوئی عدالت دیے گئے نمونہ کے برعکس

چارج شیٹ نہیں کرسکتی۔ اس سے عدالتی کارروائی کے غلط استعمال کو روکنے کی خاطر دوطرح کی ضمانت حاصل ہوتی ہے۔اول اس بات کا یقین حاصل کرنا کہ ملزم نے دانستہ طور پر یہ جانتے ہوئے کہ جو وہ کررہا ہے، یہ جرم ہے کیا۔ دوسرے توہین کے جرم کی اصل حقیقت کی چھان بین، Criminal administration of Justice یہ دونوں اصول عالمی طور پر نہ صرف تسلیم شدہ ہیں بلکہ یہ طریقہ کار بین الاقوامی معیار کے عین مطابق ہے۔

گستاخی رسول تمام الہامی مذاہب میں قابل سزا جرم ہے۔ یہ پروپیگنڈا کہ توہین رسالت کا قانون صرف پاکستان میں ہے اوراس کا مقصد ایک خاص طبقہ کونشانہ بنانا ہے، مکمل طور پر بے بنیاد اور غلط ہے۔اسلامی ملک افغانستان میں توہین رسالت قابل سزا جرم ہےاوراس کی سزا قوانین کے تحت دی جاتی ہے۔ جرمانوں سے لے کر پھانسی کے ذریعہ سزائے موت تک دی جاسکتی ہے۔ آسٹریلیا کی مختلف ریاستوں، علاقوں، دولت مشترکہ آف آسٹریلیا میں گستاخی کی سزا دینے کا معاملہ یکساں نہیں ہے، کچھ حصوں میں گستاخی کرنا جرم ہے، جبکہ دیگر میں ایسا نہیں ہے۔اس سلسلہ میں آخری بار 1919ء میں مقدمہ چلایا گیا۔آسٹریا میں پینل کوڈ کی دوشقیں توہین رسالت سے متعلق ہیں۔ بنگلہ دیش کے پینل کوڈ اور دیگر مختلف قوانین کے ذریعے توہین رسالت کرنے اور مذہبی جذبات مجروح کرنے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔ برازیل میں پینل کوڈ کی شق 208 کے تحت مذہبی شخصیات، اعمال اور عبادات کی کھلے عام توہین کرنا قابل سزا جرم ہے۔اس کی سزا ایک ماہ سے لے کر ایک سال تک قید یا جرمانہ ہوسکتی ہے۔ کریمینل کوڈ آف کینیڈا کے مطابق بھی گستاخی یا توہین ایک جرم ہے مگر Charter of Rights and freedeoms کو اس پر فوقیت حاصل ہے۔آخری بار اس سلسلہ میں 1935ء میں کارروائی کی گئی۔ ڈنمارک میں پینل کوڈ کا پیراگراف نمبر 140 توہین کے بارے میں ہے۔ یہ پیراگراف 1938ء سے استعمال نہیں کیا گیا۔ جب ایک نازی گروپ کو یہود مخالف پروپیگنڈا پر سزا دی گئی تھی۔2004ء میں گستاخی سے متعلقہ کلاز کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی لیکن کثرت رائے سے اسے مسترد کردیا گیا۔مصر کی اکثریت سنی ہے، یہاں پر بھی توہین رسالت اور مذہبی اقدار کی توہین کے متعلق قانون موجود ہے۔ بھارت کے اکثریتی مذہب ہندومت میں توہین رسالت کی سزا کا کوئی تصور نہیں، مگر ہندوستان کے مسلم حکمرانوں نے یہ قوانین متعارف کروائے۔1860ء میں برطانوی استعمار نے یہ قوانین ختم کردیے تاکہ مسیحی مشنریوں کو کھل کر کھیلنے کا موقع مل سکے۔ ان دنوں بھارتی پینل کوڈ کے سیکشن 295-A کے تحت نفرت آمیز تقاریر، کسی مذہب کی یا کسی شخص کے مذہبی اعتقاد کی توہین کی

کوشش پر سزا دی جاتی ہے۔انڈونیشیا میں کریمنل کوڈ کے آرٹیکل 156-a کے تحت دانستہ طور پر سر عام کسی مذہب کے خلاف جارحانہ،نفرت آمیز اور توہین پر مبنی جذبات کے اظہار یا مذہب کی توہین قابل سزا جرم ہے اور اس کی سزا زیادہ سے زیادہ 5 سال قید ہے۔ اسرائیل میں پینل کوڈ کی شق 170 اور 173 توہین رسالت سے متعلق ہیں۔ یورپی یونین کونسل آف یورپ کی پارلیمانی اسمبلی نے 29 جون 2007ء کو Strasboug میں توہین رسالت، مذاہب کی توہین، مذہب کی بنا پر کسی فرد یا گروہ کے خلاف نفرت انگیز گفتگو کے خلاف Recommendation 1805(2007) پاس کی ہیں۔

اردن میں اسلام کی توہین، اسلامی تعلیمات اور مسلمانوں کی توہین اور توہین رسالت جرم ہے جس کی سزا اسال تک قید اور جرمانہ ہے۔کویت میں اسلام اور اسلامی شخصیات کی شان میں گستاخی کی روک تھام کے لیے آئین سازی کی گئی ہے۔ ملائشیا میں بھی مذہبی تعلیمات اور شخصیات کی گستاخی ایک جرم ہے۔اس کی روک تھام تعلیم کے ذریعے اور نشر واشاعت کی پابندیوں کے ذریعہ کی جاتی ہے۔ملک کے کئی حصوں میں اس جرم کی سزا شرعی عدالتوں کے ذریعہ دی جاتی ہے جبکہ کچھ حصوں میں ملائشیا کے پینل کوڈ کے مطابق بھی سزائیں دی جاتی ہیں۔ ہالینڈ میں انبیائے کرام کی توہین کا قانون موجود ہے۔ ہالینڈ کے آئین کے آرٹیکل 147 کے تحت توہین کے مرتکب افراد کو تین ماہ قید یا 3800 یورو جرمانہ کی سزا دی جاسکتی ہے۔ نائیجیریا کے کریمنل کوڈ کے آرٹکل 204 کے تحت توہین انبیاء کے مرتکب افراد کو سزا دی جاتی ہے جبکہ بعض ریاستوں میں شریعت کے مطابق مقدمات چلائے جاتے ہیں۔ قانون کے موثر استعمال کا اختیار بھی متعلقہ عدالت کی ذمہ داری ہے۔سعودی عرب میں اسلامی قانون نافذ ہے۔ یہاں توہین رسالت کے مرتکب افراد کو موت کی سزا تک دی جاتی ہے۔سزا کا فیصلہ ملکی مفتیان کونسل کرتی ہے۔ متحدہ عرب امارات میں توہین کی حوصلہ شکنی کے لیے نشر واشاعت کی مانیٹرنگ کی جاتی ہے۔ مسلمانوں کے شرعی سزا اور غیر مسلموں کے لیے عدلیہ کے اختیارات استعمال کئے جاتے ہیں۔ برطانیہ میں توہین رسالت خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے خلاف قانون موجود ہے، یہ قانون آخری بار 2007ء میں اس وقت حرکت میں آیا جب ایک بنیاد پرست عیسائی گروپ کرسچن وائس نے نجی طور پر BBC کے خلاف مقدمہ درج کروایا۔ یہ مقدمہ بی بی سی پر ایک پروگرام نشر کرنے پر چلایا گیا، جس میں عیسائی عقیدے کے خلاف مواد شامل تھا۔ یمن میں بھی توہین رسالت کا قانون موجود ہے۔ اس قانون کے تحت توہین رسالت کے مرتکب افراد کو یمن میں نہ تو ہلاک کیا جاسکتا ہے، نہ ہی ان کو ملک بدر کیا

جاتا ہے۔ جس شخص پر توہین رسالت کا الزام ہو اس کا فیصلہ شریعت کے تحت کیا جاتا ہے اور جرم ثابت ہونے پر مجرم کو موت کی سزا دی جا سکتی ہے۔ یہ قانون یہاں اقلیتوں اور حکومت مخالفین کے استعمال کرنے کا بھی الزام ہے۔ امریکہ میں پہلے تو توہین رسالت کی سزا موت تھی مگر اب یہ سزا ناپید ہو چکی ہے۔ اسی طرح مذہبی توہین سائپرس، کروشیا، ڈنمارک، اسپین فن لینڈ، جرمنی، گریس، آئس لینڈ، اٹلی، لتھوینیا، ناروے، ہالینڈ، پولینڈ، پرتگال، روس، سلواکیہ، سوئیٹزر لینڈ، ترکی اور یوکرائن میں جرم ہے۔ پاکستان آئینی طور پر اسلامی ریاست ہے، جس کا تعین آئین پاکستان کے دیباچہ میں کر دیا گیا ہے اور 12 اپریل 1973ء کے آئین کے تحت ملک کا نام اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے۔ آئین میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ صرف پاکستان ہی نہیں، بلکہ پوری کائنات پر حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کی ہے۔ اس کے عطا کردہ اختیارات کے پاکستانی عوام اسلام کی حدود کے اندر رہتے ہوئے استعمال کر سکتے ہیں اور پاکستانی عوام کا فیصلہ ہے کہ ان کی ریاست اپنی طاقت اور اختیارات جمہوری اصولوں کے مطابق عوام کی منتخب کردہ پارلیمنٹ کے ذریعہ استعمال کرے گی۔ آزادی، مساوات، برداشت اور سماجی انصاف جیسے اصول جن پر اسلام زور دیتا ہے ان کا لازمی خیال رکھا جائے گا۔

پاکستان کا آئین یہ بھی تقاضا کرتا ہے کہ ایسا معاشرہ تشکیل دیا جائے، جس میں مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن اور سنت کے مطابق اسلامی سانچے میں ڈھال سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آئین اقلیتوں، پسماندہ اور پسے ہوئے طبقات کے جائز مفادات کے مکمل تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہے۔ معاشرہ یہ مقاصد اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتا جب تک متعلقہ قانون سازی نہ کی جائے اور ادارے قائم نہ کیے جائیں۔ پاکستان کا ریاستی مذہب اسلام ہے اور قرآن وسنت قانون سازی کے بنیادی اور بڑے مآخذ۔

اب بات کرتے ہیں سیکشن 295-C کی Validity کی۔ یہ قانون ایکٹ نمبر III کے ذریعہ 1986ء میں پاکستان پینل کوڈ 1860ء کا حصہ بنایا گیا۔ یہاں ضروری ہے کہ اس قانون کو دوبارہ دیکھا جائے جو پہلے ہی ایک فیصلہ کے تحت حتمی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ جس کے تحت اگر کوئی ایسے الفاظ لکھے یا بولے یا کسی بھی طرح ان کا اظہار کرے یا کسی بھی طرح بالواسطہ یا بلاواسطہ ایسا اشارہ کنایہ کرے، جس سے رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا پہلو سامنے آئے تو یہ جرم ہوگا۔ جس کی سزا موت یا عمر قید ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ جرمانہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

توہین رسالت کا یہ قانون پہلے ہی پارلیمنٹ کے اندر اور اس کے باہر پارلیمانی فورمز پر زیر

بحث لایا جاچکا ہے۔ یہاں تک کہ ایک آئینی عدالت وفاقی شرعی عدالت اس قانون کے تمام پہلوؤں کا قرآن وسنت کی روشنی میں بغور جائزہ لے چکی ہے۔''محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بذریعہ سیکرٹری قانون وپارلیمانی افیئر ز پاکستان''PLD1991 Fsc Page 10 کے عنوان سے ایک کیس میں وفاقی شرعی عدالت نے اس قانون کا قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے جائزہ لیا اور قرار دیا کہ توہین رسالت کیس میں سزائے موت کے متبادل عمر قید کی سزا اسلامی قوانین کے خلاف ہے۔اس فیصلہ کے کچھ حصے پیش خدمت ہیں۔

سب وشتم اور اذیٰ کے الفاظ قرآن وسنت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے معنوں میں استعمال ہوئے ہیں۔''سب'' کے معنی نقصان پہنچانے،توہین کرنے، ہتک عزت اور جذبات کو مجروح کرنے کے ہیں۔(Arabic ENLISH lexicon, E.W, Lane, Book-11part-1page44)جب کہ''شتم'' کے معنی گالی گلوچ کرنا اور وقار مجروح کرنا ہے(PLD1991 Fsc Page 26)۔

تمام ماہرین قانون اس بات پر متفق ہیں کہ یہ الفاظ تمام انبیائے کرام کے متعلق ہیں اور اگر کوئی شخص کسی بھی نبی کی، کسی بھی انداز میں توہین کرتا ہے تو اس کی سزا موت ہوگی۔اس تمام بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ توہین رسالت کی جو سزا پاکستان پینل کوڈ 1860ء میں درج ہے وہ سزا موت اور عمر قید ہے جو قرآن سنت سے مطابق نہیں رکھتی، کیونکہ قرآن وسنت میں توہین رسالت کی سزا صرف موت ہے عمر قید نہیں،اس لیے عمر قید کا لفظ ختم کر دینا چاہیے(PLD1991 Fsc Page 10)

پاکستان میں موثر عدالتی نظام موجود ہے،جس کے تحت ایسے تمام مقدمات جن میں سزا موت ہے اور وہ سیشن کورٹ میں Triable ہیں۔ ان میں Chapter XXIIA rocedure code 1898 Criminal P اور قانون شہادت آرڈر 1984 منصفانہ سماعت کی ضمانت ہے۔اس قانونی ضمانت سے ہٹ کر بھی اٹھارویں ترمیم کے ذریعے آئین کے Part ii میں ہر ملزم کے لیے fair trial بنیادی حق قرار دے دیا گیا ہے۔آئین کے مطابق امر کو یقینی بنایا جائے گا کہ کسی بھی شہری پر لگنے والے مجرمانہ الزام پر اسے Due Process کے ساتھ Fair Trial کا حق ملے۔اس نظام عدل میں ہر ملزم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ قانونی معاونت حاصل کرے اور اپنا دفاع کرے۔کوئی شخص یا ملزم خود قانونی دفاع یا اپنی پسند کے قانونی ماہر سے قانونی معاونت کے حق سے انکار بھی نہیں کرسکتا۔آئین کی دفعہ 10 کی شق 1 کے مطابق کسی بھی ملزم کی سزا موت پر اس وقت تک عمل درآمد نہیں ہوسکتا جب تک ہائی کورٹ کا ڈویژنل بنچ اس کی توثیق نہ کردے۔riminal Proceedure code 1898 Section 374 میں یہ امر

وضاحت کے ساتھ موجود ہے: ''374 جب سیشن کورٹ کسی شخص کو سزا موت سنادے تو یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا جب تک ہائی کورٹ سزا موت کی توثیق نہ کردے۔''

اگر کسی ملزم کو سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت سے سزا ہو جائے تو وہ Criminal proceedure code 1898 کے سیکشن 417 کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کی ہدایت کرسکتی ہے۔ ہائی کورٹ کے سوا کسی بھی عدالت سے بریت کا حکم جاری ہونے پر اس سے متاثرہ فریق سیکشن 417 کی ذیلی شق 2a کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کرسکتا ہے۔ مقدمہ جو ہائی کورٹ میں سیکشن 374 کے تحت آیا ہو۔ Criminal Proceedure code 1898 کے سیکشن 376 کے تحت ہائی کورٹ اس میں سزا کی توثیق کرسکتی ہے یا کوئی نئی سزا دے سکتی ہے۔ یا اسی الزام میں یا کسی دوسرے الزام میں دوبارہ سماعت کا حکم دے سکتی ہے۔

یہاں اس امر کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے کہ بعض لوگ پروپیگنڈے کے زیر اثر ایک غلط تصویر پیش کرتے ہیں کہ پاکستان کا Procedural قانون انسانی حقوق کے عالمی معیار کے مطابق نہیں یا پھر انہیں عالمی سطح پر تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یہ تاثر سراسر بے بنیاد اور غلط ہے۔ اس حوالے سے قریب ترین مثال بھارت کی پیش کی جاسکتی ہے۔ جہاں Code of Criminal Chapter XXVIII (1974 کے میں بھی سزائے موت کے حوالے سے یہی طریقہ کار دیا گیا ہے: ''366۔ سیشن کورٹ اگر کسی شخص کو سزائے موت سنادے تو یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا، جب تک ہائی کورٹ سزا موت کی توثیق نہ کردے۔'' اس سے موازنہ کی خاطر اگر ہم پاکستان کے قانون کو دیکھیں تو Criminal procedure code 1898 کی دفعہ 374 بھی یہی کچھ کہتی ہے: ''374۔ سیشن کورٹ اگر کسی شخص کو سزائے موت سنادے تو یہ مقدمہ ہائی کورٹ میں پیش کیا جائے گا اور اس وقت تک سزا پر عمل درآمد نہیں ہوسکتا، جب تک ہائی کورٹ سزا موت کی توثیق نہ کردے۔''

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان کے Criminal Procedure code 1898 کے Code of Criminal Procedure 1973 (Act 2 of 1974) میں لفظوں کا بھی فرق نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پاکستان کا قانون مقدمات کی سماعت کے عالمی معیار کے مطابق ہے۔ یہاں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ Code of Criminal Procedure آزادی کے بعد ہم نے نہیں بنایا بلکہ یہ پہلے سے انگریزوں کا بنایا

ہوا ہے۔ کسی بھی ملزم یا مجرم کے لیے Criminal Procedure code 1898 کی شق 411A کے تحت ہائی کورٹ میں اپیل کی گنجائش موجود ہے۔ اسی طرح کسی بھی ملزم یا مجرم یا کسی بھی متاثرہ فریق کو آئین پاکستان کے آرٹیکل 185 کی ذیلی شق 2 کے پیراگراف A کے تحت پاکستان کی اعلیٰ ترین عالت میں اپیل کا حق بھی حاصل ہے۔ اس شق کے تحت سپریم کورٹ میں ایسے تمام مقدمات میں اپیل کی جاسکتی ہے جن میں ہائی کورٹ فیصلہ دے چکی ہو۔

اوپر کی گئی بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ پاکستان پینل کوڈ 1860 کی شق 295-C کے تحت توہین رسالت پر موت کی سزا اسلام کے عین مطابق اور قرآن وسنت سے اخذ کردہ ہے۔ اس میں کسی تبدیلی یا ترمیم کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیراگراف (1) میں بیان کردہ تمام ریفرنسز منفی اور قانون کی غلط تشریح پر مبنی ہیں۔ آئین کے آرٹیکل 9 کے مطابق کسی شخص کی زندگی اور آزادی کو دوسروں پر ترجیح حاصل نہیں اور آئین کی شق (1)25 کے تحت تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور یکساں طور پر قانونی تحفظ کے حقدار ہیں، لہٰذا 295-C کے تحت مقدمات سیشن کورٹ میں ہی قابل سماعت ہیں، اس کے لیے کسی خصوصی عدالت کی بھی ضرورت نہیں۔

ایک اور معاملہ جس پر مختصر بات ضروری ہے، وہ ہے پاکستان میں مذہب کی آزادی۔ پاکستان کا آئین ہر کسی کے لئے آزادانہ طور پر کوئی بھی مذہب اختیار کرنے اور مذہبی ادارے بنانے کو اس کا بنیادی حق تسلیم کرتا ہے، جو ملکی قانون کے دائرے کے اندر ہو۔ آئین پاکستان کے آرٹیکل 20 کے پیراگراف A کے مطابق ''اس امر کی ضمانت دی جاتی ہے کہ ہر شہری مذہب اختیار کرنے، اس پر عمل کرنے اور اس کی تشہیر کرنے میں آزاد ہوگا'' اور پیراگراف B کے مطابق ''ہر مذہب کے ہر فرقے کو اپنے مذہبی ادارے بنانے چلانے کا حق ہوگا'' اور یہ آزادی عالمی اصولوں اور قوانین کے عین مطابق ہے، مگر بہرحال یہ سب قانون، امن عامہ اور اخلاقیات کے مطابق ہوگا۔

وزارت داخلہ کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ قانونی راستہ اختیار کرے۔ executive کو کسی ایکشن کی ضرورت نہیں مسمات آسیہ نورین کو Criminal Procedure code 1898 کی شق 410 کے تحت پہلے ہی قانونی طور پر REMEDY حاصل ہے۔ وہ ہائی کورٹ میں اپیل کر کے عدالت کے فیصلہ اور اپنی سزا کو چیلنج کرسکتی ہیں۔ وزارت اقلیتی امور کی جانب سے وزیر اعظم کو توہین رسالت قانون میں فوری طور پر تبدیلی کی درخواست بھی مبنی بر حقیقت نہیں، لہٰذا اس پر کوئی ایکشن نہ لیا جائے۔ وزارت اقلیتی امور کی جانب سے وزیر اعظم کو توہین رسالت قانون میں فوری طور پر تبدیلی کی درخواست بھی مبنی بر حقیقت نہیں، لہٰذا اس پر کوئی ایکشن نہ لیا جائے۔ وزارت

خارجہ کو Briefing material کی ضرورت ہے۔اس جائزے کی ایک کاپی الگ سے وزارت خارجہ کوارسال کردی گئی ہے۔تجویز کیا جاتا ہے کہ وزیراعظم تمام ڈویژنوں اور متعلقہ حلقوں کو ہدایت جاری کریں کہ وہ آئینی اور قانونی معاملات میں وزارت قانون کی رائے لئے بغیر تبصرہ آرائی سے گریز کریں۔یہ 1973ء کے حکومت پاکستان کے رولزآف بزنس کے تحت لازمی ہے۔

دستخط

ڈاکٹرظہیرالدین بابر

''وزیرقانون،انصاف وپارلیمانی امور''

پھران تجاویز پروزیراعظم کی طرف سے درج ذیل آرڈر جاری کیا گیا، جویقیناً پاکستانی تاریخ کااہم ترین واقعہ ہے،جس نے فتنہ وفساد کا دروازہ بند کر کے ملک وقوم کوایک بڑے بحران سے نجات دلائی ہے۔وزیراعظم کاحکم نامہ بھی ملاحظہ فرمائیں.

''وزیراعظم سیکرٹریٹ اسلام آباد

عنوان:پاکستان میں توہین رسالت قانون کے سلسلے میں اٹھنے والے سوالات کاتفصیلی جائزہ۔

وزیراعظم پاکستان وزیرقانون وانصاف وپارلیمانی امورکی تجاویز کی بخوشی منظوری دے دی ہے،تمام متعلقہ وزارتوں کوضروری اقدامات کی ہدایت کی جاتی ہے۔منظورشدہ تجاویز کی کاپی الگ سےارسال ہے۔

دستخط

خوشنوداخترلاشاری

پرنسپل سیکرٹری برائے وزیراعظم پاکستان

08-02-2011

ڈائری نمبر۔611/pspm/m2011''

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ عوامی اور حکومتی سطح پرانصاف اورحق تک پہنچنے کے لیے جو کوششیں کی گئیں،اللہ رب العزت انہیں شرف قبولیت بخشیں اوران مساعی کواس ملک کے مستقبل اوراستحکام ودوام کاوسیلہ بنائیں،آمین۔

''روزنامہ اسلام''

۲۰ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ تا ۲۴ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

26مارچ 2011ءتا30مارچ 2011ء

توہین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا

قرآن وحدیث کی روشنی میں جامع بحث

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سیکولرزم اور جدیدیت کی فضا میں ہر پڑھے لکھے فرد تک پہنچانے والا مضمون۔

(ماخوذ ''سچ'' لکھنو، ۱۶ ستمبر ۱۹۳۲ء)

وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم وطعنوا فی دینکم فقاتلوا ائمّۃ الکفر انھم لا ایمان لھم لعلھم ینتھون. (توبہ، ع ۲) ''اگر یہ لوگ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں۔ اور تمہارے دین پر طعن کریں، تو لڑ وان سرداران کفر سے، کہا انکا کوئی قول قسم نہیں، تا کہ یہ باز رہیں۔''

اوپر سے ذکر بعض نالائق منکرین کا چلا آ رہا ہے۔ کہ یہ عجب کج راہ وکج رائے واقع ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کی ایذا رسانی میں نہ کچھ رشتہ وقرابت کا پاس لحاظ رکھتے ہیں، نہ اپنے عہد وپیان کا۔ انہیں امن وامان، صلح وآشتی کے ساتھ جو رہنے دیا گیا تھا، تو ان کے اسی وعدہ پر کہ وہ بھی مسلمانوں کے جذبات کی رعایت کرینگے، اور مسلمانوں کے روح وجسم، قلب وقالب کے لیے باعث ایذا نہ بنیں گے۔ ایسوں کے باب میں ارشاد ہوتا ہے، کہ اب یہ اگر خود ہی ان شرائط کا لحاظ نہ رکھیں، انہیں اپنی طرف سے توڑنے لگیں **وان نکثوا ایمانھم من بعد عھدھم** ۔ اور مسلمانوں کے دل، ان کے دین پر طعن کر کر کے چھلنی کرنے شروع کر دیں **وطعنوا فی دینکم** طعن کے لفظی معنے برچھی مارنے کے ہیں، اور طعن کو محاورہ میں طعن اسی لیے کہتے ہیں، کہ اس سے دل پر برچھی سی لگتی ہے۔ تو ایسے نالائقوں اور بدسرشتوں کی سزا یہ ہے، کہ ان سردارانِ کفر کو چن چن کر قتل کر کے رکھ دیا جائے، **فقاتلوا ائمۃ الکفر** ۔ ان کے قول وقسم، عہد وپیان، کسی کا کچھ اعتبا نہیں، **انھم لا ایمان لھم** ۔ ان کی شرارتوں اور خباثتوں سے انہیں باز رکھنے کا یہی علاج ہے، **لعلھم ینھون** ۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب معالم، آیت بالا کو لکھ کر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ **فھذ دلیل علیٰ ان الذی اذا طعن فی دین الاسلام ظاھر الایبقی لہ عھد.** یہ آیت دلیل ہے اس کی

کہ جب ذمی دین اسلام پر کھلا ہوا طعن کرے، تو اس کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔

اور فاضل نیشا پوری رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر میں ہے۔ **قال العلماء، اذا طعن الذمی فی الدین الاسلام طعنا ظاهرا جاز قتله لان العهد سقود علیه علیٰ ان لایطعن فاذا طعن فقد نکث عهده و خرج من الذمة.** علماء نے کہا ہے کہ ذمی (یعنے وہ کافر جسے مسلمانوں نے پناہ دی ہے) نے جس وقت کھلا ہوا طعن اسلام پر کیا، اسکا قتل جائز ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اس کی امان مشروط تھی، اس شرط سے کہ وہ طعن نہ کریگا۔ طعن کر کے اس نے خود ہی اپنا عہد توڑ ڈالا، اور مسلمانوں کی پناہ سے نکل گیا۔

اور علامہ جصاص رازی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، احکام القرآن میں کہتے ہیں۔ **فیه دلالة علیٰ ان اهل العهد متیٰ خالفوا شیئا مما عوهدوا علیه وطعنوا فی دیننا فقد نقضوا العهد.** آیت میں دلالت ہے اس امر پر کہ جب اہل معاہدہ نے کوئی بات خلاف شرائط معاہدہ کی، اور ہمارے دین پر طعن کیا، تو انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا۔

اور قاضی ابوبکر ابن عربی مالکی رحمۃ اللہ علیہ، اپنے احکام القرآن میں لکھتے ہیں: **اذا طعن الذمی فی الدین انتقض عهده لقوله وان نکثوا ایمانهم الیٰ فقاتلوا ائمّة الکفر فامر الله بقتلهم وقتالهم اذا طعنوا فی دینکم.** جب ذمی نے دین پر طعن کیا، تو اسکا عہد ٹوٹ گیا، حسب آیہ وان نکثو الخ۔ اور اللہ نے حکم دیا کہ یہ قتل کیے جائیں، اور ان سے قتال کیا جائے۔ جب یہ دین میں طعن کریں۔

غرض، طعن فی الدین کے بعد، ذمی معاہد کافروں کے عہد کا ٹوٹ جانا، ان سے امن کا مرتفع ہو جانا، ان کا مسلمانوں کی پناہ سے نکل جانا، قرآن مجید ہی سب کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے، لیکن خود طعن فی الدین کیا ہے؟

طعن کے معنی ابھی اوپر بیان ہو چکے۔ اب ہر مسلمان خود اپنے سے سوال کرے، اور اپنے ہی دل کو ٹٹول کر جواب دے، کہ آیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر حملہ اس کے لیے دلآزار ہے یا نہیں؟ دل پر اس سے برچھی سی لگتی ہے یا نہیں؟ ذات گرامی کے ساتھ کوئی گستاخی، کوئی زبان درازی سنکر، وہ تڑپ جاتا، تلملا جاتا ہے، یا نہیں؟ اتنا ہی نہیں۔ کوئی دوسرا مذہبی حملہ اس سے بڑھ کر بھی اس کے لیے دلآزار، وخراش، اشتعال انگیز ہونا ممکن ہے؟ یقیناً ان سارے سوالات کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے۔

بعض ائمہ تفسیر نے بھی اس کا جواب ذکر کیا ہے۔ **ومن هنا اخذ قتل من سب الرسول**

صلوات الله و سلامه عليه. (ابن كثير جلد ۴ صفحه ۱۲۳) اسی آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدگوئی کرنے والے کے قتل کی دلیل پکڑی گئی ہے۔

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ شافعی المذہب تھے، ایک ٹھیٹھ حنفی عالم، اپنی تفسیر آیات احکام میں آیۂ مذکورہ کے تحت میں لکھتے ہیں: ولا شک ان ليس طعن فی الدين اكبر من سب النبی عليه الصلوٰة اذ فيه اهانته الشرع وهتک حرمته الاسلام. (تفسير احمدی، ملا جيون، رحمة الله عليه ص ۳۱۷، حسنی پريس) اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ سب سے بڑا طعن فی الدین شتم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے، کہ اس میں شریعت کی بھی توہین ہے، اور خود دین اسلام کی بھی۔

طعن فی الدین، کی اصطلاح کلام مجید میں صرف اسی مقام پر نہیں، ایک جگہ اور بھی آئی ہے۔ اور وہاں سیاق عبارت، بالکل واضح وصریح، اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ یہود کی شرارتوں کے سلسلہ میں آتا ہے کہ: من الذين هادوا يحرفون الكلم عن مواضعه ويقولون سمعنا وعصينا واسمع غير مسمع وراعنا ليا بالسنتهم وطعنا فی الدين. (نساء ع) یہ یہود، رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کلام سنتے ہیں اسے توڑ مروڑ ڈالتے ہیں اور گستاخانہ کہتے ہیں سمعنا وعصينا (ہم نے سنا، اور ہم نے نہیں مانا) اور ایسے بیہودہ فقرے زبان سے نکالتے ہیں۔ اسمع غیر مسمع۔ اور راعنا۔ دین میں طعن کرتے ہوئے۔

گویا رسول سے گستاخی کے لئے طعن فی الدین خود محاورہ قرآنی ہی سے، ثابت ہے، منطقی نتیجہ، قرآن ہی کی تصریحات سے، یہ نکلا کہ۔

❶ ...... طعن فی الدین کی سزا قتل ہے، اور

❷ ...... شتم رسول، طعن فی الدین ہی کی ایک اعلیٰ فرد ہے۔

❸ ...... تائید میں دوسری آیات قرآنی بھی موجود ہیں، لیکن مقصود کے لیے اسی قدر بس۔

امام ابوداؤد نے سنن کی کتاب الحدود میں ایک باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے بندھا ہے۔ اور اس کے تحت میں ایک طویل روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ متن روایت مع ملخص ترجمہ کے، حسب ذیل ہے: عن ابن عباس ان اعمیٰ كانت له ام ولد تشتم النبی صلی الله عليه وسلم تقع فيه فينهاها فلا تنتهی ويزجرها فلا تَنْزَجِر قال فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع فی النبی صلی الله عليه وسلم وتشتمه فاخذ المغول فوضعه فی بطنها واتكأ عليها فقتلها فوقع بين رجليه طفل فلطخت

ماهناک بالدم فلما اصبح ذکر ذالک للنبی صلی الله علیه وسلم مجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل مافعل لی علیه حقٌ الاّقام فقامَ الاعمیٰ یتخطّی الناس وهو یتزلزل حتی قعد بین یدی النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله انا صاحبها کانت تشتمک وتقع فیک فانها فلا تنتهی وازجرها فلا تَنْزَجِرولی منها ابان مثل اللؤلؤتین وکانت بی رفیقة فلما کانت البارحة جعلت تشتمک وتقع فیک فاخذت المغول فوضعته فی بطنها اتّکأتُ علیها حتی قتلتُها فقال النبی صلی الله علیه وسلم الا اشهدوا ان دمها هدر.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک نابینا تھے، جن کی ام ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی اور بدگوئی کیا کرتی تھی، وہ اسے منع کرتے تھے لیکن وہ باز نہ آتی تھی۔ ایک مرتبہ رات کے وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو و بدگوئی میں مصروف تھی، کہ ان نابینا نے ایک خنجر اٹھا کر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا۔ وہ مر کر رہ گئی...... صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماجرا دریافت کیا، وہ نابینا لرزتے کانپتے ہوئے سامنے آئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں ہی اس کا شوہر ہوں، وہ آپ کی ہجو میں لگتی رہتی تھی، اور میرے منع کیے نہیں مانتی تھی، (میں اس سے ناخوش نہ تھا) اس کے بطن سے میرے دو بچے موتی کی طرح ہیں، وہ میری رفیق زندگی تھی، لیکن کل شب میں اس نے پھر آپ کی ہجو و بدگوئی شروع کی، تو میں نے خنجر لیکر اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور اسے ہلاک کر ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر حاضرین سے کہا، گواہ رہنا، اس عورت کا خون معاف ہے۔

اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے سنن میں یہی حدیث، کسی قدر اختصار اور خفیف تغیر الفاظ کے ساتھ، کتاب المحاربہ کے باب الحکم فیمن سب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت میں لائے ہیں۔ اس عورت کا کوئی اور قصور، ظاہر ہے کہ بجز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور بدزبانی کے نہ تھا۔ اس جرم میں اسے سزا قتل کی ملی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سزا کو جائز رکھا۔ صرف سکوت سے نہیں، بلکہ صاف الفاظ میں فرمادیا۔ ان دمها هدر۔ یقیناً اس کا خون معاف ہے۔

ابو داؤد ہی میں، اسی طرح کی ایک دوسری روایت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ہے: عن علی ان یهودیة کانت تشتم النبی صلی الله علیه وسلم وتقع فیه فخنقها رجل حتی ماتت فابطل رسول الله صلی الله علیه وسلم دمها. حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی اور ہجو کیا کرتی تھی، پس ایک شخص

نے اس کا گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے خون کو معاف کر دیا۔

قاضی شوکانی، ان دونوں حدیثوں کو لا کر کہتے ہیں: **وفی حدیث ابن عباس وحدیث الشعبی دلیل علیٰ انه یقتل من شتم النبی صلی الله علیه وسلم.** حدیث ابن عباس وحدیث شعبی سے نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کرے، اس کی سزا قتل ہے۔

اور محدث ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: **وقد نقل ابن المنذر الاتفاق علی ان من سب النبی صلی الله علیه وسلم صریحا وجب قتله.** کہ اس پر سب کا اتفاق ہے، کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کرے، اس کی سزا قتل واجب ہے۔

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، حدیث علی رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں۔ **وهذ الحدیث نص فی جواز قتلها لا جل شتم النبی صلی الله علیه وسلم ودلیل علی قتل الرجل الذمی وقتل المسلم والمسلمة اذا سبا بطریق الاولیٰ بان هذه المراة کانت موادعه مها ونته لان النبی صلی الله علیه وسلم لما قدم المدینة وادع جمیع الیهود الذین کانوابها موادعته مطلقة ولم یضرب علیهم جزیة(صارم المسلول)** یہ حدیث نص ہے اس امر میں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدزبانی کرنے کے جرم میں قتل جائز ہے، اور دلیل ہے ذمی کے قتل پر، اور مسلم اور مسلمہ کے قتل پر، جرم شتم کی سزا میں، بطریق اولیٰ، اس لیے کہ یہ عورت تو ان لوگوں میں تھی، جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن دے رکھا تھا۔ حضور جب مدینہ تشریف لائے ہیں تو آپ نے تمام یہود کو امن دے رکھا تھا اور ان سے جزیہ تک نہیں لیا تھا۔

ابوداؤد میں ایک روایت، اور نسائی میں متعدد روایات، اس مضمون کی مروی ہیں، کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بدزبانی کی۔ آپ کو غصہ آیا۔ اور حاضرین محفل میں سے ایک صاحب نے چاہا، کہ اس بے ادب کی زندگی کا خاتمہ کر دیں، حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا، اور ارشاد کیا: **لا والله ماکانت لبشر بعد محمد صلی الله علیه وسلم.** ہرگز ایسا نہ کرنا، یہ مرتبہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو حاصل نہیں۔ گویا یہ فتویٰ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا موجود ہے، کہ بدزبانی کی سزا قتل، صرف اس بدزبانی کے ساتھ مخصوص ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کی جائے۔

سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مشہور واقعہ، کعب بن اشرف یہودی کا قتل ہے۔ تفسیر اور

حدیث کی ساری کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے۔ بخاری و مسلم، دونوں میں یہ روایت خوب مفصل موجود ہے۔ دونوں کے الفاظ یہ ہیں: **قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لِکعب بن الاشرف فانه قدأذی الله ورسوله فقام محمد بن مسلمه فقال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم اتحب ان اقتله قال نعم.** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کون کعب بن اشرف کوٹھیک کرے گا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ستایا ہے۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا، کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اسے قتل کرڈالوں؟ فرمایا ''ہاں۔''

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکتہ خوب لکھا ہے کہ: کلام پاک میں جہاں جہاں ''اذی'' کا لفظ آیا ہے، زبان ہی کی سختیوں کے لیے آیا ہے، پس حدیث نبوی میں جو لفظ اذی اللہ ورسولہ آیا ہے، اس سے بھی مراد یہی ہے، کہ کعب بن اشرف، اللہ اور رسول کے حق میں زباندرازیاں کیا کرتا تھا۔

محدث زرقانی، صحاح ہی کے حوالہ سے، یہ حدیث لائے ہیں۔ **ان کعب بن الاشرف کان شاعر و کان یهجو رسول الله صلی الله علیه وسلم ویحرض علیه کفار قریش.** (مواهب لدنیه جلد ۲ صفحه۸، مصر) کعب بن اشرف شاعر تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرتا تھا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف ابھارتا۔

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ اور متعدد محدثین نے واقعۂ کعب بن اشرف سے یہی استنباط کیا ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدزبانی کی سزا قتل ہے۔ اور محدث سہیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ **فیه من الفقه وجوب قتل من سب النبی صلی الله علیه وسلم وان کان ذاعهد.** (روض الالف شرح ابن هشام) ایک فقہی حکم اس واقعہ سے یہ نکلتا ہے، کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کرے، اس کا قتل واجب ہے، خواہ وہ اہل عہد ہی میں سے ہو۔

اور نووی رحمہ اللہ محدث مازری کا قول نقل کرتے ہیں کہ: **فقال الامام مازری انما قتله کذالک لانه نقض عهد النبی صلی الله علیه وسلم وهجاه وسبه الخ** (شرح صحیح مسلم کتاب الجهاد، باب قتل کعب بن اشرف) کعب کے حق میں حکم قتل اس لیے ہوا، کہ اس نے عہد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توڑ ڈالا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدزبانی کی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی تھی۔ الخ

خود فتح مکہ کے موقع پر، جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عفو عام کا اعلان فرما دیا تھا، اور بڑے بڑے موذیوں کو بلاسزا و انتقام بخش دیا تھا۔ اس وقت چند اشخاص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مستثنیٰ کر دیا تھا، اور یہ ارشاد فرمادیا تھا کہ انہیں کہیں بھی پناہ نہ ملنے پائے، اگر غلاف کعبہ پکڑے کھڑے ہوں، تو وہاں بھی قتل کر دیے جائیں۔ ان چند میں سے ابن خطل کی دو لونڈیاں تھیں، جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہجو یہ اشعار کہا کرتی تھیں۔ **کانت له قینتان کانت تغنیان بهجاء رسول الله فامر رسول الله لقتلهما معه.(ابن هشام)** اس کی دو کنیزیں تھیں ...... یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار گایا کرتی تھیں۔ آپ نے ابن خطل کے ساتھ دونوں لونڈیوں کے بھی قتل کا حکم دیا۔ قسطلانی نے انکا جرم صرف اسی قدر لکھا ہے: **وقد کانتا تغنیان هجوه صلی الله علیه وسلم(شرح مواهب لدنیه)** یہ دونوں کنیزیں ابن خطل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو گا گا کر سنایا کرتی تھیں۔ ان دو کے علاوہ ایک اور کنیز سارہ کے بھی قتل کا حکم ہوا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے خاندان میں کسی کے ہاں کی لونڈی تھی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی کیا کرتی تھی۔ قدیم ترین موجود سیرۃ نبوی میں ہے۔ **(وسارة مولاة لبعض بنی عبدالمطلب...... وکانت سارة ممن یوذیه بمکة.(ابن هشام)** اور سارہ، جو اولاد عبدالمطلب میں سے کسی کی کنیز تھی ...... یہ سارہ مکہ میں آپ کے متعلق بدزبانی کرتی رہتی تھی۔

اور قسطلانی کے الفاظ ہیں: **کان ابن خطل یلقی علیها بهجا: رسول الله فتغنی به.(شرح مواهب لدنیه)** ابن خطل، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار سکھاتا تھا، اور یہ انہیں گایا کرتی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تینوں باندیوں کے نام ایک ساتھ شمار کردیئےہیں۔ **وقینتان کانتالا بن خطل تهجوان النبی صلی الله علیه وسلم وسارة ومولاة بنی المطلب(فتح الباری مصری)** دو گانے والیاں جو ابن خطل کی کنیزیں تھیں، اور رسول اللہ کی ہجو گاتی رہتی تھیں، اور سارہ تیسری خاندان مطلب کی کنیز یہ تھیں تو انہیں لوگوں میں، جن کے لیے قتل کا حکم، شتم رسول کے جرم میں، خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے صادر ہو چکا تھا۔

استنباطات سے قطع نظر کر کے قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ محدث نے تو ایک حدیث صریح بھی۔ سب انبیاء کے واجب القتل ہونے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کر دی ہے: **حسین بن علی عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال من سب نبیا فاقتلوه ومن سب اصحابی فاضربوه.(الشفاء، جلد۲ باب فی ایجاب قتل من سبه)** حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا، کہ جو کوئی کسی نبی کے حق میں بدزبانی کرے، اسے قتل کردو، اور میرے کسی صحابی کے حق میں کرے، تو اسے مارو۔ کہا یہ جاتا ہے کہ فقہ حنفی میں اس جرم کو کوئی سنگین جرم ہی نہیں قرار دیا گیا ہے۔ کتاب وسنت کی تصریحات پچھلے نمبر میں گزر چکیں۔ اس نمبر میں ایک نظر، علماء ملت کے اقوال اور فقہاء امت کے احکام پر بھی کر لینی ہے۔

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا تفقہ اور مرتبۂ دینی، بلا نزاع واختلاف، سارے اہل سنت کو مسلم ہے۔ ان کا ایک فرمان، قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے۔ غور کے قابل ہے۔ **ومن ذالک عمر بن ...... عبدالعزیز الی عامله بالکوفة وقد استشاره فی قتل رجل سب عمر. فکتب الیه عمر انه لا یحل قتل امرئ مسلم بسب احد من الناس الا رجلا سب رسول الله صلی الله علیه وسلم فمن سبه فقد حل دمه(الشفاء، جلد ۲ فصل فی الحجیة فی ایجاب قتل من سبه رسول الله صلی الله علیه وسلم)** عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں عامل کوفہ نے خط لکھ کر دریافت کیا، کہ ایک شخص نے عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں (غالباً حضرت عمر فاروق مراد ہیں، یا ممکن ہے، خود عمر بن عبدالعزیز ہی) بدزبانی کی ہے، اس کے قتل کے باب میں کیا حکم ہے۔ آپ نے جواب میں لکھا۔ کہ کسی مسلمان کا قتل، بجز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کے، اور کسی کے حق میں بدزبانی کی بنا پر روا نہیں۔ البتہ جس نے سبِ رسول کیا، اس کا خون حلال ہوگیا۔

فقہائے اہل سنت کے اکثر گروہ کے ہاں تو یہ کوئی نزاعی واختلافی مسئلہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ مالکیہ، حنبلیہ، شافعیہ، سب بالاتفاق اس جانب گئے ہیں، کہ شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے، اور جب عہد امان باقی نہ رہا، تو وہ واجب القتل ہوگیا۔ اختلاف صرف حنفیہ سے منقول ہے۔ اور اسی اختلاف کو چمکا چمکا کر، اور زور دے دے کر، پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن دیکھنے کی اصل شے یہ ہے، کہ اختلاف کس چیز میں ہے؟ حنفیہ نے آیا، شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی جرم ہی نہیں قرار دیا ہے، یا جرم تسلیم کیا ہے، مگر کوئی سزا نہیں رکھی ہے، یا پھر سزا بھی رکھی ہے، لیکن بجائے قتل کے، کوئی اور سزا رکھی ہے؟ ممکن تو یہ ساری شقیں ہیں۔

قاضی عیاض، شفا میں لکھتے ہیں، کہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کی ہے، اور مفتیان عراق (حنفیہ) نے اس پر تازیانے لگنے کا حکم دیا ہے، آپ کیا فرماتے ہیں۔ امام اس پر بہت ناخوش ہوئے، اور فرمایا، کہ شتم رسول سے بڑھ کر امت کے لیے، کون سی چیز ہوگی (یعنی سزائے تازیانہ ناکافی

ہے)۔اس حکایت سے اتنا تو بہر حال ثابت ہوا، کہ حنفیہ قدیم کے نزدیک بھی یہ نہ تھا۔ کہ شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرے سے کوئی جرم ہی نہ ہو۔ جرم، اور تعزیر شدید کے قابل جرم، ان کے نزدیک بھی تھا۔ فرق جو کچھ تھا، وہ مدارج تعزیر کے باب میں تھا۔

یہ بیان غیروں کا تھا۔ اب خود اپنوں کا بیان ملاحظہ ہو۔ ابوبکر حصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ حنفیہ کے محققین قدیم میں ہوئے ہیں۔ وہ آیہ کریمہ وان نکثوا ایمانهم الخ کے ذیل میں لکھتے ہیں: **دل علی ان اهل العهد من شروط بقاء عهدهم ترکهم فی دیننا ان اهل الذمه مسنوعون من اظهار الطعن فی دین المسلمین وهو یشهد لقول من یقول من الفقهاء ان من ظهر شتم النبی صلی الله علیه وسلم من اهل الذمة فقد نقض عهده ووجب قتله وقد اختلف الفقهاء فی ذالک فقال اصحابنا یعزر ولا یقتل (احکام القرآن. جصاص رازی رحمة الله علیه، جلد۳ صفحه ۱۰۵ مصر)** آیہ کریمہ دلیل ہے اس امر پر کہ ذمیوں کے ساتھ جو عہد ہے، اس کے بقاء کی ایک شرط یہ بھی ہے، کہ وہ ہمارے دین پر طعن کرنے سے باز رہیں گے، اور اسی کی تائید میں ان فقہاء کا قول ہے۔ جنہوں نے یہ کہا ہے، کہ جس ذمی نے شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا، اس کا عہد ٹوٹ گیا، اور اس کا قتل واجب ہوگیا۔ لیکن فقہاء کا اس باب میں اختلاف ہے، چنانچہ فقہاء حنفیہ کا قول ہے کہ ذمی کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ تعزیر دی جائے گی۔

گویا شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس جرم ہونے میں حنفیہ کو کچھ بھی تردد نہیں، بلکہ وہ اس کے پاداش میں تعزیر بھی تجویز کرتے ہیں۔ گفتگو جو کچھ ہے، وہ اس امر میں ہے، کہ آیا، اس سے نقض عہد ذمیت بھی ہو جاتا ہے؟ آیا ذمی، اس جرم کی بنا پر مسلمانوں کے عہد امان سے باہر آ کر واجب القتل ہو جاتا ہے؟

قدمائے حنفیہ کا استدلال یہ تھا، کہ نبی کے شتم سے جو گناہ ذمی پر عائد ہوتا ہے، وہ کونسا گناہ ہے؟ آخری گناہ جو کسی سے بھی ہونا ممکن ہے، وہ کفر ہے۔ کبائر بلکہ اکبر کبائر سے بھی بڑھ کر جو گناہ ہے، وہ کفر ہی ہے۔ اس کے بعد گناہ کا کوئی درجہ ہی نہیں۔ شتم نبی کا گناہ، کفر کا گناہ ہے، اس سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے۔ لیکن جو ذمی ہے، تو وہ پہلے ہی سے کافر ہے۔ امن جو اسے ملا ہے، وہ باوجود اس کے کفر کے ملا تھا۔ پھر اب نیا گناہ کونسا اس سے سرزد ہوا، جس کی بنا پر اس کا عہد امان سوخت کر دیا جائے اور وہ نقض امن کا مجرم قرار دیدیا جائے؟ اس استدلال کی صحت وعدم صحت پر یہاں بحث کرنا مقصود نہیں، مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے، کہ حنفیہ نے جس شے پر جرح کی، وہ

صرف جرم نقض عہد ہے، وہ صرف اتنی بات ہے، کہ آیا شتم نبی، نقض عہد کے بھی مترادف، یا اس کے مستلزم ہے؟ نہ یہ کہ آیا شتم رسول جائز وحلال ہے؟

فقہاء حنفیہ نے، جہاں شتم نبی کو عدم ناقض عہد قرار دیا ہے، وہیں اسی سطر میں، ایک ہی سانس میں اور بھی چند جرائم کو ناقض عہد لکھا ہے۔ قدوری کے الفاظ ہیں: **ومن امتنع من اداء الجزية او قتل مسلما او سب النبی صلی الله عليه وسلم اوزنی...... بمسلمة لم ينقض عهده.** کسی ذمی نے اگر ادائے جزیہ سے انکار کیا، یا کسی مسلمان کو قتل کر ڈالا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدزبانی کی، یا کسی مسلمان عورت سے زنا کیا، تو اس کا عہد نہ ٹوٹے گا اور کنز میں ہے۔ **ولا ينقض عهده بالاباء عن الجزية والزنا بالمسلمة وقتل مسلم وسب النبی صلی الله عليه وسلم.** ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا ہے، جزیہ کے انکار سے یا کسی مسلمان عورت سے زنا کرنے سے کسی مسلمان کو قتل کر ڈالنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کرنے سے اور وقایہ کے الفاظ ہیں: **لا ينقض ان يمتنع عن الجزية اوزنی بالمسلمة اوقبلها او سب النبی صلی الله عليه وسلم** ۔ ذمی کا عہد اس سے نہ ٹوٹے گا کہ وہ جزیہ دینے سے انکار کرے، یا مسلمان عورت سے زنا کرے یا اس کا بوسہ لے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بدزبانی کرے۔

حاصل ان عبارتوں کا یہ نکلا کہ ذمی کا عہد، فلاں فلاں جرائم کی طرح، شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بنا پر بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس سے یہ نتیجہ کہاں سے نکلا، کہ شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرے سے کوئی جرم ہی نہیں، اور ایسے گندہ ذہن سے فقہ حنفی کچھ غرض ہی نہیں کرتی؟ شتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ آخر دوسرے سنگین جرائم، بھی تو درج ہیں، کیا وہ سب بھی ذمی کو معاف ہیں؟ کیا ذمی آزاد ہے، کہ جب چاہے، جزیہ دے، اور جب چاہے انکار کر دے، کوئی باز پرس اس سے نہ ہوگی؟ کیا ذمی جب چاہے، کسی مسلمہ کے ساتھ اپنا منہ کالا کرے، حنفی قانون اس سے کوئی مواخذہ نہ کریگا؟ کیا ذمی جس مسلمان کو چاہے قتل کر ڈالے، حنفیہ کی حکومت اسے آزاد چھوڑے رکھے گی؟ حنفی خود الگ رہے، کیا کسی دشمن احناف نے بھی یہ چیزیں، حنفیوں کے متعلق فرض کی ہیں؟

''روشنیٔ طبع'' ایک فارسی ضرب المثل میں، اکثر، ''بلا'' بنجایا کرتی ہے۔ احناف بیچاروں کے حق میں۔ ان کا عمق نظر، ان کی ژرف نگاہی، ان کی باریک بینی ہی اکثر ان کی بدنامی کا باعث بن گئی ہیں۔ کہاں ان کا یہ فرمانا کہ: ''ذمی، شتم نبی کی بنا پر، نقض عہد کا مجرم نہیں ہوتا، اور اس لیے اسے سزا نقض عہد نہ ملے گی۔

سبحانک هذا بهتان عظیم! حاصل یہ ہے، کہ دوسرے مذاہب نے شتم نبی کو کوئی مستقل اور علیحدہ جرم نہیں قرار دیا، بلکہ اسے نقض معاہدہ میں ضمناً وتبعاً شامل کرلیا ہے، جیسے آج سے چند سال قبل، رسوائے عالم راجپال کے فتنہ کے وقت تک، توہین مذہب، تعزیرات ہند میں کوئی مستقل جرم تھی ہی نہیں، بلکہ ایسے گندہ ذہنوں کو اگر سزا ملتی تھی، تو بالواسطہ اس جرم قانونی کے ذیل میں کہ وہ رعایا کے دو گروہوں کے درمیان اشتعال جذبات کا باعث ہوئے! بخلاف اس کے حنفیہ نے شتم نبی کو، ضمنی، تبعی، اور بالواسطہ نہیں، بلکہ براہ راست، واماالتہ ایک مستقل وصریح جرم، مثل قتل حرام کاری، وغیرہ کے قرار دیا۔ اس کی سزا بھی مستقل مقرر کی، بلا لحاظ اس امر کے کہ اس سے معاہدہ شکنی ہے یا نہیں۔ جس طرح تعزیرات ہند میں ابھی چند ہی سال سے، جرم توہین مذہب کی ایک مستقل دفعہ بڑھی ہے، اس سے قطع نظر کرکے، کہ آیا اس توہین سے طبقوں میں منافرت بڑھتی ہے یا نہیں انصاف شرط ہے۔ حنفیہ کا جرم شتم نبی کے ساتھ یہ استخفاف ہوا، یا اس کی اہمیت کا اور زیادہ اعتراف؟

قدوری کی ایک شرح، ابھی پچھلی صدی میں لباب کے نام سے مصری نے لکھی ہے۔ اس میں فقہائے کرام کی عبارتیں جیسی اوپر نقل ہوئیں، بتا کر کے لکھتے ہیں: الجزیة جبرا اذا امتنع من جزیه ولیستوفی منه القصاص ویقام علیه الحد اذا زنی...... ویعاقب علی السب. ذمی نے اگر ادائے جزیہ سے انکار کیا ہے تو اس سے زبردستی وصول کیا جائے گا۔ اگر اس نے قتل کیا ہے، تو قصاص میں اسے قتل کیا جائے گا۔ اگر اس نے زنا کیا ہے، تو اس پر حد جاری ہوگی، اور اگر اس نے شتم رسول کیا ہے تو اسے اس کی سزا ملے گی۔

تنویر الابصار، درمختار کا متن، حنفیہ کی کتب متمدہ میں ہے۔ اس میں حاوی نے لکھا ہے: ویودب الذمی ویعاقب علی سبه دین الاسلام او القرآن او النبی صلی الله علیه وسلم. ذمی کو سزائے سخت ملے گی اہانت اسلام پر اہانت قرآن پر، اور اہانت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ غرض اہانت نبی پر، سزائے سخت دیئے پر سب ہی حنفیہ کا اتفاق ہے۔ اب گفتگو یہ رہی۔ کہ حنفیہ کے نزدیک یہ سزا کیا ہے؟ صاحب لباب لکھتے ہیں: واختار بعض المتاخرین قتله. متاخرین حنفیہ نے سزا قتل تجویز کی ہے۔ لیکن متاخرین، کی قید، تمام تر صحیح نہیں۔

علامہ عینی کا زمانہ متاخرین کا نہیں۔ متوسطین کا ہے؛ وہ شرح کنز میں فرماتے ہیں: وقال الشافعی رحمه الله منتقض لان ینتقض الایمان به فالا مان اولیٰ. وهو قال مالک رحمه الله واحمد رحمه الله واختیاری ..ا لان المسلم اذا سب النبی صلی الله

علیہ وسلم یکفر حتی یفتی بقتلہ فکیف اذا صدر هذا من محرم عدو الدین. امام شافعی رحمۃ اللہ کے نزدیک شتم نبی سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لیے کہ جب شتم نبی ناقص ایمان ہے تو ناقص امان بھی ضرور ہوا۔ اور یہی مسلک امام مالک واحمد رحمہما اللہ کا بھی ہے۔ اور قول مختار میرے نزدیک بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ جب ایک مسلمان، شتم نبی کر کے، کافر ہو کر واجب القتل ہو جاتا ہے، تو ایک دشمن دین سے اس کے صدور کی سزا قتل کیوں نہ ہوگی۔

ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ حنفی نے عینی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر جرح کرنی چاہی ہے، اور لکھا ہے: ان قول العینی "واختیاری ان یقتل سبب النبی صلی اللہ علیہ وسلم" لا اصل لہ فی روایتہ (بحر الرائق) عینی کے اس قول کے، کہ قول مختار یہ ہے کہ ذمی کو شتم نبی کے جرم میں قتل کر دیا جائے گا کوئی مسند روایات میں نہیں ہے۔ لیکن ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے بحر الرائق ہی کے حاشیہ، منح الخالق میں اس کا جواب دیدیا ہے۔ وقولہ لا اصل لہ فی روایتہ فاسد اذ صرحوا قاطبتہ انہ یعزر علی ذلک ویودب وھو بدل علی، جواز قتلہ زجرا لغیرہ اذ یجوز الترقی فی التعزیر الی القتل اذا عظم موجبہ. صاحب بحر الرائق کا یہ اعتراض کہ عینی کے قول کی سند روایات میں موجود نہیں، لغو ہے، کیونکہ یہ تو صاف صاف بہ تصریح موجود ہے۔ کہ ذمی کو اس کی سزا ملے گی۔ اس سزا میں قتل بھی شامل ہے، جبکہ دوسروں کو تنبیہ وتخویف مقصود ہے۔ موجب تعزیر اگر کوئی اہم جرم ہے، تو تعزیر بھی اسی نسبت سے بڑھتی جائے گی، یہاں تک کہ قتل تک پہونچ جائے۔

اور پھر اس حاشیہ میں شرح مقدسی سے منقول ہے: ولنا ان نودب الذمی تعزیرا شدیدا بحیث لومات کان دمہ ھدر کما عرف ان من مات فی تعزیر او حد لا شیء فیہ. (جن لوگوں نے تجویز قتل پر اعتراض کیا ہے، ان کا جواب یہ ہے کہ) ہمارے مذہب میں ذمی کے لیے اس جرم میں تعزیر شدید ہے، پھر اگر اسی میں وہ مر جائے تو اس کا خون معاف ہے۔ جیسے کسی اور تعزیر یا حد کے وقت اگر مجرم جاں بر نہ ہو سکے۔

بعض اکابر حنفیہ اس جانب بھی گئے ہیں۔ کہ اعلان شتم سے ذمی کا عہد ٹوٹ جاتا ہے۔
ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ، عبارت ہدایہ کی شرح میں فریقین کے دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: والذی عندی ان سبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اونسبتہ مالا ..... الی اللہ تعالیٰ ان ممما یعتقدہ کنسبۃ الولد الی اللہ تعالیٰ تقدس عن ذلک اذا اظہر یقتل بہ وینتقض عہدہ وان لم تظہرہ عشر علیہ وھو یکتمہ فلا. (فتح القدیر) میرے

نزدیک تو ذمی جس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا یا حق تعالیٰ سبحانہ تعالیٰ کی جانب کسی امر نالائق کے انتساب کا (مثلاً اللہ کی طرف اولاد ہونے کی نسبت کرنا)، اعلان کرے، تو واجب القتل ہو جاتا ہے اور اس کا عہد ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر اعلان نہ کرے، اور دل ہی میں مخفی رکھے، تو نہ عہد ٹوٹے گا، نہ سزا ملے گی۔

صاحب درمختار نے توضیح مقام میں بسط سے کام لیا ہے۔ حاوی اور تنویر الابصار کی عبارت نقل کرنے کے بعد شارح لکھتا ہے: قال العینی واختیاری فی السب ان یقتل وتبعه ابن الهمام. قلت وبه افتی به شیخنا خیر الدین رملی وهو قول الشافعی، ثم رأیت فی معروضات المفتی ابی السعود انه ورد امر السلطانی بالعمل بقول ائمتنا القائلین بقتله اذا اظهر انه مضاده وبه افتی۔ عینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ کہ "شتم نبی کے باب میں قول مختار یہ ہے، کہ ذمی قتل کر دیا جائے گا۔" اور ابن ہمام کی بھی یہی رائے ہے۔ اور ہمارے استاد خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے، اور یہی قول ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا، اس کے بعد میں نے معروضات مفتی ابوسعود میں پڑھا، کہ "فرمان سلطانی صادر ہو چکا ہے، کہ عملدرآمد ہمارے ان ائمہ کے قول کے مطابق ہو، جنہوں نے شتم نبی کے عادی مجرم کے قتل کا حکم کیا ہے۔" اور یہی فتویٰ مفتی موصوف کا ہے۔

آگے چل کر، صاحب درمختار، مفتی ابوسعود کے قول کی تائید میں، ابن کمال پاشا کی چہل حدیث کے حدیث نمبر ۳۴ کا حوالہ دیتے ہیں، جس کی شرح میں ابن کمال پاشا موصوف نے لکھا ہے: والحق انه یقتل عندنا اذا اعلن بشتمه علیه الصلوٰۃ والسلام. صرح به فی السیر الذخیرۃ حیث قال واستدلال محمد لبیان قتل المرأۃ اذا اعلنت بشتم الرسول بما روی ابن عمر بن عدی لما سمع عصماء بنت مروان توذی الرسول فقتلها لیلا و رسول الله صلی الله علیه وسلم علی ذالک انتهی فلیحفظ. حق یہ ہے، کہ ذمی ہم حنفیہ کے نزدیک قتل کر دیا جائے گا، جب بالاعلان شتم رسول کرے۔ چنانچہ ذخیرہ کی کتاب السیر میں اس کی تصریح ہے، اور یہ ہے، کہ امام محمد رحمۃ اللہ نے بالاعلان شتم رسول کے جرم میں عورت تک کے قتل کا حکم کیا ہے، اور دلیل پکڑی ہے اس روایت سے، کہ جب عمر بن عدی کو یہ خبر پہونچی کہ عصماء بنت مروان، رسول اللہ کی بدگوئی کر رہی ہے، تو رات میں اسے قتل کر ڈالا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس فعل کو پسند فرمایا۔ پس اسے یاد رکھنا چاہیے۔

درمختار ہی میں، ایک دوسرے موقع پر، کتاب المرتد کے تحت میں، گوضمناً سہی، تاہم یہ

صراحت بھی موجود ہے۔ **والکافر بسب نبی من الانبیاء فانه یقتل حد اً ولا تقبل توبته مطلقا.** جو مرتد، حضرات انبیاء میں سے کسی نبی کی اہانت کی بنا پر کافر ہوا، اس کی توبہ کسی طرح مقبول نہیں، وہ قتل کیا جائے گا، بہ طور حد کے۔

درمختار کے شارح جلیل شامی، رحمۃ اللہ، درالمختار میں اور زیادہ بسط واطناب کو کام میں لاتے ہیں۔ تنویر الابصار کی عبارت میں جہاں یہ مقام آیا ہے، کہ شتم نبی سے ذمی کا عہد نہیں ٹوٹتا، وہاں یہ حاشیہ دیتے ہیں۔ یہ حکم اس وقت کے لیے ہے، جب تک شتم نبی علی الاعلان نہ ہو، یا ذمی اس کا عادی مجرم ہو، تو وہ قتل کردیا جائے گا، خواہ عورت ہی ہو۔ اور اسی پر آج فتویٰ ہے۔ پھر جہاں تنویر میں یہ مضمون ہے، کہ ذمی کو اہانت رسول پر سخت سزا دی جائے گی۔ اس عبارت پر یہ حاشیہ دیا ہے۔ **اطلقه فشمل تادیبه وعقابه بالقتل اذا اعتاده واعلن به.** یہ سزا کا حکم عام ہے قتل بھی اس کے تحت میں آجاتا ہے جب شتم بالاعلان ہو، یا مجرم اس کا عادی ہو۔ آگے دلائل وشواہد تفصیل سے درج کیے ہیں۔ فخر المتاخرین مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ، شاید ان ہی سب شواہد کو پیش نظر رکھ کر، بطور خلاصہ، حاشیہ شرح وقایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ **یودب الذمی ویعزر اذا صدر منه مثل هذه الامور لاسیما اذا اعلن اوتکرر منه بل صرحوا الوجوب قتله سیا سة(عمدة الرعایة).** ذمی سے جب اس قسم کی حرکتوں کا صدور ہوگا اسے سخت سزا دی جائے گی، خصوصاً جبکہ ان کا صدور بالاعلان ہو یا مکرر۔ بلک ہمارے فقہاء کی تو تصریح ہے، کہ ایسا شخص سیاستہ واجب القتل ہے۔

اتنی شہادتوں کے بعد، کیا حنفیہ کا نقطۂ نظر اب بھی مشتبہ، مبہم، ومجہول کہا جاسکتا ہے؟

گستاخ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سزا کا قانون اور ازالہ ایک غلط فہمی کا!

ملک محمد حسین ایڈووکیٹ صاحب

سوال..... کیا توہین رسالت اور دیگر متبرک شخصیات کی اہانت کو پہلی مرتبہ 295-A.C اور 298-A.C تعزیرات پاکستان کی رو سے قانون کا حصہ بنایا گیا؟

جواب.....نہیں! بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نبوت کے فوراً بعد سے اسلام اور اسلامی دنیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی جرم رہی ہے اور اس کی سزا موت ہی تھی۔

ثبوت و دلائل بمطابق ادوار

❶ دلائل از قرآن مجید.....

① ..... جب پہلی مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے سامنے اللہ کی واحدانیت کا بحیثیت نبی اعلان فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابولہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ جس پر رب العزت کو جلال آ گیا۔ پوری سورۃ اللھب میں اس گستاخی کی تباہی و بربادی کی پیشین گوئی فرما دی۔ جو من وعن پوری ہوئی۔

② .....سورۃ الاحزاب میں فرمایا: ''بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ دنیا اور آخرت میں ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔''

③ .....(سورۃ الانفال:۱۲) میں فرمایا: ''پس تم ان کی گردنوں پر ضرب اور جوڑ جوڑ پر چوٹ لگاؤ۔ یہ اس لئے ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ (اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر اس کی وعید فرمائی ہے۔)

❶ دلائل از احادیث شریف.....

① .....کعب بن اشرف یہودی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا اور ہجو کیا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے عمرو بن دینار نے اس ملعون کا کام تمام کر دیا۔

②......ابو رافع یہودی، جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند انصار کو بھیجا۔ جنہوں نے اسے جہنم واصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ (الصارم المسلول ص ۲۱۰)

③......حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جوش میں آ کر اس کا گلہ گھونٹ کر اسے انجام تک پہنچا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔

④......بنی خطمہ کی عورت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر اسی کے قبیلے کے ایک آدمی نے اس کا خاتمہ کر دیا۔

⑤......حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو انبیاء کو گالی دے قتل کیا جائے اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔

⑥......واقدی کی روایت ہے کہ ایک شیخ ابو عفک جس کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ مدینہ میں آ کر لوگوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں بھڑکایا کرتا تھا۔ سالم بن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ صفحہ ۱۱۷۶)

⑦......علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے قیدیوں میں کسی کو قتل نہیں کرایا۔ سوائے عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کے۔ کیونکہ یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قول و فعل سے ایذا دیتے تھے۔'' (الصارم المسلول ص ۱۵۶، ۱۶۰)

⑧......نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ہر ایک سے ہاتھ روکنے کا حکم دیا۔ سوائے ان ۶ مردوں اور ۴ عورتوں کے، جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کے مرتکب ہوا کرتے تھے۔ حالانکہ باقی ہر جنگ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطراف سے عورتوں کے قتل کی ممانعت تھی۔ (مدارج النبوۃ ص ۵۰۶)

⑨......ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالیہ میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اسے جہنم واصل کرنے کی ذمہ داری سونپی۔ جنہوں نے بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھایا۔ (کتاب الشفاء)

⑩......ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم واصل کیا۔ (کتاب الشفاء)

③ شیعہ روایات......

①......محمد بن مسلم امام باقر سے روایت کرتے ہیں کہ ہذیل میں ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو فرمایا کون ہے اس کے لئے تو دو انصاری صحابی کھڑے ہوئے۔ جنہوں نے جا کر اس کی گردن اڑا دی۔ (وسائل شیعہ ج ۱۸)

②......حضرت جعفر صادق کا قول ہے: ''میرے والد نے مجھے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری گستاخی کرے اس کو قتل کر دو۔'' (وسائل شیعہ ج ۱۸)

③...... امام رضا نے روایت کیا۔ انہوں نے اپنے والد سے سنا کہ جو نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے قتل کیا جائے اور جو کسی صحابی رضی اللہ عنہم کو گالی دے اسے کوڑے لگائیں جائیں۔ (وسائل شیعہ ج ۱۸)

④......محمد حسین ہیکل اپنی تصنیف میں رقم طراز ہے کہ اسود عنسی یمن کا مدعی نبوت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام میں فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ نے اس کے گھر داخل ہو کر اسے قتل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک اطلاع پہنچی تو فرمایا جس نے اسے قتل کیا وہ خود بھی بابرکت اور اس کا خاندان بھی بابرکت ہے۔

⑤...... مسیلمہ کذاب کے سفیروں کے بارے میں ابوداؤد اور طیالسی میں ابووائل سے روایت ہے کہ ابن نواحہ اور ابن اثال کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے اور مسیلمہ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہم مسیلمہ کے اللہ کا رسول ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ جس پر نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قاصد کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کرا دیتا۔

غور طلب مسئلہ یہ ہے۔ مندرجہ بالا تمام واقعات کا اگرچہ تعلق سیرت الرسول سے ہے۔ لیکن یہ خالصتاً حکم خداوندی تھے۔ مسلمان کا عقیدہ یہ کہ: ''فرمودہ رسول فرمودۂ خدا است'' اور قرآن کریم میں ہے کہ: ''وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحیٰ'' (سورۃ النجم) کہ نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنی مرضی سے بولتے ہی نہیں۔ جب تک کہ آسمانوں سے جبرائیل پیام خداوندی لے کر نہ اتریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے گستاخان رسول کو قتل کیا۔ گویا یہ قانون تو اللہ احکم الحاکمین کا ہوا۔

خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا عمل

امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا

دور شروع ہوتے ہی مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کی سرکوبی کا مسئلہ درپیش آیا۔ جسے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اتنی غیر معمولی اہمیت دی کہ انصار مہاجرین کے لشکر تیار فرمائے۔ حتیٰ کہ بدری صحابہ اور حفاظ کی ایک ایسی جماعت جسے آپ عام حالات میں نہ بھیجتے تھے۔ انہیں بھی اس لشکر میں روانہ فرمایا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل اور جناب شرحبیل رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر کو مسیلمہ کذاب کے بنی حنیفہ کے لشکر نے پسپا کر دیا۔ لیکن خالد بن ولید کی قیادت میں لشکر اسلام نے جس میں ایک بہترین کمانڈر کی صلاحیت کا بہت بڑا دخل تھا اور جری بہادر مجاہدین نے خوب حمیت دین کا ثبوت دیا۔ پھر دونوں لشکروں کے برابر آدمی کام آئے۔ لیکن فتح اسلام کو نصیب ہوئی۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کا کام تمام کر کے اس فتنہ کو اس کے انجام تک پہنچایا۔ لیکن حفاظ کی بڑی تعداد جام شہادت نوش کر گئی۔ فائدہ یہ ہوا کہ خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ تدوین قرآن کا کام شروع کرا دیا۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم کا عمل...... ایک یہودی اور مسلمان نما منافق کا جھگڑا تھا۔ دونوں نے معاملہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ تو منافق نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی فیصلہ کرا لیتے ہیں۔ یہودی نے اتفاق کر لیا۔ وہاں پہنچے تو اپنا معاملہ پیش کیا۔ یہودی نے کہا۔ آپ سے پہلے یہ فیصہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کرا چکے ہیں۔ لیکن اس نے کہا کہ یہ فیصلہ آپ سے بھی کرا لیا جائے۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسلمان نما منافق سے دریافت کیا کہ کیا یہ یہودی درست کہتا ہے۔ اس کی تصدیق پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ گھر تشریف لائے اور تلوار لے جا کر اس کا سر قلم کر دیا اور فرمایا جو آدمی سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کے بارے میں عمر کا فیصلہ یہی ہے کہ اسے دھرتی پر جینے کا حق ہی نہیں ہے۔ (تفسیر روح المعانی ج ۵ صفحہ ۲۷، الصارم المسلول صفحہ ۷۹، ۸۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا۔ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دی تھیں۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ (الصارم المسلول ص ۲۷۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گستاخ رسول کو سزا دینا...... ایک شخص نے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت پر ٹوکا تھا، اور کہا تھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عدل کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری ماں تجھے روئے اگر میں عدل نہیں کروں گا تو کون کرے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے جہنم واصل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا گستاخ رسول کو سزا دینا...... مالک بن نویرۃ نے شان نبوت میں گستاخی کی نیت سے کچھ الفاظ کہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے بھانپ لیا اور اس گستاخ

کوقتل کر دیا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فیصلہ...... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ مسجد میں کچھ لوگ مسیلمہ کذاب کی رسالت کے قائل ہیں۔ آپ نے انہیں گرفتار کرالیا۔ لیکن وہ تائب ہو چکے تھے۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا ماسوائے عبداللہ بن النواحۃ کے اسے سزائے موت دی۔ استثناء پر فرمایا یہ وہ شخص ہے جو مسیلمہ کذاب کا سفیر بن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا اور آپ کے پوچھنے پر مسیلمہ کذاب کی رسالت کا بھی اقرار کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اگر سفیروں کو قتل کرنا جائز ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ میں نے آج اسے اس کی سزا دی ہے۔ (طحاوی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ...... حضرت حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے قتل کیا جائے۔ (الصارم المسلول ۱۲۷)

گستاخ رسول کے بارے میں اجماع امت...... جب ذمی، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اس کا عہد ٹوٹ گیا اور وہ واجب القتل ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلم اس کا مرتکب ہو تو اسے بھی قتل کیا جائے گا۔ (الصارم المسلول ص ۷)

عرفۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا نظریہ...... حضرت عرفۃ بن الحارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ ابن ابی جہل کے ساتھ یمن میں مرتدین کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس کے پاس سے ایک عیسائی گزرا جس کا نام بیدقون تھا۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ حملہ کر دیا۔ آپ اسے پکڑ کر والی مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ والی مصر نے نصاریٰ کو بلایا تو انہوں نے کہا آپ ہماری جان و مال کے تحفظ کا ذمہ لے چکے ہیں۔ حضرت عرفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا معاذ اللہ ہم نے ذمہ داری لی ہے کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایذا دی جائے۔ ہم نے صرف یہ ذمہ داری لی ہے کہ ان کی عبادت گاہوں کے درمیان مداخلت نہیں کریں گے۔ جان و مال کی حفاظت کریں گے۔ ان کے مقدمات کا احکامِ الٰہی کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ عمرو بن العاص نے یہ سن کر فرمایا ''صدقت'' آپ نے سچ کہا۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط)

معلوم ہوا کہ ذمی کو بھی اسلامی ریاست میں اگر وہ شان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کرے اس کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے ادوار میں گستاخان وشاتمان رسول کے لئے جرم گوشہ نہیں رکھا۔ اس کے بعد آنے والے اسلامی حکمرانوں کے فیصلہ جات مندرجہ ذیل ہیں:

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ کا موقف......آپ نے عامل (گورنر) کوفہ کے استفسار پر لکھا۔ اس شخص کو جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو، ان کے علاوہ کسی دوسرے کو گالی دینے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ (کتاب الشفاء ج ۲ صفحہ ۸۳)

خلیفہ ہارون الرشید کا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے فتویٰ حاصل کرنا......عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمۃ اللہ سے دریافت کیا کہ عراق کے علماء نے شاتم رسول کے لئے کوڑوں کی سزا تجویز کی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ نے جواباً غصہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے واجب القتل ہے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے یا گالیاں دے اس کو کوڑے مارے جائیں۔ (الشفاء ج ۲ صفحہ ۲۸۷، ۲۸۸)

موسیٰ بن مہدی عباس کے دور میں......عباسی خلیفہ موسیٰ بن مہدی الملقب بہ ہادی کے عہد میں ایک شخص نے قبیلہ قریش کو برا بھلا کہا اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک کے متعلق گستاخی کی وہ خلیفہ کے سامنے لایا گیا۔ اس نے علماء وفقہاء کو جمع کیا اور فتویٰ معلوم کیا۔ انہوں نے قتل کا فتویٰ جاری کیا۔ خلیفہ نے کہا اس سے قریش کی اہانت ہی کافی تھی۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق خاندان قریش سے ہے۔ اس دشمن خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کرلیا۔ چنانچہ اس کا سر قلم کر دیا جائے۔ (تاریخ خطیب ج ۱۳ ص ۲۳، تاریخ اسلام معین الدین ندوی ج ۳ صفحہ ۸۲)

سلطان نور الدین زنگی اور گستاخان رسول......۵۵۷ھ میں سلطان نور الدین زندگی کے زمانے کا واقعہ کسی زمانے کا مشہور واقعہ ہے۔ تین راتیں نور الدین زندگی کو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دو نیلی آنکھوں والے دکھلا کر حکم دیا۔ میری ان سے حفاظت کرو۔ جب سلطان نے مدینہ پہنچ کر کھوج لگالیا تو عقدہ کھلا کہ دو نصرانیوں نے ایک سرائے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس تک زیر زمین سرنگ کھود رکھی تھی۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ عیسائی بادشاہوں نے ان کو بیش بہا دولت دے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر نکال لانے پر مامور کیا تھا۔ سلطان آتش غضب سے بھڑک اٹھا۔ ان دونوں کو قتل کرا دیا اور حجرہ مبارک کے گرد بنیادیں گہری کھدوا کر بھر دی گئیں۔ تاکہ آئندہ کسی ملعون کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لحد مبارک تک کا رسائی کا موقع نہ ملے۔

سلطان صلاح الدین ایوبی اور گستاخان رسول......

①......شیطان صفت پرنس ارطاق والئی کرک ریجی نالڈ نے جزیرہ نمائے عرب پر لشکر کشی کی تاکہ روضہ اقدس کو منہدم اور خانہ کعبہ کو مسمار کرے۔ مدینہ سے اسلامی لشکر مقابلہ کے لئے روانہ ہوئے۔ جن کو دیکھ کر وہ اپنے جہازوں کو چھوڑ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں بھاگے۔ مسلمان سپاہ نے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ لیکن ریجی نالڈ جان بچانے اور بھاگ جانے کے بعد بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آیا۔ مسلمان کے ایک کارواں کو ۱۱۷۹ء میں لوٹا اور تمام آدمی گرفتار کر لئے۔ بادشاہ یروشلم نے واپسی کے لئے سفیر بھیجے تو اس نے مذاق اڑایا۔ اسی طرح پھر اس بدبخت نے ۱۱۸۳ء میں وہی حرکت دہرائی۔ ۱۱۸۶ء میں مسلمان تاجروں کا ایک قافلہ لوٹ کر اہل قافلہ کو گرفتار کر لیا۔ جب ان لوگوں نے رہائی کے لئے کہا تو اس دشمن خدا نے کہا تم محمد پر ایمان رکھتے ہو۔ اس سے کیوں نہیں کہتے وہ آ کر تم کو چھڑائے۔ جس وقت سلطان صلاح الدین ایوبی کو بھی ریجی نالڈ کی اس گستاخانہ گفتگو کی خبر ملی تو اس نے قسم کھا کر کہا اگر خدا نے چاہا تو اس کافر کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا۔ صلیبی جنگوں میں فرنگیوں کو شکست ہوئی تو بادشاہ اور شہزادے سلطان کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس نے ریجی نالڈ کو پہچان لیا اور اسے اپنی قسم بھی یاد آ گئی۔ ریجی نالڈ کو اس کی بداعمالیاں گنوائیں اور خود اس کا سر قلم کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ہم مسلمان ہیں لوگوں کو خواہ مخواہ قتل نہیں کرتے۔ ریجی نالڈ کو گستاخی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے۔ (ابن اثیر ج ۱۱ صفحہ ۸۲، کتاب الروضین ج ۲ صفحہ ۸)

②......سلطان صلاح الدین ایوبی نے ایک شخص کو یہ شعر کہنے پر علماء دین سے فتویٰ لے کر قتل کرا دیا۔

وکان سب هذا دین من رجل
سعی فاصبح یادعی سید الامم

ترجمہ......اس دین کا آغاز ایک ایسا شخص ہے۔ جس نے کوشش کی اور امتوں کا سردار بن گیا۔ حضرت حبان کا قول ہے کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ نبوت اکتسابی ہے۔ وہ شخص زندیق ہے۔ قتل کر دینا چاہیے۔ (ترجمان اہل سنت ص ۱۲۶۶، اپریل ۱۹۷۶ء)

واضح رہے۔ اس زمرہ میں مرزائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی بڑھ سکتا ہے۔ (ڈائری مرزا محمود ابن مرزا قادیانی اخبار الفضل ۱۷، جولائی ۱۹۲۲ء)

فقہائے اندلس اور گستاخ رسول......ابراہیم فرازی ماہر علوم مشہور زمانہ شاعر تھا۔ وہ قاضی العیاض بن طالب کی علمی مجلس میں شریک ہوا کرتا تھا۔ معلوم ہوا وہ خداوند تعالیٰ اور انبیاء کرام علیہم

السلام اور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخیاں کرتا ہے اور مذاق اڑاتا ہے تو قاضی اور دیگر فقہاء نے اس کو عدالت میں طلب کیا اور اس کا یہ عمل ثابت ہونے پر پھانسی کی سزا دی گئی۔ (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۳۷۸، از قاضی عیاض مالکی)

قرطبہ میں گستاخانِ رسول کا انجام..... قرطبہ کے پادری یولوجینس نے ۱۸۵۰ء میں سر عام پیغمبر علیہ السلام کی گستاخی کا آغاز کیا۔ یہ امیر عبدالرحمٰن کا زمانہ تھا۔ منع کرنے کے باوجود پادری اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا تو امیر عبدالرحمٰن کے بیٹے (امیر محمد) کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔ (لین پول اسٹوری آف دی نیشنز جلد ۲ صفحہ ۱۹۲۴)

اسی طرح فلورا قرطبہ کی نوجوان حسین دوشیزہ تھی۔ اس نے تحریک توہین رسالت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اور اسی سلسلہ میں اس کی ملاقات یولوجینس سے ہوگئی۔ جو اس کے عشق میں پھنس گیا۔ کافی عرصہ بعد ایک دن وہ کلیسا گئی۔ وہاں اس کی ملاقات میری نامی ایک عیسائی لڑکی سے ہوئی۔ وہ بھی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی۔ دونوں قاضی کے پاس آئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں پے در پے گستاخانہ کلمات کہے۔ قاضی نے ان کو باز رہنے کی تلقین کی۔ لیکن وہ باز نہ آئیں اور گستاخی کا ارتکاب کرتی رہیں۔ چنانچہ ۲۴ نومبر ۸۵۱ء کو انہیں قتل کر دیا گیا۔ (عبرت نامہ اندلس جلد ۱ صفحہ ۴۶۰، ۴۹۱، تاریخ اندلس از سید ریاست علی)

پرفیکٹس اور گستاخ رسول کی سزا..... پرفیکٹس سینٹ ایکس کلولس کے گرجا کا ایک پادری تھا۔ جو عربی زبان میں مہارت رکھتا تھا۔ اس نے سر بازار کچھ مسلمانوں کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، قاضی کے سامنے پیش کر کے اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ (عبرت نامہ اندلس جلد ۱ صفحہ ۴۷۱، ۴۷۳)

راہب اسحاق اور امیر عبدالرحمٰن کا حکم..... راہب اسحاق ۲۴ برس کی عمر میں مبانوس کی مسیحی خانقاہ میں گوشہ نشین ہوگیا اور وہاں متعصب پادریوں کی تصانیف کے مطالعہ کی وجہ سے اس کے دل میں اپنی جان دے کر بزرگی کا جوش پیدا ہوا۔ ایک دن خانقاہ سے نکل کر قرطبہ پہنچا اور قاضی کے سامنے اس نے اسلام کی قبولیت کے لئے ہدایات حاصل کرنے کا مطالبہ کیا۔ قاضی نے خوش ہو کر سمجھانا شروع کیا۔ اس نے برملا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کیا۔ جب کہ سمجھانے پر اسے بھی برا بھلا کہا۔ قاضی نے اسے جیل بھیج دیا۔ معاملہ امیر عبدالرحمٰن تک پہنچا تو اس نے اس گستاخ رسول کی پھانسی کا حکم جاری کر دیا۔ جس پر جون ۵۱ء میں عمل درآمد ہوا۔ (عبرت نامہ اندلس ۴۷۹، ۴۸۱) اس واقعہ کے دو دن بعد ایک فریقی عیسائی (سانکو) جو پادری یولوجینس کا شاگرد تھا۔ عبدالرحمٰن کی محافظ فوج کا سپاہی تھا

نے پیغمبر اسلام کو گالیاں دیں اور قتل ہو کر واصل جہنم ہوا۔ (عبرت نامہ اندلس جلد اصفحہ ۴۸۱)

اس کے بعد اتوار کے روز چھ عیسائی راہب ۷ جون کو قاضی کے سامنے آئے اور کہا ہم بھی اپنے دینی بھائیوں اسحاق اور سانکو کے الفاظ کا اعادہ کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب وشتم کرنے لگے اور یہ چھ کے چھ قتل کر دیئے گئے۔ (عبرت نامہ اندلس ا صفحہ ۴۸۱)

سیسی نند گستاخ رسول کا انجام...... سنٹ ایلکس کلوس کے گرجا کا ایک پادری جس کا نام سیسی نند تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی تحریک پر واصل جہنم ہوا۔

تھیوڈ یرَ کا قتل...... تھیوڈر شہر فرسونہ کا ایک نوجوان راہب تھا۔ توہین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتکب ہو کر مسلم حکومت کے حکم پر قتل ہوا۔

آ ئزک کا قتل...... پرفیکٹس کی طرح آ ئزک بھی قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ جیسے ہی قاضی نے اسلام کے عقائد بیان کرنے شروع کیے۔ اس نے سب وشتم کرنا شروع کر دیا۔ قاضی سے برداشت کرنا مشکل ہو گیا اور اسے طمانچہ رسید کر دیا اور کہا جانتا ہے اسلام میں اس کی سزا قتل ہے۔ تو اس نے کہا خدا فرماتا ہے مبارک ہیں وہ لوگ جو دینداری کے لئے ستائے جائیں۔ آسمان کی بادشاہت ان کے لئے ہے۔ اس کو قتل کیا گیا اور وہ اپنے انجام کو پہنچا۔ (تاریخ اندلس از سید ریاست علی ندوی) یہ دور سیاہ بد بختی کا انتہاء کا دور تھا اور اس وقت کے مسلمان حکمرانوں کے فیصلے سیاہ رات میں ستاروں کی مانند چمکتے نظر آتے ہیں۔ اسی طرح این میری شمل بھی عیسائی گستاخوں کی دانستہ طور پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم توہین کی سزا میں قتل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ (بحوالہ این میری شمل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اینڈ ہز میسنجر ص ۶۵ انگریزی)

مغلیہ دور حکومت میں گستاخ رسول کو سزائے موت...... عبدالرحیم قاضی متھرا نے شیخ عبدالغنی چیف جسٹس کو استغاثہ بھیجا کہ مسلمان وہاں ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ایک سرکش برہمن نے ان کا سارا عمارتی سامان اٹھوالیا اور اس سے ایک بت خانے کی تعمیر شروع کروادی۔ جب تادیبی کارروائی کی گئی تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ چیف جسٹس نے ان کو طلب کیا۔ اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا۔ اکبر بادشاہ کا زمانہ تھا۔ اس نے بیربل اور شیخ ابوالفضل کو بھیجا اور اسے لے آئے۔ شیخ ابوالفضل نے اپنی مکمل تحقیق جو گواہوں سے کی تھی بیان کی کہ اس نے واقعی گالیاں بکی ہیں۔ علماء کے معاملے میں دو گروہ ہو گئے۔ ایک کا فتویٰ قتل تھا اور دوسرا تعزیر کا۔ بحث طویل ہو گئی۔ شیخ نے بادشاہ سے قتل پر اصرار کیا۔ شاہی محل کی بیگمات سفارشی تھیں۔ بادشاہ نے واضح حکم دینے کی بجائے

گول کر دیا۔ شرعی مسئلہ ہے۔ آپ ہم سے کیا پوچھتے ہیں۔ بالآخر شیخ عبدالغنی نے اس گستاخ رسول کے قتل کا حکم دیا اور اس کی گردن ماردی گئی۔ (التواریخ عبدالقادر بدایونی)

دوسرا واقعہ...... ایک ہندو مورخ اپنی تصنیف ''پنجاب کا آخری مغل دور حکومت'' ص ۱۱۲ پر لکھتا ہے: حقیقت رائے بھاگ ملپوری سیالکوٹی کھتری کا پندرہ سالہ لڑکا تھا۔ جس کی شادی بٹالہ کے کشن سنگھ بھٹہ سکھ کی لڑکی سے ہوئی۔ حقیقت رائے اسکول میں پڑھ رہا تھا۔ یہاں ایک مسلمان استاد نے ہندو دیوتاؤں کے خلاف توہین آمیز باتیں کیں۔ حقیقت رائے نے پیغمبر اسلام اور حضرت فاطمہ زہراء کی شان میں گستاخی کی۔ حقیقت رائے کو اس جرم میں گرفتار کر کے لاہور عدالت میں پیش کیا گیا۔ ہندوؤں میں ہل چل مچ گئی۔ کچھ ہندو افسر پنجاب کے گورنر زکریا خان کے پاس پہنچے کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے۔ لیکن زکریا خان نے سفارش نہ سنی۔ سزائے موت پر نظر ثانی سے انکار کر دیا۔ مجرم کو پہلے ستون سے باندھ کر کوڑوں کی سزا دی گئی۔ پھر اس کی گردن اڑا دی گئی۔ واضح رہے کہ کوڑوں کی سزا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی پر اور سزائے موت حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر دی گئی۔ وہی مورخ لکھتا ہے کہ بسنت کا میلہ حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

لیکن افسوس! آج مسلمان بسنت کی حقیقت سے ناآشنا ہو کر اس مکروہ رسم کو ادا کر کے قہر خداوندی کو دعوت دے رہے ہیں۔ اسماعیل قریشی صاحب سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ اپنے مضمون ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے قانون پر بے جا اعتراض'' میں لکھا ہے۔ سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد ۱۸۶۰ء میں برٹش گورنمنٹ نے توہین رسالت کا قانون منسوخ کیا تو مسلمان سرفروشوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور گستاخان رسول کو کیفر کردار تک پہنچاتے رہے۔ (ناموس رسالت اور قانون توہین رسالت از محمد اسماعیل قریشی صفحہ ۴۶۷، ۴۶۸)

انگریزی دور حکومت ہندوستان اور قانون توہین رسالت...... اس سے یہ تو اظہر من الشمس ہے کہ ۱۸۶۰ء سے قبل ہندوستان میں توہین رسالت کی سزا سزائے موت کا قانون موجود تھا اور ایک اور بات جو میں نے اپنے مضمون '' حمیت نام تھا جس کا'' طبع شدہ روزنامہ جنگ ملتان ۳، اکتوبر ۲۰۰۹ء میں واضح طور پر تحریر کی تھی۔

''جو دشمنان اسلام تحفظ ناموس رسالت سمیت دیگر قوانین کو ختم کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ وہ دراصل ایک اور فساد کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں۔ جب مسلم معاشرہ میں ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کی کھلی چھٹی قانوناً مل جائے گی تو اسے مسلمان کبھی برداشت نہ کر پائیں گے۔ لہٰذا بہتر یہی

ہے کہ اس ملک میں قانون برقرار رہنا چاہئے جو اس ملک میں ملعون سلمان رشدیوں کی فصل اگنے سے روک سکے۔'' اس کے بعد جب ۱۸۶۰ء میں فرنگی حکومت نے تعزیراتی قوانین تبدیل کئے تو اس میں سابق قانون توہین رسالت کو اس کی اصل شکل میں لانے کی بجائے ایک دفعہ 298 شامل کردی۔ جس میں کسی شخص کی اہانت کو جس سے کسی کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہوں۔ اسے جرم قرار دیا گیا۔ لیکن نہ تو شخصیات تخصیص کی گئی اور نہ ہی خصوصی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم یا برگزیدہ شخصیات کی صراحت کی گئی۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان اور توہین رسالت کا قانون...... جب اللہ کے فضل وکرم اور ''پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کے نعرے اور جذبہ کی برکت سے اللہ نے ملک عطاء فرمادیا۔ چاہئے تو یہ تھا اللہ پاک کے رسول اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خاندان نبوت کے سلسلہ میں صحیح حالت میں قوانین مرتب ہوتے اور اس سے صحیح معنوں میں اس کے احسان کا شکر ادا کیا جاتا۔ لیکن وہ قوانین اسی حالت میں تعزیرات پاکستان میں شامل کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔ اس سے حوصلہ پا کر بہت سے فتنوں نے سر اٹھایا۔ ملک کے گوشے گوشے سے مسلسل اس کے متعلق تحریکیں چلتی رہیں۔ بالآخر ۱۹۷۸ء میں توہین رسالت اور دیگر شخصیات مقدسہ کی توہین کے لئے قانون سازی ہوئی اور 295-C-Atc C اور 298-Ato C منظور ہوئے۔ جس میں اسلام کی اصل روح کے مطابق توہین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا موت یا عمر قید مقرر کی گئی۔ لیکن ایک خامی رہ گئی کہ پیغمبر اسلام کی گستاخی کی سزا موت کے ساتھ ساتھ عمر قید بھی رکھی گئی۔ چنانچہ جناب محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈووکیٹ سپریم کورٹ نے ۱۹۹۱ء میں اس کی تصحیح کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ میں بذریعہ رٹ چیلنج کیا۔ جس میں ۷ ججوں کی فل بینچ نے اس گھناؤنے جرم توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا صرف اور صرف موت ہی قرار دی۔ عمر قید کے الفاظ قانون سے حذف کرنے کا حکم دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مملکت خداداد پاکستان میں جن کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض کا روگ تھا اس قانون کے ڈر سے ارتکاب سے باز رہے۔ اگر اکا دکا واقعات کہیں ہوئے تو قانون حرکت میں آیا۔

مندرجہ بالا تمام حوالہ سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعزیرات پاکستان سے ہی جنم نہیں لیا۔ بلکہ یہ قانون تو بعثت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہر دور میں موجود رہا۔ ویسے بھی یہ تصور تو کوئی کوڑ مغز ہی کرسکتا ہے کہ اللہ احکم الحاکمین اپنے پیغمبر کی توہین کی کھلی چھٹی دے دیں۔ اگر اب کوئی حکومت اقتدار کے خمار میں ایسا

کرنے کی کوشش کرے گی تو اسے فرمان خداوندی ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے کہ:"**قل ان کان اباؤ کم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیر تکم واموال اقتر فتموها وتجارة تخشون کسادها ومسٰکن ترضونها احب الیکم من الله ورسوله وجهاد فی سبیله فتربصوا حتیٰ یاتی الله بامره والله لایهدی القوم الفسقین**"O(**سورة توبه**)

یعنی اگر آباء واجداد، مال ودولت، الغرض دنیا میں موجود کسی چیز سے محبت اگر تم اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کرو تو عذاب خداوندی کا انتظار کرو۔ گویا ہمارے حکمرانوں کا یہ فیصلہ غضب الٰہی کو دعوت ہی ہوئی اور قہار ذات نے اپنے عذاب کے تذکرے میں فرمایا کہ:" **ان بطش ربک لشدید**" کہ تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو بزدلی کے اس رویے کو ترک کر کے عصمت ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت کو اقتدار سے مقدم سمجھنا چاہئے۔

نہ جا اس کے تحمل پہ کہ بے ڈھب ہے گرفت اس کی
ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

لولاک
ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ

حرمتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ابن عمر فاروق صاحب، کراچی

قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾(الاحزاب، آیت:۵۷) "بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے"۔

اے خاصہ خاصان رسل وقتِ دعا ہے

امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے

آج امت جس پستی و زبوں حالی کا شکار ہے، اس میں غیروں سے کیا گلہ کیجئے، خود مسلمان ہی غفلت کی نیند سو رہے ہیں۔ اپنی حالت بدلنا ہی نہیں چاہتے بلکہ الٹا جگانے والوں پر ہی چیخنے لگتے ہیں۔ اپنی تاریخ سے نابلد ہیں اور جاننا بھی نہیں چاہتے۔ دین کے احکامات سے واقفیت نہیں اور واقف ہونے کے لیے وقت بھی نہیں۔ ان کمزوریوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کفار نے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے مسلمانوں میں یہ سوچ پروان چڑھادی کہ اسلام تو امن کا مذہب ہے۔ دوسری قومیں کتنا ہی ظلم کریں، ہمیں غصہ میں نہیں آنا۔ لڑنا، دہشت گردی ہے۔ اسلحہ رکھنا، شدت پسندوں کا کام ہے۔ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کا قتل ہے۔ جی ہاں بات بھی کچھ یوں ہی ہے۔ اسلام سے زیادہ امن و آشتی اور رواداری کا درس کسی مذہب نے نہیں دیا۔ قتل و غارت گری تو دور کی بات ہے، اسلام نے لڑائی جھگڑے سے بھی منع کیا ہے۔ لڑنا، جھگڑنا تو چھوڑیئے، گالی گلوچ سے بھی روکا گیا ہے۔ بدزبانی بھی بڑی بات ہے، ایک دوسرے کو برے ناموں سے پکارنے کو بھی منع کیا گیا ہے، لیکن جہاں قتال کا حکم آگیا، وہاں قتل کرنا عظیم ثواب ہے اور اس شرعی حکم کا انکار کرنے والوں کے لیے قرآن جہنم کی وعیدیں سناتا ہے۔

اسی طرح غصہ کرنے کی بجائے صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لیکن جہاں پر دین کی خاطر غیرت

کھانے اور غصہ جاری کرنے کا حکم ہے، وہاں صبر کرنے والا الٹا گنہگار ہے اور بعض صورتوں میں اس پر جہنم واجب ہو جاتی ہے۔ آج عمومی طور پر امت مسلمہ غیرت سے عاری اور بے حسی کی انتہا کو پہنچی ہوئی ہے۔ ہمارے پاک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں وقتاً فوقتاً نت نئے طریقوں سے توہین کی جارہی ہے۔ کبھی ان کی ذات اقدس پر ہرزہ سرائی کی جاتی ہے، کبھی ان کے طرح طرح کے خاکے بنا کر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اب تاریخ دے کر سالانہ مقابلہ کرایا جارہا ہے۔ یہ موقع مسلمانوں کے لیے صبر اور مصلحت کا نہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جس شخص کو غصہ دلایا جائے اور وہ غصے میں نہ آئے وہ گدھا ہے۔'' جبکہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس واقعہ کی سنگینی کا احساس نہیں رکھتی اور نہ اس بارے میں شرعی احکامات سے واقف ہے، اس لیے یہ باتیں سن کر اپنے روزمرہ کے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہے۔ کوئی شخص لا الہ الا اللہ پڑھ کر مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ زبان اور دل سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار نہ کرلے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: ''اللہ کی قسم! وہ مسلمان نہیں ہوسکتا جو اپنے ماں باپ سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔'' (بخاری شریف)

جبکہ یہاں مسلمان اپنے اوپر طاری جمود توڑنا نہیں چاہتے، دنیا کی آسائشوں کی لت ایسی لگی ہے کہ جوش میں آکر کسی مصیبت میں پڑنا نہیں چاہتے اور ناموس رسالت پر قربان ہونے کے بجائے حیلے بہانے ڈھونڈتے ہیں اور کم علمی کی وجہ سے اس طرح کی باتیں کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی خود اپنے لیے بدلہ نہیں لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارے گئے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا پھینکا گیا...... لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اف تک نہ کیا تو ہم کیوں غصہ کریں۔ ہمیں کفار کی باتوں کی پرواہ کیے بغیر ترقی کی راہوں پر گامزن رہنا چاہیے۔ پھر مسلمان کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود کمزور ہیں، بدلہ لینے کی طاقت نہیں رکھتے، اس لیے بھی تصادم کی پالیسی سے گریز کرتے ہیں۔

قرآن اور اسلامی تاریخ سے ناآشنا مسلمان یہ نہیں جانتے کہ ابتدائی دور میں اسلام کمزور تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیلے دعوت دینی شروع کی، پہلے چھپ کر صرف قریبی عزیزوں کو دعوت دی، پھر جب دعوت کو عام کرنے کا حکم آیا تو کھلے عام دعوت دی۔ ٹکراؤ کی کیفیت سے گریز کیا، لیکن دوٹوک بات کی۔ کافر اسلام کو پھیلتا دیکھ کر بوکھلاہٹ کا شکار ہوئے اور درمیان کا معاملہ کرنے پر راغب کرنے لگے کہ کچھ باتیں ہم تمہاری بھی مانیں گے مگر ہمارے خداؤں کو کچھ نہ کہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی جبکہ مکہ میں قلیل اور کمزور تھے، دین کے معاملے میں

کسی مصلحت سے کام نہ لیا اور دوٹوک جواب دیا کہ: ''اگر تم میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے ہاتھ پر سورج رکھ دو، جب بھی میں توحید کی دعوت سے باز نہ آؤں گا۔''

عاص بن وائل نے کہا کہ حضور پاک کا کوئی بیٹا نہیں اور بے نام رہیں گے تو اللہ تعالیٰ نے سورہ کوثر اتاری کہ ''بتحقیق تیرا دشمن بے نسل ہے''۔ ابولہب نے ظلم کیے تو سورہ لہب اتاری کہ ''ہاتھ ٹوٹیں ابولہب کے''۔ اللہ جل شانہ اپنے حبیب کو خود تسلی دے رہا ہے لیکن مسلمانوں کو لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ امام ابوعبداللہ الحلیمی ان مراحل کو کس خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ (شعب الایمان للبیہقی)

☆ سب سے پہلے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بارے میں احکام نازل ہوئے۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں کو تبلیغ کرنے کا حکم نازل ہوا۔
☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کچھ خوف محسوس ہوا تو پھر ڈھارس بندھائی گئی۔
☆ جب کافروں نے دعوت سن کر مذاق اڑایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو صبر کا حکم نازل ہوا۔
☆ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا گیا۔
☆ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے مسلمان کو ہجرت کی اجازت دی گئی۔
☆ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم دیا گیا۔
☆ پھر مسلمانوں کو ان لوگوں سے قتال کی اجازت دی گئی جو مسلمانوں سے قتال کریں۔
☆ پھر خود جہاد شروع کرنے کی اجازت دے دی گئی۔
☆ پھر اللہ تعالیٰ نے جہاد کو فرض کر دیا اور مکہ میں پیچھے رہ جانے والوں پر ہجرت فرض کر دی اور جہاد و قتال کو ایسی لازمی چیز قرار دے دیا گیا جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

﴿کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم وعسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لاتعلمون﴾ (البقرہ ۲۱۶) ''قتال کرنا تم پر فرض کیا گیا ہے اور وہ تم کو (طبعاً) برا لگتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ تم کسی بات کو برا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور ممکن ہے تم ایک کام کو بھلا سمجھو اور وہ تمہارے حق میں برا ہو۔'' ﴿وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم﴾ (البقرۃ: ۲۴۴) ''اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو بے شک اللہ تعالیٰ خوب سننے والے اور خوب جاننے والے ہیں۔'' ﴿وقاتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الذین کلہ للہ﴾ (الانفال: ۳۹) ''اور تم کفار سے اس وقت تک لڑو کہ فساد باقی نہ رہے اور دین پورا اللہ ہی کا ہو جائے۔'' ﴿یا یھا الذین امنوا قاتلوا الذین یلونکم من الکفار ولیجدوا فیکم غلظۃ

واعلموا ان الله مع المتقين﴾(التوبہ:۱۲۳) ''اور اپنے قریب کے کافروں سے لڑو اور چاہیے کہ وہ تمہارے اندر سختی پائیں۔''

اللہ کے حکم کے مطابق دین کی دعوت میں اب Aggressive Approach آ گئی ہے۔اب اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام ہی نافذ ہوگا۔دعوت کا انداز اب حربی کافروں کے لیے یہ ہے کہ یا تو دعوت قبول کرو یا جزیہ دو، ورنہ لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔البتہ ہماری جنگ بھی شریعت کے دائرے میں ہوتی ہے اور کفر کی طاقت وشوکت توڑنے کے بعد اخلاق سے ہی اسلام کا گرویدہ بنایا جاتا ہے۔جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ولا یحرمون ماحرم اللہ ورسولہ ولا یدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون O﴾(التوبہ:۲۹) ''لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور حرام نہیں سمجھتے ان چیزوں کو جنہیں اللہ نے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حرام قرار دیا ہے اور سچے دین اسلام کو قبول نہیں کرتے۔اہل کتاب میں سے یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھوں سے جزیہ دینا منظور نہ کرلیں۔'' ﴿فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب﴾(محمد:۴) ''پس جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان کی گردنیں مارو۔''

جی ہاں اب دعوت کا اسلوب اللہ کے حکم سے بدل گیا ہے۔مکہ میں آپ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ''جمال'' کی جھلک نظر آئی تھی۔اب مدینے میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ''جلال'' بھی دیکھیں۔مدینے میں مسلمانوں کو ایک مرکز اور ایک فوجی مستقر مل گیا۔یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۳ سال مکہ میں ظلم کی بھٹی میں تپ کر کندن بننے والے مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں اور اپنے آل واولاد اور مال کو داؤ پر لگانے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچی محبت سے سرشار انصار مدینہ رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ان کے ساتھ اللہ کی مدد ہے اور تلوار کی طاقت کو پیچھے رکھتے ہوئے دعوت وتبلیغ میں اللہ کی بھرپور تائید اور حکم بھی ہے۔اللہ پاک فرماتے ہیں ''دین تو اللہ کے نزدیک بس اسلام ہی ہے'' اور فرماتے ہیں:

﴿ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون﴾(التوبہ:۳۳) ''اللہ نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی کتاب اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کردے۔''

ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے اب ہم اپنے اصل موضوع حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف آتے ہیں۔ کیا اب بھی کسی کی مجال تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کوڑا پھینکتا یا اوجھڑی ڈالتا اور زندہ لوٹ جاتا؟ اپنی عقل سلیم استعمال کر کے سوچئے کہ جس اللہ نے جانوروں کو بھی اپنی حفاظت کی حس اور ہتھیار دیے مثلاً شیر کو دانت اور پنجے تو بکری کو سینگ دیئے۔ مچھر، مکھی کو بھی پَر اور ڈنک دیے، یہاں تک کہ سانپ بچھو کو بھی زہر دیا تو کیا وہ اللہ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یونہی بے توقیر و بے آسرا چھوڑ دے گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ جو تمام نبیوں کے امام ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت کے لیے کیا اللہ نے کوئی حکم نہیں دیا ہوگا؟ کیا اللہ اپنے چنے ہوئے بندوں کو حرمت رسول کی حفاظت کے لیے کھڑا نہیں کرے گا؟ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ جل شانہ فرماتا ہے: ﴿ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلہم عذابا مھینا﴾ (الاحزاب، آیت:۵۷) ”بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں ان پر لعنت ہے اور ان کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وضاحت فرماتے ہیں کہ: ”لوگوں کو اس وقت معاف کیا جاتا تھا جب اسلام کمزور تھا اور تالیف قلب کی ضرورت تھی، لیکن بعد میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی کو موقوف فرما دیا تھا۔ اب یہ حق کسی امتی کو نہیں کہ گستاخ رسول کو معاف کر سکے۔“ (الصارم المسلول، صفحہ:۲۵۵)

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہ کرلیں، پھر جب وہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرلیں گے تو ان کے جان و مال سوائے شرعی حق کے ہم سے محفوظ ہو جائیں گے اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہوگا۔“ (بخاری شریف)

جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں، وہیں یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ”میں نبی الملاحم (جنگوں والا نبی) ہوں، میری روزی نیزے کی انی میں رکھی گئی ہے، جنت تلواروں کے سائے میں ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک میل کی مسافت تک میرا رعب رکھا ہے۔“ لہٰذا فتنے سے اور فتنہ پروروں سے زمین کو پاک کرنا رحمت کے خلاف نہیں بلکہ عالم انسانیت کے لیے عین رحمت ہے۔

گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا اور اس کا انجام...... قرآن پاک میں ارشاد باری

تعالیٰ ہے: ''یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دنیا وآخرت میں اعمال ضائع ہوئے اور یہی لوگ خسارہ پانے والے ہیں۔ (التوبہ:٦٩) یعنی جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے اعمال صالحہ نصیب ہوتے ہیں، اس ذات عالی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم وتعظیم نہ کرنے سے اوران کی شان اقدس میں گستاخی کے مرتکب ہونے سے تمام اعمال صالحہ غارت ہوجاتے ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اگر کوئی شخص اپنے نبی کی شان میں گستاخی سن کر خاموش رہے، وہ اس نبی کی امت سے خارج ہوجاتا ہے۔'' ملاحظہ کیجئے، گستاخی کا ارتکاب کرنا تو درکنار کسی دوسرے ملعون کے منہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے کلمات سن کر خاموش رہنا بھی ارتداد ہے۔ (تحفظ ناموس رسالت اور گستاخ رسول کی سزا، ص۳۲۲)

قرآنی نصوص، احادیث مبارکہ، عمل صحابہ رضوان اللہ علیہم، فتاویٰ ائمہ اوراجماع امت سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح اورعیاں ہے کہ توہین رسالت کے مرتکب، گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا قتل ہے، اس کی معافی کوبھی قبول نہیں کیا جائے گا، جبکہ آج بعض روشن خیال مسلمان کہتے ہیں کہ چاند پر تھوکنے سے چاند کی حیثیت کم نہیں ہوجاتی۔ کافرتو اپنے نبیوں کی بھی عزت نہیں کرتے، انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیۓ، حالانکہ دنیاوی زندگی میں ان کے اصول مختلف ہیں، اگر کوئی ان کے باپ کوگالی دے تو لڑنے مرنے کوتیار ہوجائیں گے مگر دینی حمیت سے عاری ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں روایت ہے، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے بیٹھے تھے، جوش میں اٹھ بیٹھے، پھر ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! کہ تم اس وقت تک نجات نہیں پاسکتے جب تک ان ظالموں کو گناہوں سے نہ روک دو۔'' (ترمذی وابوداؤد)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ''اللہ عزوجل نے حضرت جبرئیل کوحکم دیا کہ فلاں شہرکواس کے باشندوں سمیت الٹ دیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے رب! ان لوگوں میں تو تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے ایک لحظہ بھی کبھی تیری نافرمانی نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس شخص پر اور دوسرے لوگوں پر شہر کو الٹ دو، اس لیے کہ میری وجہ سے ایک لمحہ بھی اس کا چہرہ متغیر نہ ہوا۔'' (رواہ بیہقی، از اللہ کے باغی مسلمان، مفتی رشید احمد)

آیئے! دیکھتے ہیں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوایذا پہنچانے والوں سے کیا سلوک کیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توہین رسالت پر کیا رویہ اختیار کیا، تابعین اور ائمہ نے کیا ردعمل ظاہر کیا اور گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا سلوک کیا۔ فقہاء نے گستاخوں

کے لیے کیا احکامات دیئے۔ اس بارے میں ائمہ سلف کے فتاویٰ بھی پڑھیے پھر فیصلہ فرمائیے کہ ان حالات میں آج عالم اسلام کی کیا ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ قرآن خود بیان کرتا ہے: کہ ''جو نفرت ان کافروں کی زبانوں سے ظاہر ہے وہ تو تم کو معلوم ہے اور جو بغض ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔''

یہود و نصاریٰ شروع دن سے ہی شان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں نازیبا کلمات کہتے چلے آرہے ہیں۔ کبھی یہودیہ عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔ کبھی کافر مردوں نے گستاخانہ قصیدے کہے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار پڑھے اور کبھی نازیبا کلمات کہے۔ (اس زمانے میں شاعری کا دور دورہ تھا، کسی کی ہجو کے لیے قصیدہ کہا جاتا تھا، آج کافروں نے توہین کا انداز بدل دیا ہے اور فلموں کارٹونوں کے ذریعے مذاق اڑایا جاتا ہے۔) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شان نبوت میں گستاخی کرنے والے بعض مردوں اور عورتوں کو بعض مواقع پر قتل کروایا۔ کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دے کر اور کبھی پورے پروگرام کے ساتھ روانہ کر کے۔ کبھی کسی صحابی نے حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں خود گستاخ نبی کے جگر کو چیر دیا اور کبھی عزم کرلیا کہ خود زندہ رہوں گا یا گستاخ نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ کبھی نذر مان لی کہ فلاں گستاخ کو ضرور قتل کروں گا۔ جو گستاخ مسلمانوں کی تلوار سے بچے رہے، انہیں اللہ جل شانہ نے عذابوں میں مبتلا کیا۔ رسوائیوں کا شکار رہے۔ قبر نے اپنے اندر رکھنے کی بجائے باہر پھینک دیا کہ عبرت کا نمونہ بن جائے۔ ''اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو ان کفر کے پیشواؤں کے ساتھ جنگ کرو۔'' (التوبہ:۱۲)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے ضمن میں واضح حکم لگاتے ہیں: (تفسیر ابن کثیر، ج ۲ صفحہ ۳۷) ''جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کرے، کوئی طعن یا عیب لگائے، وہ قتل کیا جائے گا۔''

عصماء بنت مروان کا قتل (۲۵ رمضان سن ۲ ہجری)...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ خطمہ قبیلے کی ایک عورت نے ہجو کی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس عورت سے کون نبٹے گا۔ عمیر بن عدی نے جا کر اسے قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہ ٹکرائیں یعنی اس عورت کا خون رائیگاں ہے اور اس میں کوئی دو آپس میں نہ ٹکرائیں۔ (الصارم المسلول:۱۲۹)

بعض مورخین نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے عصماء بنت مروان بنی عمیر بن زید کے

خاندان سے تھی، وہ یزید بن زید بن حصن الخطمی کی بیوی تھی، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء اور تکلیف دیا کرتی تھی۔ اسلام میں عیب نکالتی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لوگوں کو اکساتی تھی۔ عمیر بن عدی الخطمی، جن کی آنکھیں اس قدر کمزور تھیں کہ جہاد میں نہیں جاسکتے تھے۔ ان کو جب اس عورت کی باتوں اور اشتعال انگیزی کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ اے اللہ! میں تیری بارگاہ میں نذر مانتا ہوں اگر تو نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بخیر وعافیت مدینہ منورہ لوٹا دیا تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بدر میں تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے تشریف لائے تو عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ آدھی رات کے وقت اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے تو اس کے اردگرد اس کے بچے سوئے ہوئے تھے۔ ایک بچہ اس کے سینے پر تھا جسے وہ دودھ پلا رہی تھی۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اس عورت لوٹٹولا تو معلوم ہوا کہ یہ عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ نے بچے کو اس سے الگ کر دیا پھر اپنی تلوار کو اس کے سینے پر رکھ کر اس زور سے دبایا کہ وہ تلوار اس کی پشت سے پار ہوگئی۔ پھر نماز فجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو عمیر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: کیا تم نے بنت مروان کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے: جی ہاں! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ عمیر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے ذرا ڈر سا لگا کہ کہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے خلاف تو قتل نہیں کیا۔ کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اس معاملے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز واجب ہے؟ فرمایا کہ دو بکریاں اس میں سینگوں سے نہ ٹکرائیں۔ پس یہ کلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی مرتبہ سنا گیا۔ عمیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اردگرد دیکھا تو فرمایا تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرتے ہو، جس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی مدد کی ہے، تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لو یہ نابینا تو ہم سے بازی لے گیا، اس نے ساری رات عبادت میں گزاری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے نابینا نہ کہو، یہ بینا ہے۔ (الصارم المسلول، ص:۱۳۰)

ابو عفک یہودی کا قتل (شوال ۲ ہجری)......ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مورخین کے حوالے سے شاتم رسول ابو عفک یہودی کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ بنی عمرو بن عوف کا ایک شیخ جسے ابو عفک کہتے تھے، وہ ۱۲۰ سال کا بوڑھا آدمی تھا۔ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہ بوڑھا لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت پر بھڑکاتا تھا اور مسلمان نہیں ہوا تھا، جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف نکلے اور غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے

کامیابی عطا فرمائی تو اس شخص نے حسد کرنا شروع کر دیا اور بغاوت اور سرکشی پر اتر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مذمت میں ہجو کرتے ہوئے ایک قصیدہ کہا۔ اس قصیدے کو سن کر عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کی وہی حالت ہوئی جو ایک عاشق رسول کی ہونی چاہئے اور انہوں نے نذر مانی کہ میں ابو عفک کو قتل کروں گا یا اسے قتل کرتے ہوئے خود جان دے دوں گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کی ضرورت تھی، جو مل گئی۔ سالم رضی اللہ عنہ موقع کی تلاش میں تھے، موسم گرما کی ایک رات ابو عفک قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے صحن میں سویا ہوا تھا۔ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ اس کی طرف آئے اور اس کے جگر پر تلوار رکھ دی، جس سے وہ بستر پر چیخنے لگا مگر اس مردود کا کام تمام کر دیا۔ (الصارم المسلول، ص:۱۳۸)

انس بن زنیم الدیلمی کی گستاخی...... انس بن زنیم الدیلمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کی۔ اس کو قبیلہ خزاعیہ کے ایک بچے نے سن لیا، اس نے انس پر حملہ کر دیا۔ انس نے اپنا زخم اپنی قوم کو آ کر دکھایا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ عمرو بن سالم خزاعی ''قبیلہ خزاعیہ'' کے چالیس سواروں کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدد طلب کرنے گیا۔ انہوں نے آ کر اس واقعہ کا تذکرہ کیا جو انہیں پیش آیا تھا۔ جب قافلے والے فارغ ہوئے تو انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انس بن زنیم الدیلمی نے آپ کی ہجو کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو رائیگاں قرار دیا۔ (الصارم المسلول، ص:۱۳۹)

ایک گستاخ رسول عورت...... ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''من یکفینی عدوی'' میری دشمن کی خبر کون لے گا؟ تو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو قتل کر دیا۔ (الصارم المسلول، ص:۱۶۳)

مشرک گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قتل...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''مشرکین میں سے ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اس دشمن کی خبر کون لے گا تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا سامان حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ (الصارم المسلول، ص:۱۷۷)

دشمن رسول ابو رافع یہودی کا قتل...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''الجامع الصحیح'' میں درج ذیل واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ مثال ایک بہت بڑے اسلام دشمن اور دشمن رسول ابو رافع یہودی کے

بارے میں ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خوب دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی کرنے پر ابھارتا تھا۔ صحیح بخاری میں اس بارے میں جو واقعہ ہے، سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ اس کو یوں بیان فرماتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رافع یہودی (کے قتل) کے لیے چند انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیجا اور سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ ابو رافع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کیا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کا ایک قلعہ تھا اور وہیں سکونت پذیر تھا۔ جب وہ اس قلعے کے قریب پہنچے تو سورج غروب ہو چکا تھا۔ لوگ اپنے مویشی لے کر (اپنے گھروں کو) واپس ہو چکے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: تم لوگ یہیں ٹھہرے رہو! میں (اس قلعہ پر) جا رہا ہوں اور دربان پر کوئی تدبیر کروں گا تا کہ میں اندر جانے میں کامیاب ہو جاؤں۔ چنانچہ وہ (قلعہ کے پاس) آئے اور دروازے کے قریب پہنچ کر انہوں نے خود کو اپنے کپڑوں میں اس طرح چھپا لیا جیسے کوئی قضائے حاجت کر رہا ہو۔ قلعہ کے تمام آدمی اندر داخل ہو چکے تھے۔ دربان نے آواز دی۔ اے خدا کے بندے! اگر اندر آنا ہے تو جلدی آ جا۔ میں اب دروازہ بند کر دوں گا۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے کہا) چنانچہ میں بھی اندر چلا گیا اور چھپ کر اس کی حرکات وسکنات دیکھنے لگا۔

جب سب لوگ اندر آ گئے تو اس نے دروازہ بند کیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کھونٹی پر لٹکا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب میں ان کنجیوں کی طرف بڑھا اور انہیں اٹھا لیا۔ پھر میں نے قلعہ کا دروازہ کھول لیا۔ ابو رافع کے پاس رات کے وقت داستانیں بیان کی جا رہی تھیں۔ اور وہ اپنے خاص بالا خانہ میں تھا۔ جب رات کے وقت قصہ گوئی کرنے والے (داستان گو) اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کے مخصوص کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس تک پہنچنے کے لئے اس دوران میں جتنے دروازے کھولتا تھا، انہیں اندر سے بند کرتا جاتا تھا۔ میرا مطلب یہ تھا کہ اگر قلعے والوں کو میرے متعلق علم ہو بھی جائے تو اس وقت تک یہ لوگ میرے پاس نہ پہنچ سکیں جب تک میں اسے قتل نہ کر لوں۔ آخر میں اس کے قریب پہنچ ہی گیا۔ اس وقت وہ ایک تاریک کمرے میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ (سو رہا) تھا۔ مجھے کچھ اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کہاں ہے؟ اس لئے میں نے آواز دی: ابو رافع! وہ بولا کون ہے؟ اب میں نے آواز کی طرف بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اس وقت میرا دل دھک دھک کر رہا تھا، یہی وجہ ہوئی کہ میں اس کا کام تمام نہیں کر سکا جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل آیا اور تھوڑی دیر تک باہر ہی ٹھہرا رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اندر گیا۔ میں

نے پھر آواز بدل کر پوچھا: ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ وہ بولا تیری ماں غارت ہو۔ ابھی ابھی مجھ پر کسی نے تلوار سے حملہ کیا ہے۔ (سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) میں نے پھر (آواز کی طرف بڑھ کر) تلوار کی ایک ضرب لگائی۔ اگرچہ میں اس کو خوب لہولہان کر چکا تھا مگر وہ ابھی مرا نہیں تھا۔ اس لیے میں نے تلوار کی نوک اس کے پیٹ پر رکھ کر دبائی جو اس کی پیٹ تک پہنچ گئی۔ مجھے اب یقین ہو گیا کہ میں اسے قتل کر چکا ہوں۔

چنانچہ میں نے ایک ایک کر کے دروازے کھولنے شروع کر دیے۔ بالآخر ایک زینے پر پہنچا۔ میں یہ سمجھا کہ میں زمین پر پہنچ چکا ہوں، (لیکن میں ابھی پہنچا ہی نہ تھا) اس لیے میں نے اس پر پاؤں رکھ دیا اور نیچے گر پڑا۔ چاندنی رات تھی۔ اس طرح گر پڑنے سے میری پنڈلی زخمی ہو گئی۔ میں نے اس کو اپنی پگڑی سے باندھ لیا اور آخر دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے یہ ارادہ کر لیا تھا کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ آیا میں اسے قتل کر چکا ہوں یا نہیں؟ جب مرغ نے اذان دی تو اسی وقت قلعہ کی فصیل (دیوار) پر ایک آواز دینے والے نے کھڑے ہو کر آواز دی: لوگو! میں اہل حجاز کے تاجر ابورافع کی موت کا اعلان کرتا ہوں۔ تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے کہا چلنے کی جلدی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کو میرے ہاتھوں قتل کرا دیا ہے۔

پھر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابورافع کے قتل کی اطلاع دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا پاؤں آگے کرو۔ میں نے اپنا پاؤں آگے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا، میرا پاؤں فوراً اتنا اچھا ہو گیا جیسے کبھی اس میں کچھ کو تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، ابورافع یہودی کے قتل کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے لوگوں پر اچانک چھاپہ مار کارروائی کی جا سکتی ہے۔ جس سے مسلمانوں کو انتہائی درجہ کی اذیتیں لاحق ہو رہی ہوں۔

یہودی طاغوت کعب بن اشرف کا قتل...... ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: کعب بن اشرف کا کام کون تمام کرے گا؟ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو بہت زیادہ ستا رہا ہے۔''

اس پر سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم! کیا آپ پسند کرتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر ڈالوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں مجھے یہ پسند ہے۔ انہوں نے عرض کیا: کیا آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ بقدر ضرورت اس سے جو مناسب سمجھوں، بات کرلوں؟ (خواہ ظاہرأ وہ بری اور ناجائز ہی ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور اس سے کہا: یہ شخص (اشارہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب تھا) ہم سے صدقہ مانگتا رہتا ہے اور اس نے ہمیں مشقت میں مبتلا کررکھا ہے۔ اس لیے میں تم سے قرض لینے آیا ہوں۔ اس پر کعب بن اشرف کہنے لگا: ابھی آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔ خدا کی قسم! تم بالکل اکتا جاؤ گے۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: چونکہ ہم نے اس کی اطاعت کرلی ہے، اس لیے جب تک یہ معاملہ کھل نہ جائے کہ ان کا انجام کیا ہوتا ہے۔ انہیں چھوڑنا بھی مناسب نہیں۔ میں تم سے ایک وسق (ایک وسق ساٹھ (٦٠) صاع کے برابر ہوتا ہے جو تقریباً ایک سوتیں کلو کے برابر بنتا ہے) یا (راوی نے بیان کیا) دو وسق غلہ بطور قرض لینے آیا ہوں۔ (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: ہم سے حدیث کے ایک راوی عمرو بن دینار نے یہ حدیث کئی مرتبہ بیان کی لیکن ایک وسق یا دو وسق غلے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ میں نے ان سے پوچھا۔ کیا حدیث میں ایک وسق یا دو وسق غلے کا بھی ذکر ہے؟ انہوں نے کہا! میرا بھی خیال ہے کہ حدیث میں ایک وسق یا دو وسق کا ذکر آیا ہے)۔

کعب بن اشرف نے کہا: ہاں! میرے پاس کوئی چیز گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کونسی چیز تم گروی چاہتے ہو؟ کعب بن اشرف نے کہا: اپنی عورتوں کو گروی رکھ دو۔ سیدنا مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: تم عرب کے نہایت خوبصورت مرد ہو، ہم تمہارے پاس اپنی عورتیں کس طرح گروی رکھ سکتے ہیں، کل کلاں انہیں اسی بات پر گالیاں اور طعنے دیے جائیں گے کہ یہ تو وہی ہے نا کہ جسے ایک وسق یا دو وسق غلے بدلے گروی رکھا گیا تھا۔ یہ تو ہمارے لیے بہت بڑی ذلت ہوگی، البتہ ہم تمہارے پاس اپنے ''لامۃ'' گروی رکھ دیتے ہیں (حدیث کے ایک راوی سفیان کہتے ہیں: لامۃ سے مراد ہتھیار اور اسلحہ تھا)۔

محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ملاقات کرنے کا وعدہ کیا۔ (کچھ دنوں کے بعد) وہ رات کے وقت کعب بن اشرف کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ابونائلہ رضی اللہ عنہ بھی تھے اور وہ کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پھر اسکے قلعہ کے پاس جاکر انہوں نے آواز دی۔ وہ باہر آنے لگا تو اس کی بیوی نے کہا: اس وقت (اتنی رات گئے) باہر کہاں جارہے ہو؟ کعب بن اشرف

نے کہا: باہر محمد بن مسلمہ اور میرے رضاعی بھائی ابونائلہ ہیں۔

ویسے بھی ایک بہادر، معزز اور شریف آدمی کو اگر رات کے وقت نیزہ بازی کے لیے بلایا جائے تو وہ نکل پڑتا ہے۔ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ جب سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اندر گئے تو ان کے ساتھ دو آدمی اور تھے۔ سفیان سے پوچھا گیا: کیا عمرو بن دینار نے ان کے نام بھی لیے تھے؟ انہوں نے بتایا کہ عمرو بن دینار نے بعض کا نام لیا تھا۔ عمرو بن دینار کے علاوہ دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے ابوعبسہ بن جابر، حارث بن اوس اور عباد بن بشر اپنے ساتھ دو آدمی اور لائے تھے۔ اور انہیں یہ ہدایت کی تھی کہ جب کعب ہماری طرف آئے گا تو میں اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لے لوں گا اور انہیں سونگھوں گا۔ جب تمہیں اندزہ ہو جائے گا کہ میں نے اس کا سر پوری طرح اپنے قبضے میں لے لیا ہے تو پھر تم تیار ہو جانا اور اسے قتل کر ڈالنا۔ عمرو بن دینار نے ایک دفعہ یہ بیان کیا کہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اس کا سر تمہیں بھی سنگھاؤں گا۔

بالآخر کعب بن اشرف چادر لپیٹے ہوئے باہر آیا۔ اس کے سر سے خوشبو پھوٹ رہی تھی۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آج سے زیادہ عمدہ خوشبو میں نے پہلے کبھی نہیں سونگھی۔ عمرو کے سوا دوسرے راوی سفیان بن عیینہ نے بیان کیا: کعب بن اشرف اس بات پر بولا: میرے پاس عرب کی وہ عورت ہے جو ہر وقت عطر میں بسی رہتی ہے اور حسن و جمال میں بھی اس کی کوئی نظیر نہیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں: محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تمہارے سر کو سونگھنے کی اجازت ہے؟ اس نے کہا سونگھ سکتے ہو۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کعب بن اشرف کا سر سونگھا اور ان کے بعد ان کے ساتھیوں نے بھی سونگھا۔ پھر دوسری دفعہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے سر کو سونگھنے کی اجازت مانگی۔ اس نے دوسری دفعہ بھی اجازت دے دی۔ پھر جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے پوری طرح اسے اپنے قبضے میں کر لیا تو اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ تیار ہو جاؤ۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اس کامیاب کارروائی کی اطلاع دی۔

ام ولد باندی کا قتل...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی ام ولد باندی تھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی تھی اور آپ کی شان میں گستاخی کرتی تھی یہ اس کو روکتا تھا مگر نہ رکتی تھی، یہ اس کو ڈانٹتا تھا مگر وہ نہ مانتی تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ایک رات پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنی شروع کی تو اس نابینا نے ہتھیار (خنجر) لیا اور اس کے پیٹ پر رکھا اور وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا۔ جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ذکر کیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا: اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا

ہوں، جس نے کیا جو کچھ کیا، میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے تو نابینا کھڑا ہو گیا، لوگوں کو پھلانگتا ہوا، اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوں اسے مارنے والا، یہ آپ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی، میں اسے روکتا تھا وہ رکتی نہ تھی، میں دھمکاتا تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں وہ مجھ پر مہربان بھی تھی لیکن آج رات جب اس نے آپ کو گالیاں دینی اور برا بھلا کہنا شروع کیا تو میں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اسے مار ڈالا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کو گواہ رہو! اس کا خون بے بدلا (بے سزا اور معاف) ہے۔ (ابوداؤد ص ۶، جمع الفوائد ص ۲۸۴ بحوالہ ابوداؤد، نسائی، کنز العمال ج ۷، ص: ۳۰۴)

گستاخ یہودیہ کا قتل ...... حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور برا کہتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا، یہاں تک کہ وہ مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ناقابل سزا قرار دے دیا۔ (ابوداؤد ص: ۶۰، مطبع نور محمد) اوپر والا قصہ تو مملوکہ باندی کا تھا مگر غیرت ایمانی نے کسی قسم کا خیال کیے بغیر جوش ایمانی میں جو کرنا تھا کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ باطل قرار دیا۔ دوسرا قصہ غیر مملوکہ غیر مسلم کا ہے۔ دونوں واقعات سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا مباح الدم (خون جائز) بن جاتا ہے اور حق کا علمبردار سزاؤں کا غیر مستحق ہو جاتا ہے بلکہ ثواب کا حق دار ہو جاتا ہے۔ اگر عورت بھی گستاخی کی مرتکب ہو تو اس کی سزا میں کمی واقع نہ ہو گی، شرعی حد کے طور پر قتل ہی کی جائے گی۔ (توہین رسالت اور اس کی سزا، از مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی، دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور)

سید المرسلین و خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخ بارگاہ الوہیت میں کس حد تک گرا ہوا ہے، قرآن اس کی وضاحت ان آیات میں کرتا ہے: ''اور مت کہا مان ہر ایک قسم کھانے والے ذلیل کا۔ عیب کرنے والا، لوگوں کو چلنے والا ساتھ چغلی کے، منع کرنے والا بھلائی سے، حد سے نکل جانے والا، گناہ گار، گردن کش، جھگڑالو، نطفہ حرام۔'' (القلم، ۱۳۔۱۰) ولید بن مغیرہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیا کرتا تھا۔ مذکورہ آیات اس کے متعلق نازل ہوئیں اور قرآن نے اس گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ۹ نشانیاں بیان کیں:

① ...... جھوٹا (جھوٹی قسم کھانے والا۔ ② ...... کذاب اور ذلیل۔

③ ...... چرب زبان۔ ④ ...... چغل خور۔

⑤ ...... بھلائی سے روکنے والا۔ ⑥ ...... حد سے بڑھ جانے والا۔

⑦.....ناپاک اور پلید۔ ⑧.....سخت جھگڑالو۔

⑨.....نطفہ حرام۔

فتح مکہ کے روز کچھ مجرموں کا خون رائیگاں؟...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ مکرمہ کو کفار و مشرکین کے ہاتھوں سے آزاد کرایا تھا، آپ نے تمام اہل مکہ کے لئے آزادی کا پروانہ جاری کر دیا تھا سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے اس سے پہلے مسلمانوں کو بہت پریشان کررکھا تھا خواہ وہ اپنے عمل اور کردار سے پریشان کررہے تھے یا اپنے قول اور گفتار سے پریشان کررہے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ''فتح الباری'' شرح صحیح البخاری میں، مشہور مورخ اسلام علامہ ابن ہشام نے اپنی معروف تالیف ''سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل'' میں اور دور حاضر کے عظیم مصنف فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارک پوری نے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اپنی عالمی شہرت یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' میں ان افراد کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ مختلف کتب تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے روز عام معافی کے اعلان کے باوجود جن کا خون رائیگاں قرار دیا گیا تھا وہ کل تیراہ افراد تھے جن میں سے ۹ مرد اور ۴ عورتیں تھیں اور وہ درج ذیل تھے۔ (دوستی اور دشمنی، از ابو عمر و عبدالحکیم)

❶.....عبدالعزیٰ بن خطل

❷.....حارث بن نفیل (تاریخ میں اس کا نام حویرث ابن نقید بھی آیا ہے)

❸.....مقیس بن صبابہ کنانی

❹.....حارث بن طلاطل خزاعی

❺.....ارنب (غالباً کنیت ام سعد تھی۔ یہ ابن خطل کی لونڈیوں میں سے ایک تھی)

❻.....عبداللہ بن سعد ابی سرح (رضی اللہ عنہ)

❼.....عکرمہ بن ابی جہل (رضی اللہ عنہ)

❽.....ہبار بن اسود (رضی اللہ عنہ)

❾.....کعب بن زبیر (رضی اللہ عنہ)

❿.....وحشی بن حرب (رضی اللہ عنہ)

⓫.....ہند بن عتبہ (رضی اللہ عنہ)

⓬.....قرتنا (یہ ابن خطل کی لونڈیوں میں سے ایک تھی، پہلے بھاگ نکلی بعد میں آکر مسلمان ہوگئی)

⓭.....سارہ یا ام سارہ (یہ بنی مطلب میں سے کسی شخص کی لونڈی تھی، اسی کے پاس سے

حاطب بن بلتعہ رضی اللہ عنہ کا خط برآمد ہوا تھا)۔

مذکورہ بالا فہرست میں سے اول الذکر پانچ تو اس اعلان کے مطابق قتل کر دیے گئے چاہے ان میں سے کوئی (ابن خطل) کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکا ہوا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخیاں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں ان کی طرف سے انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔ گویا اپنے قول و فعل سے پریشان کرتے تھے جبکہ بقیہ آٹھ افراد کا جرم قدرے کم تھا۔ انہوں نے اپنے جرائم سے توبہ کی، معافی کے خوستگار ہوئے، اسلام قبول کیا اور اسلام میں رہتے ہوئے اچھا کردار اور رویہ پیش کیا، لہٰذا ان کو معاف کر دیا گیا۔

(فتح الباری: ۴۰/۶۲، ۶۱، زاد المعاد: ۳/۴۱۱۔ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کامل ابن ہشام ۲/۴۸۰۔ الرحیق المختوم: ۲۰۰)

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے الصارم المسلول میں تحریر کیا ہے کہ: ابن خطل اشعار کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور دو باندیوں کو وہ اشعار گانے کے لیے کہا کرتا تھا۔ عبدالعزیٰ ابن خطل اور دونوں باندیوں کو بھی اس گستاخی پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قتل کرنے کا حکم دیا۔ جن کے نام ارنب اور قرتنا تھے۔ ارنب قتل کی گئی۔ قرتنا بھاگ نکلی اور بعد میں آ کر مسلمان ہو گئی۔ ابن خطل جان بچانے کے لیے کعبہ کا پردہ پکڑ کر لٹکا ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابن خطل تو کعبہ کے پردے سے لٹکا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے پھر بھی قتل کر دو۔

اسی طرح فتح مکہ کے موقع پر حویریث ابن نقید کو قتل کا حکم ارشاد فرمایا۔ یہ ان لوگوں میں شامل تھا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچایا کرتے تھے۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا یہ شاعر بھی تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

حضرت ابو برزہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا، وہ ایک شخص پر (کسی وجہ سے) غصہ ہوئے، اس نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت سخت باتیں کیں، میں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول! اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کی گردن مار دوں۔ میرے اتنا کہنے سے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا غصہ ختم ہو گیا، آپ اندر تشریف لے گئے، پھر مجھے پیغام بھیج کر اندر بلایا، میں حاضر ہوا تو فرمایا: ابھی تم نے کیا جملہ بولا تھا؟ میں نے وہ جملہ دھرا دیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا اگر میں اجازت دوں تو کیا تم یہ کر گزرتے؟ تو میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب یہ کسی دوسرے کے لیے نہیں۔ (جمع الفوائد بحوالہ ابوداؤد و نسائی ص ۴۸۵)

سیف بن عمرالتمیمی نے اپنی کتاب ''الردۃ والفتوح'' نے اپنے شیوخ سے روایت کیا ہے کہ ''مہاجر'' جب علاقہ یمامہ کے امیر تھے، ان کی عدالت میں دو گلوکارہ لونڈیوں کا معاملہ پیش کیا گیا۔ ان میں سے ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذمت میں اشعار گایا کرتی تھی۔ مہاجر نے اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دونوں دانت نکال دیے۔ دوسری گلوکارہ مسلمانوں کی ہجو کیا کرتی تھی، مہاجر نے اس کا بھی ایک ہاتھ کاٹ دیا اور اگلے دونوں دانت نکال دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا کہ: ''تم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنے والی گلوکارہ کو جو سزا دی مجھے اس کے بارے میں معلوم ہوا ہے۔ اگر مجھے پہلے پتہ چل جاتا تو میں تم کو اس کے قتل کا حکم دیتا۔ اس لیے کہ انبیاء کی توہین کی وجہ سے جو سزا دی جاتی ہے، وہ دوسرے سزاؤں سے مختلف ہوتی ہے۔'' (الصارم المسلول، ص:۲۷۰)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں یوں رقم طراز ہیں: ''قاضی ابو محمد بن نصر فرماتے ہیں کہ تمام علماء نے اس مسئلہ میں ان کی تائید کی ہے اور کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ ائمہ حدیث نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ کا سبب ہے، خواہ وہ کسی وجہ سے ہو یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زبانی یا عملی طور پر تکلیف پہنچائے وہ واجب القتل ہے۔'' (الشفاء ج ۲، صفحہ ۱۹۶، اردو ترجمہ ص ۳۸۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ان کو خبر ملی کہ ایک مسجد کا منافق پیش امام ہر نماز میں سورۃ عبس پڑھتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا کہ سورہ عبس تو وہ سورۃ ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تنبیہ کی گئی تھی، یہ امام ہر نماز میں اہتمام سے کیوں پڑھتا ہے۔ (سورۃ عبس کا شان نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حریص تھے کہ مکہ کے سردار بھی ایمان لے آئیں تو ابوجہل کی رکھی گئی شرط پر کہ ہم رئیسان مکہ کی الگ محفل رکھو تو ہم تمہاری بات سنیں گے، ان کو دعوت دین دے رہے تھے۔ اتنے میں ابن مکتوم رضی اللہ عنہ جو نابینا صحابی تھے محفل میں آ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا کہ کہیں اس بات پر یہ لوگ اٹھ کر نہ چلے جائیں تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ عبس کی آیات نازل کیں)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس منافق پیش امام کے گھر تشریف لے گئے۔ اس امام کو گھر سے باہر بلوایا اور پوچھا کہ تم ہر نماز میں سورۃ عبس کیوں پڑھتے ہو؟ اس امام نے کہا ''بس مجھے پسند ہے''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت تلوار نیام سے نکالی اور اس کا سر قلم کر دیا۔ (تفسیر روح البیان، جلد ۱۰، ص ۳۳۱، علامہ اسماعیل حقی)

مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا، جو رسول پاک صلی

اللہ علیہ وسلم کو برا کہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور سزا اسے قتل کیا اور پھر فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ یا انبیاء میں سے کسی کو برا کہے اسے قتل کر دو۔''

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننا بھی گستاخی ہے اور ارتداد کا سبب ہے...... دو شخص اپنا جھگڑا عدالت نبوی میں لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے کے خلاف سچے آدمی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔ جس کے خلاف فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا میں اس پر راضی نہیں ہوں۔ اس کے ساتھی نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ کہا میں ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے قصہ بیان کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تمہارا فیصلہ وہی ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے۔ اس کے منافق ساتھی نے اسے بھی تسلیم نہ کیا اور کہا ہم عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ جس کے حق میں فیصلہ ہوا تھا، اس نے کہا: ہم پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ کے یہاں۔ دونوں نے میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا ہے، مگر میرا ساتھی نہیں مانتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے شخص سے پوچھا تو اس نے بھی واقعہ اسی طرح دہرایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کے اندر داخل ہوئے اور تلوار لے کر باہر آئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے تلوار انکار کرنے والے شخص کے سر پر دے ماری اور اسے قتل کر دیا۔ تب یہ آیت کریمہ ''فلا وربک'' (النساء ۶۶) نازل ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں اس کا فیصلہ عمر کی تلوار کرے گی''۔ پس معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ سے اختلاف کفر ہے۔ (تفسیر روح المعانی، جلد ۵، ص: ۷۲، مطبوعہ بیروت۔ الصارم المسلول ص ۸۰،۹،۷۔ تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ: ۱۵۴)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اسلام کے بعد کفر کیا، قتل کیا جائے گا اور وہ مباح الدم ہوگا۔'' (سنن نسائی، جلد ۷، ص ۱۰۴)

حضرت علی ابن طالب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی نبی کو برا کہے، اسے قتل کر دیا جائے، جو صحابہ کو برا کہے اسے کوڑے لگائے جائیں۔ (الصارم المسلول ۹۲۔۲۹۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے میں ستون وفود کے بارے میں روایت ہے کہ وہاں جب مختلف علاقوں سے وفد آتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہوتے تھے کہ کوئی گستاخی سے بات نہ کرے۔ حضرت حسین کی روایت ہے کہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: ''جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اسے قتل کیا جائے۔'' (الصارم المسلول،ص:۲۷)

نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کا قتل..... آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے مدینے لوٹے تو نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ بدر کے قیدیوں میں سے کسی اور کو قتل نہیں کیا گیا۔ البزار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ عقبہ پکارا: اے گروہ قریش! کیا بات ہے کہ مجھے باندھ کر قتل کیا جا رہا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تمہارے کفر اور رسول اللہ پر افتراء پردازی کی وجہ سے۔'' (الصارم المسلول،اردو ترجمہ ص:۲۰۱)

بدر کے تمام قیدیوں میں سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کے لیے امتیازی سلوک کے بارے میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں: ''تمام قیدیوں میں سے ان دو کے قتل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ اپنے قول وفعل سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے تھے جو آیات نضر کے بارے میں نازل ہوئیں وہ معروف ہیں۔ اسی طرح عقبہ اپنی زبان اور ہاتھوں سے جو ایذا دیتا تھا وہ بھی معروف ہے۔ اس شخص نے مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں) کا گلا اپنی چادر سے پورے زور سے دبایا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں تھے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر اونٹ کا اوجھ لا کر رکھ دیا تھا۔ (الصارم المسلول،اردو ترجمہ ص:۲۰۳)

عقبہ کے قتل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار اطمینان..... تو بہت برا آدمی تھا۔ بخدا، میں نے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کرتے ہوئے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دیتا ہو۔ میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس نے تجھے قتل کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی کیں۔'' (الصارم المسلول، اردو ترجمہ ص:۲۰۳) سعید ابن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے جھوٹ منسوب کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا فرمایا: ''تم دونوں جاؤ اگر تم پاؤ اس کو تو قتل کر دو۔''

عبد اللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جد جد جندعی یمن آیا، اسے عشق ہو گیا ان کی ایک عورت سے، پس اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی نوجوان عورت کو میرے حوالے کر دو۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے عہد کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اور وہ حرام کرتے ہیں زنا کو۔ پھر انہوں نے بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک شخص کو پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو اور

فرمایا: ''جاؤ، تم اگر پاؤ اسے زندہ تو قتل کردو اور اگر تم اسے مردہ پاؤ تو اسے آگ کے ذریعے جلا ڈالو۔'' (خصائص الکبریٰ جلد۲ صفحہ:۸۷) علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد آگے لکھتے ہیں: ''جب وہ (حضرت علی) وہاں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سانپ کے ڈسنے سے مر چکا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسے آگ میں جلا دیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے مجھ پر دانستہ جھوٹ بولا وہ اپنا گھر دوزخ میں تلاش کرے۔'' (الصارم المسلول ص۲۳۱ اردو ترجمہ)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی صحت کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اس حدیث کی سند صحیح اور شروط الصحیحین کے مطابق ہے''۔ ہمارے نزدیک اس میں کوئی علت نہیں۔ (الصارم المسلول ص۲۳۲ اردو ترجمہ)

وہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ''جن'' قتل کر دیا گیا..... فاکہی نے اخبار مکہ میں عامر بن ربیعہ، ابو نعیم نے ابن عباس سے دو دوسرے محدثین نے عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ مکہ کے پہاڑ ابو قبیس سے بلند آواز کے ساتھ چند اشعار اسلام کی برائی میں سنے گئے۔ یہ جن کی آواز تھی۔ اس میں یہ مضمون بھی تھا کہ مسلمانوں کو مار ڈالو۔ شہر سے بت پرستی مت چھوڑو۔ کفار بہت خوش ہوئے اور اترا کر کہنے لگے کہ غیب سے بھی تمہارے قتل اور شہر بدر کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سے بڑا صدمہ ہوا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اطمینان رکھو، یہ آواز ''مسعر'' نامی جن کی تھی، بہت جلد اللہ اس کو سزا دے گا۔ تیسرے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خوشخبری دی کہ آج بہت بڑا جن ''مسجج'' نامی میرے پاس آ کر مسلمان ہوا اور میں نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ اس نے مجھ سے ''مسعر'' کو قتل کرنے کی اجازت چاہی اور میں نے اجازت دے دی، آج ''مسعر'' مارا جائے گا۔ مسلمان خوش ہو کر انتظار میں تھے۔ شام کے وقت اسی پہاڑ سے چند اشعار بلند آواز کے ساتھ سننے میں آئے، جن کا مضمون یہ تھا: ''ہم نے مسعر کو اس وجہ سے قتل کر دیا ہے کہ اس نے سرکشی کی، حق کی توہین کی اور برائیوں کا راستہ بنایا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی کی، میں نے ایک چمکتی ہوئی تیز تلوار سے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔'' (معجزات رسول صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ:۱۴۸۔۱۴۹، سحبان الہند از مولانا احمد سعید دہلوی)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث اس اضافہ کے ساتھ نقل کرتے ہیں: ''حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اسے (مسجج جن کو) جزائے خیر دے۔ (الصارم المسلول ص:۲۰۸ اردو ترجمہ)

بنیات

ذوالحجہ ۱۴۳۱ء

توہین رسالت پر سزا کا قانون

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توہین رسالتؐ کی سزا کے قانون کے خلاف ملک میں مختلف حلقے سرگرم عمل ہیں۔ ایک طبقہ ان لوگوں کا ہے جو سرے سے توہین رسالت کو جرم ہی نہیں سمجھتے اور اس پر کسی سزا کو آزادی رائے، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کے منافی تصور کرتے ہوئے اسے انسانی حقوق کے مغربی معیار کی خلاف ورزی قرار دیتے ہیں، بلکہ اس پر ظالمانہ قانون اور کالا قانون ہونے کی پھبتی بھی کستے رہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس طرز فکر کے نمائندہ دانشور سیکولر جمہوریت کو عدل وانصاف کا واحد معیار تصور کرتے ہوئے سوسائٹی کے اجتماعی معاملات اور ریاست وحکومت کی پالیسیوں میں مذہب کا کوئی حوالہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور حکومتی وریاستی امور میں دینی تعلیمات کا ہر حوالہ ختم کر دینے کی مہم چلائے ہوئے ہیں۔

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے تناظر میں اس نقطہ نظر کے علم برداروں سے یہ گزارش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک سیکولر نقطہ نظر کی ترجمانی کا تعلق ہے تو سیکولر ذہن اور سیکولر جمہوریت کا پرچار کرنے والے دانشور اور سیاسی راہنما اس ملک میں ہمیشہ رہے ہیں اور آبادی میں ان کا تناسب کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، انہیں اپنی بات کہنے اور اپنے موقف کے لیے مہم چلانے کا حق بھی ہمیشہ حاصل رہا ہے۔ قومی سیاسی منظر اور قومی پریس اس بات کا گواہ ہے کہ یہاں سیکولر جمہوریت کا پرچار اور سوسائٹی کے اجتماعی معاملات میں مذہب کے کردار کی نفی کرنے والے ہر دور میں اپنے موقف کا اظہار کرتے رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ سوسائٹی نے ان کی اس بات کو کبھی قبول نہیں کیا اور جب بھی سیکولر جمہوریت اور قومی معاشرتی معاملات میں اسلام کے کردار کی ضرورت پر بات ہوئی ہے، قوم کی غالب اکثریت نے فیصلہ اسلام کے معاشرتی کردار کی حمایت میں ہی کیا ہے، لیکن ذوق وسلیقہ اور احترام وآداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سیکولر جمہوریت کی بات کرنے والوں کا راستہ کبھی نہیں روکا گیا اور انہیں ہر فورم پر اپنی بات کہنے کا حق دیا گیا ہے۔ تاہم

توہین رسالت کو آزادئ رائے اور آزادئ اظہار کے دائرے کی چیز شمار کرنا اور اس پر سزا کے قانون کو ''کالا قانون'' کہنا ایک بالکل مختلف معاملہ ہے اور یہ پہلو سب لوگوں کے سامنے رہنا چاہیے کہ مسلمانوں کا اسلام کے ساتھ تعلق صرف رسمی نہیں ہے، بلکہ وہ اپنی تمام تر عملی کمزوریوں کے باوجود اسلام کے معاشرتی کردار پر ایمان رکھتے ہیں اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ ان کی ذاتی عقیدت ومحبت ہر دور میں شک وشبہ سے بالاتر رہی ہے، اس لیے سیکولر حلقے اپنے موقف کا اظہار ضرور کریں، مگر مسلمانوں کے جذبات کو بار بار آزمانے سے بہرحال گریز کریں کہ اس کا نتیجہ ہمیشہ ایک جیسا ہی رہے گا۔

دوسرا حلقہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ ہمیں نفس قانون پر کوئی اعتراض نہیں اور ہم بھی توہین رسالت کو حرام سمجھتے ہوئے اس پر موت کی سزا کی حمایت کرتے ہیں لیکن چونکہ اس قانون کا استعمال ان کے بقول زیادہ تر غلط ہو رہا ہے اور اس کا استعمال ذاتی انتقام، خاندانی دشمنیوں اور علاقائی وطبقاتی مخاصمتوں کے لیے کیا جا رہا ہے، اس لیے ہم اس قانون کی مخالفت کر رہے ہیں۔ یہ طبقہ دو حصوں میں تقسیم ہے۔ ایک طبقے کا کہنا ہے کہ سرے سے اس قانون کا ہی خاتمہ ہونا چاہیے، جبکہ دوسرے طبقے کا موقف یہ ہے کہ قانون باقی رہے، لیکن اس کے ممکنہ غلط استعمال کو روکنے کے لیے اس قانون کے نفاذ کے طریق کار کو بدل دیا جائے۔

اس تناظر میں گزشتہ جنوری کے دوران میں مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے جامعۃ الخیر لاہور میں مسیحی علما اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام کے درمیان اس مسئلے پر مکالمہ کا اہتمام کیا جس میں بشپ الیگزینڈر جان ملک اور بشپ منور سمیت نصف درجن کے لگ بھگ مسیحی راہنماؤں نے شرکت کی جبکہ دوسری طرف سے مولانا مفتی محمد خان قادری، مولانا عبدالمالک خان، رانا شفیق پسروری، مولانا یاسین ظفر، مولانا رشید احمد لدھیانوی، مولانا قاری روح اللہ، جناب لیاقت بلوچ، مولانا محمد امجد خان، علامہ حسین اکبر نجفی، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری اور راقم الحروف سمیت دیگر علما شریک ہوئے۔ اس موقع پر اس مسئلے پر تفصیلی بحث ہوئی جس میں دونوں فریق اس بات پر پوری طرح متفق تھے کہ توہین رسالت جرم ہے اور اس کی سنگین سزا پر کسی کو اعتراض نہیں ہے، البتہ دونوں فریقوں کے اپنے اپنے تحفظات تھے جن کا ذکر کیا گیا اور باہمی وعدہ ہوا کہ دونوں فریق ان پر سنجیدگی کے ساتھ غور کر کے اگلی کسی ملاقات میں ان تحفظات کا حل تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔

مسیحی راہنماؤں نے اس تحفظ کا اظہار کیا کہ ان کے بقول اس قانون کا سب سے زیادہ

استعمال مسیحی کمیونٹی کے خلاف ہو رہا ہے اور ان کے خیال میں اسے مسیحی لوگوں کو مختلف حوالوں سے انتقام اور تذلیل کا نشانہ بنانے کے لیے بطور خاص استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر جب کسی واقعہ پر عوامی اشتعال کے اظہار کے موقع پر مسیحی آبادی اور بستیاں عمومی سطح پر قتل و غارت اور آتش زنی کا نشانہ بنتی ہیں تو مسلمان علماء مظلوموں کو بچانے کی بجائے خاموش تماشائی بن جاتے ہیں، بلکہ کچھ علماء کرام اس عوامی اشتعال کو بڑھانے کا ذریعہ بھی بنتے ہیں۔ ایک مسیحی راہنما نے اس موقع پر کہا کہ ہم توہین رسالت پر موت کی سزا کے خلاف نہیں ہیں۔ لیکن جب ہم عوامی اشتعال کی زد میں ہوتے ہیں اور اس وقت ہماری دادرسی نہیں ہوتی اور کوئی بھی ہماری بات سننے کو تیار نہیں ہوتا تو پھر ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہتا کہ ہم سرے سے اس قانون کو ہی ختم کرنے کا مطالبہ کریں جو اس صورت حال کا ذریعہ بن رہا ہے۔

ہماری طرف سے اس تحفظ کا اظہار کیا گیا کہ وہ سیکولر لابی جو پاکستان کے اسلامی تشخص کو ختم کرنے کے درپے ہے اور ناموس رسالت کے تحفظ کے قانون سمیت ہر اس قانون کو ختم کرانے کے لیے کوشاں ہے جس میں دینی تعلیمات کا کوئی حوالہ موجود ہے، مسیحی مذہبی راہنماؤں کی طرف سے تحفظ ناموس رسالت کے قانون کو ختم کرنے کا مسلسل مطالبہ اس سیکولر لابی کی تقویت کا باعث بن رہا ہے جبکہ یہ بات خود مسیحی تعلیمات اور بائبل کی تصریحات کے بھی منافی ہے۔

جہاں تک اس قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو ملک میں دیگر بہت سے قوانین کا بھی غلط استعمال ہو رہا ہے اور اس بات کا تعلق مذہب سے نہیں بلکہ ہمارے کلچر سے ہے جس کی جڑیں نو آبادیاتی دور میں پیوستہ ہیں کہ اس کلچر کو کرپشن اور بددیانتی کا خوگر بنا دیا گیا ہے۔ اس کا علاج ہمارے قومی راہنماؤں نے مذہبی اقدار کی بحالی اور اسلامی معاشرے کی تشکیل میں تلاش کیا، مگر گزشتہ ساٹھ برس سے معاشرتی معاملات میں مذہب کو کردار ادا کرنے کا موقع ہی نہیں دیا جا رہا۔ یہ کہنا کہ قانون کا استعمال مذہب کے حوالے سے اور مذہبی رہنماؤں کی وجہ سے ہو رہا ہے، خلاف حقیقت بات ہے کیونکہ ۳۰۲ اور ۳۰۷ کی دفعات بھی ذاتی انتقام، خاندانی دشمنیوں اور گروہی رقابتوں کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس میں کون سا مذہب کردار ادا کرتا ہے اور مذہبی رہنماؤں کا کونسا طبقہ اس کی ترغیب دیتا ہے؟ یہ ایک معاشرتی رویہ ہے جس کا مذہب یا مذہبی حلقوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے اگر ۲۹۵۔سی کا بھی کسی جگہ غلط استعمال ہو جاتا ہے تو اسے مذہب یا مذہبی رہنماؤں کے کھاتے میں ڈال دینا کہاں کا انصاف ہے؟

پھر اس قانون کا استعمال صرف اقلیتوں کے خلاف نہیں ہوتا، بلکہ مسلمان کہلانے والوں کے

خلاف بھی ہوتا ہے اور اگر اس قانون کے غلط استعمال کی صورت فی الواقع ہے تو یہ ہے کہ بعض مسلمان محض فرقہ وارانہ اختلافات اور تعصب کے باعث اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف اس قسم کے مقدمات درج کرا دیتے ہیں، جیسا کہ حال ہی میں ایک مقدمہ میں ایک فرقہ کے مولوی صاحب کو اس جرم میں عمر قید کی سزا سنائی گئی ہے کہ انہوں نے مسجد کی دیوار سے دوسرے فرقے کے ایک پروگرام کا پوسٹر پھاڑ دیا تھا۔ اکا دکا واقعات میں اس قسم کی صورت حال سے انکار نہیں کیا جاسکتا، لیکن اس کی بنیاد پر یہ کہنا کہ توہین رسالت کے قانون کا بالکل ہی غلط استعمال ہو رہا ہے یا صرف اقلیتوں کے خلاف استعمال ہو رہا ہے، یہ قطعی طور پر غیر واقعی اور غیر منطقی بات ہے۔

بہر حال اس قانون کے غلط استعمال کا الزام درست ہو یا غلط، دونوں صورتوں میں ہم نے اس پر باہمی گفتگو اور مکالمے کی ضرورت سے کبھی انکار نہیں کیا اور مبینہ طور پر غلط استعمال کی روک تھام کے لیے طریق کار میں کسی ایسی تبدیلی کو مسترد نہیں کیا جس سے نفس قانون متاثر نہ ہوتا ہو، لیکن سرے سے اس قانون کو ختم کرنے کا مطالبہ ہمارے نزدیک ان لادین سیکولر حلقوں کے موقف کی حمایت کے مترادف ہے جو سرے سے مذہب کے معاشرتی کردار کو ختم کرنے کے درپے ہیں اور ریاست وحکومت کے تمام معاملات سے مذہب کا حوالہ ختم کر دینے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

یہاں بشپ آف پاکستان ڈاکٹر اعجاز عنایت کے ایک تفصیلی انٹرویو کے چند اقتباسات نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جسے کراچی کے روزنامہ ''امت'' نے ۱۱ جنوری ۲۰۱۱ء کو شائع کیا ہے۔

بشپ چرچ آف پاکستان ڈاکٹر اعجاز عنایت نے کہا ہے کہ:

☆ موجودہ صورت حال کی ذمہ دار وفاقی حکومت ہے جس نے معاملے کو یہاں تک پہنچایا ہے۔ اگر حکومت معاملے کو ابتدا میں ہی سمجھداری سے حل کر لیتی تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ سلمان تاثیر سمیت دیگر حکومتی عہدیداروں نے طاقت کے زعم میں ایسی باتیں کیں جو انہیں نہیں کرنی چاہیے تھیں۔ درحقیقت انہوں نے لاپروائی کا مظاہرہ کر کے اقلیتوں کی مشکلات میں اضافہ کر دیا۔ سلمان تاثیر نے آسیہ کے معاملے میں جو مداخلت کی ہے، ہم اس کے طریق کار کو مناسب نہیں سمجھتے، اس لیے کہ اگر قانون میں کوئی سقم تھا تو انہیں عدالت سے رجوع کرنا چاہیے تھا۔

☆ سلمان تاثیر کی جہاں تک بات ہے تو یہی کہا جاسکتا ہے کہ بے وقوف دوست سے عقلمند دشمن زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ ان کے بیان کی وجہ سے ملک میں لبرل اور انتہا پسند طبقوں میں ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے جو غیر ضروری اور غیر اہم ہے۔

☆ میں توہین رسالت کے قانون کو ختم کرنے کے حق میں بالکل بھی نہیں ہوں۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اسے اکثریت کی حمایت حاصل ہے اور اسے موجود رہنا چاہیے، تاہم جو شخص الزام عائد کرتا ہے، اس کا سب سے پہلے پولوگرافک ٹیسٹ ہونا چاہیے تاکہ یہ دیکھا جاسکے کہ وہ جھوٹ کہہ رہا ہے یا سچ۔ اس کے علاوہ الزام عائد کرنے والے کے الزام کا جائزہ لینے کے لیے علمائے کرام کی ایک ہائی پروفائل کمیٹی ہونی چاہیے جو یہ دیکھے کہ الزام کسی دشمنی یا رنجش کی بنا پر تو عائد نہیں کیا جارہا؟

☆ مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ وہ روز اول سے ہی ۲۹۵-سی کے غلط استعمال کو روکنے کی کوشش کرتے تاکہ آسیہ مسیح اور سلمان تاثیر کے اس مقام تک پہنچنے کی نوبت نہ آتی۔ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے اہل اسلام کو معلوم ہوگا کہ ۲۹۵-سی کے نفاذ میں اقلیتوں کے تمام ووٹ اس قانون کے حق میں تھے۔ اس وقت بھی ہمیں اس قانون سے کوئی خطرہ نہیں تھا اور آج بھی ہم اس قانون کی عزت کرتے ہیں۔

☆ عام تاثر یہی ہے کہ سلمان تاثیر بیرونی دنیا کے دباؤ اور صدر مملکت آصف علی زرداری کی ہدایات پر عمل درآمد کر رہے تھے، تاہم میں اس سوچ کی سختی سے مذمت کرتا ہوں۔ صدر پاکستان اور حکمرانوں کو میرٹ کی بنیاد پر ملک کے عوام کو انصاف فراہم کرنا چاہیے تاکہ عدل وانصاف کے پیچیدہ نظام کی وجہ سے بے گناہ افراد کو سزا نہ مل سکے۔ میں اپیل کروں گا کہ ہم سب مل کر پاکستان میں عادلانہ نظام قائم کرنے کی کوشش کریں۔

بشپ چرچ آف پاکستان، جناب ڈاکٹر اعجاز عنایت کے یہ متوازن اور حقیقت پسندانہ خیالات اس حوالے سے حوصلہ افزا ہیں کہ انہوں نے معروضی صورت حال کا بہتر تجزیہ کیا ہے اور اس سازش کو بروقت بھانپ لیا ہے جو پاکستان میں مسلم اکثریت اور مسیحی اقلیت کے درمیان غلط فہمیوں کو فروغ دینے اور اس کے ذریعے لادینیت کے سیکولر ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لیے مفاد پرست عناصر کی طرف سے مسلسل جاری ہے۔

پاکستان پیپلز پارٹی کا نقطہ نظر ذوالفقار علی بھٹو مرحوم سے تمام تر اختلافات کے باوجود ان کا یہ کریڈٹ ہمیشہ غیر متنازعہ رہا ہے کہ انہوں نے ۱۹۷۳ء کے دستور میں پاکستان کی اسلامی نظریاتی شناخت کو قائم رکھا، قوم سے نفاذ اسلام کا دستوری عہد کیا، عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا دیرینہ مسئلہ حل کیا، اسلامی سربراہ کانفرنس کا اہتمام کر کے عالم اسلام کو وحدت اور یکجہتی کا پیغام دیا اور ایٹمی توانائی کے مسئلے پر عالمی دباؤ کی پروانہ کرتے ہوئے قومی خود مختاری اور ملی حمیت کا مظاہرہ کیا۔ تحفظ ناموس

رسالت کے مسئلے پر پاکستان پیپلز پارٹی کے بعض رہنماؤں کے بیانات اور اس کے خلاف ان کی مہم دیکھ کر ڈر لگ رہا تھا کہ شاید پی پی پی اپنے مرحوم بانی اور قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو کے کردار سے منحرف ہونے جا رہی ہے، لیکن ریمنڈ ڈیوس کے مسئلے پر شاہ محمود قریشی اور تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے بارے میں وزیر قانون بابر اعوان کے دوٹوک موقف نے ہمارے خوف اور خدشے کو دور کر دیا ہے اور دل کو تسلی ہونے لگی ہے کہ پی پی پی میں ابھی ایسے رہنما موجود ہیں جو ملی جذبات کو محسوس کرتے ہیں اور نہ صرف ان سے ہم آہنگ ہیں بلکہ ان کی ترجمانی کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔

تحفظ ناموس رسالت کے قانون کے بارے میں مختلف ریفرنسز اور شیریں رحمٰن کی طرف سے قومی اسمبلی کے سیکرٹریٹ میں جمع کرائے جانے والے بل کے حوالے سے وزارت قانون نے اپنا موقف واضح کرنے کا تقاضا کیا گیا تھا جس پر وزارت قانون کی طرف سے جوابی طور پر پیش کیے جانے والے ریفرنس میں تحفظ ناموس رسالت کے قانون کا مختلف حوالوں سے جائزہ لیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہ سزا دی گئی ہے۔ پھر مختلف ممالک کے قوانین کا حوالہ دیا گیا ہے جن میں توہین مذہب اور مذہبی شخصیات کی بے حرمتی کو جرم قرار دیتے ہوئے اس پر سزا مقرر کی گئی ہے۔ ان ممالک میں افغانستان، آسٹریلیا، بنگلہ دیش، برازیل، کینیڈا، مصر، کویت، ملائشیا، مالٹا، ہالینڈ، نیوزی لینڈ، نائیجیریا، سعودی عرب، سوڈان، متحدہ عرب امارات، برطانیہ، یمن اور امریکہ کی بعض ریاستیں شامل ہیں۔ ان تمام ممالک میں مذہب اور مذہبی شخصیات کی توہین جرم ہے اور اس جرم پر مختلف نوعیت کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں، اس لیے پاکستان میں ناموس رسالت کی توہین کو جرم قرار دینے اور اس پر سزا مقرر کرنے کا قانون عالمی روایات کے خلاف نہیں ہے۔

سمری کا اختتام اس پیراگراف پر ہوتا ہے کہ: ”ان تمام حقائق کی روشنی میں توہین رسالت کی سزا موت آئین کے آرٹیکل ۲۹۵-سی، پاکستان پینل کوڈ ۱۸۶۰ء اور قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی یا ترمیم کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، اس لیے ایسے تمام پیراگراف جو مختلف ریفرنسز میں بیان کیے گئے ہیں، وہ تمام قانون کی غلط تشریح پر مبنی ہیں، جبکہ اس قانون پر عمل درآمد کے لیے پاکستان میں موثر عدالتی انصاف بھی موجود ہے جو آئین پاکستان، قرآن وسنت اور انصاف کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔“

اس تفصیلی جائزے کے ساتھ وزارت قانون نے وزارت اقلیتی امور کے ریفرنس اور شیریں رحمٰن کے پرائیویٹ بل سے اختلاف کیا ہے اور کہا ہے کہ تحفظ ناموس رسالت کے قانون میں کسی قسم

کی تبدیلی یا ترمیم کی سرے سے کوئی ضرورت نہیں۔

ہم سمجھتے ہیں کہ وزارت قانون نے اس ریفرنس کی صورت میں پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے عقائد و جذبات کا تحفظ و ترجمانی کی ہے اور اس کے ساتھ ہی سابق وزیر خارجہ جناب شاہ محمود قریشی نے بھی ریمنڈ ڈیوس کیس کے بارے میں زمینی حقائق کے خلاف موقف اختیار کرنے سے انکار کر کے کسی قسم کے ملکی وغیر ملکی دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے پاکستانی عوام کے جذبات اور قومی حمیت کی ترجمانی کی ہے۔

اداریہ ماہنامہ الشریعہ مارچ ۲۰۱۱ء

تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کالازمی اور بنیادی تقاضا

حضرت ڈاکٹر حافظ محمد ثانی صاحب

آئین اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دفعہ C-295 قانون تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، فوجداری قانون (ترمیمی) ایکٹ نمبر 3، سال 1986ء کی صورت میں منظور ہوئی، اس میں اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے کہا گیا: ''جو شخص بذریعہ الفاظ: زبانی، تحریری یا اعلانیہ، اشارتاً کنایتاً (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر) بہتان تراشی کرے یا رسول اکرم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی کا ارتکاب کرے، اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔''

مذکورہ بالا دفعہ میں ''یا عمر قید'' کا لفظ اسلام میں توہین رسالت کی اجماعی سزا کے صریحاً خلاف تھا، لہٰذا وفاقی شرعی عدالت نے اکتوبر 1990ء میں اپنے فیصلے میں صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان کو ہدایت کی کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور ''یا عمر قید'' کے الفاظ ختم کردیے جائیں اور یہ کہ اگر مقررہ تاریخ تک ایسا نہ کیا گیا تو بعدازاں یہ الفاظ خود بخود کالعدم تصور کیے جائیں گے اور توہین رسالت کے مرتکب کے لیے سزائے موت مملکت کا قانون بن جائے گا۔ چنانچہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہوسکا جس کے نتیجے میں وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق ''یا عمر قید'' کے الفاظ خود بخود کالعدم قرار پائے۔

برصغیر پاک و ہند میں قانون سازی کی طویل تاریخ میں یہ حقیقت بھی مخفی نہیں کہ 1860ء میں مرتب کردہ تعزیرات ہند جو بعدازاں تعزیرات پاکستان کے نام سے نافذ العمل قرار پائیں، کے باب 15 کی 4 دفعات 295,296,297,298 پر مشتمل تھیں۔ جس کے مطابق کسی طبقہ کے مذہب کی توہین، مذہبی رسوم میں خلل اندازی یا کسی کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے کے حوالے سے مختلف سزاؤں کا تعین کیا گیا تھا۔ گویا 140 برس سے یہ دفعات اور اس حوالے سے مختلف سزائیں موجود تھیں۔

1947ء کے بعد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی واضح، غالب مسلم اکثریت اور مذہبی حساسیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس باب میں مزید اضافہ کیا جاتا رہا اور اب مملکت خداداد پاکستان میں اہانت رسول کے مرتکب کی سزا صرف اور صرف موت مقرر ہے۔ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کی منظوری کے بعد توہین رسالت کے مرتکب کے لیے ''سزائے موت'' قرآن وسنت، اجماع امت اور اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے متفقہ فیصلے کے مطابق نافذ ہوگئی اور اس طرح توہین رسالت کے مرتکب کی سزا عام فرد سے ریاست اور عدالت کو منتقل ہوگئی۔ اس طرح گویا یہ سزا قانون کے دائرے میں آنے سے کسی بھی قسم کی الزام تراشی، غلط بیانی، ذاتی انتقام، مفروضوں کی بنیاد پر قائم مقدمات کے حوالوں سے محفوظ قرار پائی اور لاقانونیت اور قانون شکنی کا راستہ مسدود ہوگیا۔ عدالت مکمل تحقیق، گواہان کے بیانات اور دیگر ضروری معلومات کے بعد منصفانہ فیصلے کی پابندی قرار پائی اور بڑی حد تک اقلیتوں کو تحفظ حاصل ہوگیا۔ جب کہ اس سے قبل اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ بالعموم اور برصغیر پاک وہند کی تاریخ بالخصوص اس حقیقت پر گواہ ہے کہ توہین رسالت کے بد باطن مرتکبین کو شمع رسالت کے پروانوں نے جہنم رسید کر کے اس فریضے کو ادا کیا۔ برصغیر کی تاریخ میں اس قسم کی مثالیں موجود ہیں۔

برطانوی دور حکومت میں 1920ء اور 1930ء کے عشروں میں ہندوؤں کی طرف سے توہین رسالت کے متعدد واقعات پیش آئے، جو ہندوؤں کی پیدا کردہ شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کا حصہ تھے، جن کا مقصد مسلمانوں کو ہندومت کی طرف مائل کرنا اور انہیں ہندو بنانا تھا، چنانچہ اس دوران اہانت رسول کے مرتکبین کو جاں نثاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

1857ء کے جہاد آزادی کے بعد صلیبی ذہنیت کے علمبردار انگریز سرکار نے برصغیر پاک وہند میں عاشقان رسول کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ وارفتگی اور جذبہ عشق وفدائیت کو گہری نیند سلانے کے لیے جو متعدد نسخے آزمائے، اہانت اور شتم رسول کا حربہ ان میں سب سے مکروہ، قابل مذمت اور عاشقان وفدائیان رسول کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ محبت وعقیدت، وارفتگی اور غیرت ایمان کے لیے سب سے بڑا امتحان تھا۔ اس ناپاک اور مذموم تحریک کی بنیاد اس فلسفے پر رکھی گئی کہ ....!

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا

روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

عاشقان وجاں نثاران رسالت قانون توہین رسالت کی عدم موجودگی یا قانون کے غیر موثر

ہونے کے باعث رضا کارانہ طور پر اپنی جوانیاں توہین رسالت کے مرتکبین کو جہنم رسید کر کے حرمت وناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نچھاور کر گئے، غازی علم الدین شہید، غازی عبدالقیوم شہید، غازی عبدالرشید شہید، غازی محمد صدیق شہید، غازی میاں محمد شہید، غازی مرید حسین شہید، غازی میر حسین شہید اور غازی محمد حنیف شہید کے ساتھ ساتھ وہ تمام غازیان وفدائیان نبوت اس ابدی صداقت کی تاریخی، ناقابل تردید اور عملی حقیقت ہیں کہ مسلمان کا سرمایہ جان وایمان اور مرکز عشق ومحبت وارفتگی، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس اور حرمت کا تحفظ ہے۔ شاعر مشرق، علامہ اقبال اس ابدی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کیا خوب کہتے ہیں!

بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست

گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ وارفتگی اور عقیدت ومحبت کے ابدی اور لافانی سفر کا آغاز عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے شروع ہوا اور آج تک جاری ہے۔ محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کی یہ قابل افتخار میراث امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملی، محبت ہی ادب وتوقیر سکھاتی ہے اور محبت ہی اتباع واطاعت پر آمادہ کرتی ہے، تعظیم وہی تعظیم ہے جس کا منشاء محبت ہو اور اکرام وہی ہے جس کا مبدأ محبت ہو۔ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے حد درجہ عقیدت کے عملی اظہار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت و وارفتگی کو دیکھیے کہ یہی ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی اساس ہے۔

عروہ بن مسعود ثقفی کو قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر اپنا سفیر مقرر کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا، اسے سمجھایا گیا تھا کہ مسلمانوں کے حالات کو غور سے دیکھے اور قوم کو آکر آگاہ کرے، عروہ نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے ہیں تو بقیہ آب وضو پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یوں گرتے ہیں گویا ابھی لڑ پڑیں گے، مستعمل پانی کو زمین پر گرنے نہیں دیتے، وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہی روک لیا جاتا ہے۔ جسے وہ منہ پر مل لیتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ تعمیل کے لیے دوڑتے پھرتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ ارشاد فرماتے ہیں تو وہ سب لب بہ مہر ہو جاتے ہیں، تعظیم کا یہ حال ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے، عروہ نے یہ سب کچھ دیکھا اور قوم سے آکر یوں بیان کیا: ”لوگو! میں

نے کسریٰ کا دربار بھی دیکھا اور قیصر کا دربار بھی، نجاشی کا دربار بھی دیکھا مگر اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو تعظیم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کرتے ہیں، وہ تو کسی بادشاہ کو بھی اپنے دربار اور ملک میں حاصل نہیں۔"

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کی یہ قابل افتخار میراث آج بھی مسلم امہ کا سرمایۂ ایمان ہے، عقیدت ومحبت اور وارفتگی وجاں نثاری کے یہ جذبات آج بھی امت محمد کے دلوں کی دھڑکن اور حیات مستعار کا سرمایہ افتخار ہے، عقیدت ومحبت اور جاں نثاری کا یہ سفر ان شاء اللہ ابد کی آخری ساعتوں تک جاری رہے گا۔ ناموس مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ وار جاں نثار ہونے کا یہ جذبہ اہل ایمان کے دلوں کی دھڑکن بن کر تا قیامت سلامت رہے گا۔ مولانا ظفر علی خان نے اس حوالے سے کیا خوب کہا ہے: "نماز اچھی، حج اچھا، روزہ اچھا اور زکوٰۃ اچھی مگر میں باجوداس کے مسلماں ہو نہیں سکتا"

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ طیبہ کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت مخفی نہیں کہ قانون انسداد توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی بھی قسم کی مجوزہ ترمیم قانون شکنی کو جنم دے گی، توہین رسالت کی سزا عدالت اور ریاست سے عام افراد تک منتقلی کا باعث ہو کر قانون شکنی کا سبب بنے گی۔ ناموس رسالت کا قانون غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ کا ذریعہ ہے، یہ ریاست اور فرد کے درمیان توہین رسالت کے مقدمات میں قانون شکنی کی راہ میں رکاوٹ، مذہبی فرقہ واریت، تصادم اور مذہبی حساسیت کے نتیجے میں برپا ہونے والی کسی بھی بدامنی اور قانون شکنی کے تدارک کے لیے ضروری ہے۔ اس لیے بھی کہ ناموس رسالت کا تحفظ احترام وتکریم انسانیت اور بذات خود انسانی حقوق کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ یہ پوری دنیا میں بسنے والی ایک ارب، چالیس کروڑ امت محمد کا مسئلہ ہے، جو ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت، حرمت وناموس کے تحفظ میں کسی مصلحت اور رواداری کے قائل نہیں، خود اقوام متحدہ کا عالمی منشور انسانی حقوق احترام وتکریم انسانیت کا علمبردار ہے۔

جب عالم انسانیت کا عام فرد انسان ہونے کے ناتے احترام وتکریم انسانیت کا مستحق ہے تو ایک ارب 40 کروڑ جاں نثاروں کے دلوں کے حاکم اور عالم انسانیت کے ہادی اور ہیرو، نبی آخر واعظم صلی اللہ علیہ وسلم اس احترام وتکریم انسانیت کے بدرجہا مستحق ہیں۔ لہٰذا عالم انسانیت کے

سب سے زیادہ لائق احترام وتکریم، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا تحفظ احترام انسانیت اور انسانی حقوق کے تحفظ کے حوالے سے انتہائی اہم اور اولیت کا حامل ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور تکریم پوری انسانیت کا احترام اور تکریم ہے اور نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین آمیزی، پوری انسانیت کی توہین اور احترام وتکریم کے منافی عمل ہے۔

روزنامہ جنگ، کراچی

جمعۃ المبارک 31 دسمبر 2010ء

قانون توہین رسالت اور غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ

اشتیاق بیگ صاحب

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کے بعد ملک میں ایک نئی بحث نے جنم لیا ہے۔ایک طبقہ سلمان تاثیر کو شہید اور پاکستان میں لبرل ازم کا علمبردار قرار دیتے ہوئے خراج تحسین پیش کررہا ہے، ان کی یاد میں شمعیں جلا رہا ہے جبکہ دوسرا طبقہ ممتاز حسین قادری کو غازی قرار دیتے ہوئے اس کا تعلق غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ سے جوڑ رہا ہے اور ان پر پھول نچھاور کررہا ہے۔۸۱ سال بعد ایک بار پھر غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور واقعہ ذہنوں میں تازہ ہوگیا ہے اور آج ہر ایک کی زبان پر ہے۔لاہور کا رہائشی ۱۹ سالہ غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ پیشے کے لحاظ سے ایک بڑھئی تھا۔تقسیم ہند سے پہلے انڈیا میں ہونے والے ایک واقعہ نے علم دین کی زندگی میں ہلچل برپا کردی۔۱۹۲۳ء میں ایک انتہا پسند ہندو نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک نہایت گستاخانہ کتاب تحریر کی۔یہ کتاب ایک فرضی نام سے لکھی گئی، جسے لاہور کے ایک ہندو پبلشر راجپال نے شائع کیا۔کتاب میں انتہائی نازیبا باتیں درج تھیں، جنہیں کوئی بھی مسلمان برداشت نہیں کرسکتا تھا۔کتاب کی اشاعت سے پورے برصغیر کے مسلمانوں میں شدید غم وغصے کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں نے اس کتاب پر پابندی کا مطالبہ کیا اور اس کے پبلشر کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کردیا۔سیشن کورٹ نے راجپال کو مجرم قرار دیتے ہوئے سزا سنادی جس کے بعد لاہور ہائیکورٹ نے اس سزا کے خلاف اپیل کی۔سماعت میں مجرم راجپال کو اس وجہ سے رہا کردیا کہ اس وقت مذہب کے خلاف گستاخی کا کوئی قانون موجود نہ تھا۔

مسلمانوں نے ہائیکورٹ کے اس فیصلے کے خلاف پورے ملک میں تحریک شروع کردی۔ نوجوان علم دین اپنے دوست رشید کے ساتھ لاہور کی تاریخی وزیر خان مسجد کے سامنے اس ہجوم میں موجود تھا جو ہندو رائٹر راجپال کے خلاف نعرے لگا رہا تھا۔جذبات کا ایک تلاطم تھا جو ہجوم کے نعروں کی گونج میں امنڈ رہا تھا۔امام مسجد نے انتہائی درد بھری آواز میں کہا: ''مسلمانو! شیطان راجپال نے

اپنی کتاب میں ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے اور عدالتوں نے اسے بری کر دیا ہے، جس سے اسلام دشمنوں کی حوصلہ افزائی ہوئی ہے۔"

امام مسجد کے یہ الفاظ غازی علم دین کے دل میں اتر گئے اور اس نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ گستاخ رسول کو واصل جہنم کر کے ہی دم لے گا۔ اس نے اپنی اس خواہش کا اظہار اپنے قریبی دوست رشید سے کیا۔ وہ بھی راجپال کو اس گستاخی کا مزا چکھانا چاہتا تھا۔ دونوں دوستوں نے اس مسئلے پر تین مرتبہ قرعہ اندازی کی اور تینوں مرتبہ علم دین کا نام آیا، آخر کار رشید، علم دین کے حق میں دستبردار ہو گیا۔ اللہ نے یہ سعادت شاید علم دین کے ہی نصیب میں لکھی تھی۔

۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کو علم دین بازار سے ایک چھری خرید کر سیدھا راجپال کی دکان کی طرف روانہ ہوا۔ راجپال ابھی دکان پر نہیں آیا تھا۔ علم دین نے اس کا انتظار کیا اور جیسے ہی راجپال اپنی دکان میں داخل ہوا علم دین نے چھری سے اس کے سینے پر زوردار وار کیا، جو اس کے دل میں پیوست ہو گیا۔ راجپال موقع پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ پولیس نے اسے گرفتار کر لیا اور اس پر قتل کا مقدمہ درج کر کے کیس چلایا گیا۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر قائداعظم محمد علی جناح نے علم دین کا مقدمہ لڑا۔ قائداعظم نے ایک موقع پر علم دین سے کہا کہ وہ جرم کا اقرار نہ کرے۔ غازی علم دین نے کہا کہ میں یہ کیسے کہہ دوں کہ میں نے یہ قتل نہیں کیا، مجھے اس قتل پر ندامت نہیں بلکہ فخر ہے، کورٹ نے علم دین کو سزائے موت دی۔ قائداعظم محمد علی جناح لبرل تصور کئے جاتے تھے اور اس وقت ہندو مسلم اتحاد کے بہت بڑے حامی تھے، ہندو اخبارات نے ان پر کڑی تنقید کی، لیکن قائداعظم نے اس تنقید کو رد کرتے ہوئے کہا: "مسلمانوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہر چیز سے بڑھ کر ہے۔"

۳۱ اکتوبر ۱۹۲۹ء غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی سزائے موت پر عمل درآمد کا دن تھا۔ علم دین رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی آخری خواہش پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ مجھے صرف دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔ غازی علم دین کو جب پھانسی گھاٹ پر لایا گیا اور جب پھندا ان کی گردن میں ڈالا گیا تو اس نے وہاں موجود لوگوں سے کہا: "اے لوگو! گواہ رہنا، میں نے راجپال کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے پر واصل جہنم کیا ہے، آج میں آپ سب کے سامنے کلمہ طیبہ کا ورد کر کے حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی جان نچھاور کر رہا ہوں۔"

غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ کو پھانسی کے بعد برطانوی حکومت نے ان کی میت بغیر نماز جنازہ جیل کے قبرستان میں دفنا دی، جس پر مسلمانوں نے شدید احتجاج کیا اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہم چلائی اور آخر کار انگریزوں کو یہ یقین دہانی کے بعد کہ "لاہور میں تدفین کے موقع پر

ہنگامہ آرائی نہیں ہوگی۔"

اس کی اجازت دی گئی۔ ۱۵ دن بعد جب غازی علم دین شہید کی میت کو قبر سے نکالا گیا تو ان کا جسد خاکی پہلے دن کی طرح تر و تازہ تھا۔ علم دین شہید کے والد نے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے علم دین رحمۃ اللہ علیہ کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی، جس پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے کہا کہ "وہ بہت گناہ گار انسان ہیں اس لیے اتنے بڑے شہید کی نماز جنازہ وہ نہیں پڑھا سکتے۔"

غازی علم دین شہید کی نماز جنازہ لاہور کی تاریخ کی سب سے بڑی نماز جنازہ تھی جس میں لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے کو کندھا دے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے غازی علم دین شہید کی میت کو کندھا دیا اور اپنے ہاتھوں سے انہیں قبر میں اتارا۔ اس موقع پر علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے پرنم آنکھوں کے ساتھ کہا: "ترکھان کا بیٹا آج ہم پڑھے لکھوں پر بازی لے گیا اور ہم دیکھتے ہی رہ گئے۔"

علم دین شہید کی پھانسی کے بعد ایسے حالات پیدا ہوئے جس کے بعد انگریزوں کو قوانین میں تبدیلی کرنا پڑی اور کسی بھی مذہب کی توہین کو جرم قرار دیا گیا اور اس طرح ایک نوجوان کی قربانی قانون میں تبدیلی کا پیش خیمہ بنی۔ آزادئ پاکستان کے بعد توہین رسالت کے قانون کو پاکستان پینل کوڈ کا حصہ بنایا گیا اور ۱۹۸۲ء میں اس وقت کے صدر جنرل ضیاء الحق نے اس قانون میں ترمیم کرتے ہوئے قرآن کریم کی توہین کی سزا عمر قید جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی کم از کم سزا موت رکھی۔

یہ تمام تحریر کرتے ہوئے مجھے ۲۰۰۶ء میں ناموس رسالت پر اپنی جان نچھاور کرنے والا ۲۸ سالہ نوجوان عامر چیمہ یاد آ رہا ہے۔ والدین نے اپنے اکلوتے بیٹے کو ٹیکسٹائل کی اعلیٰ تعلیم کے لئے جرمنی بھیجا مگر قدرت نے ان کے بیٹے کو "شہادت" کی سند دے کر وطن واپس بھیجا۔ عامر چیمہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایک جرمن اخبار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ خاکے شائع کئے ہیں تو وہ تن تنہا اخبار کے دفتر پہنچ گیا اور تنبیہ کی کہ اگر اخبار نے خاکوں کی اشاعت نہ روکی تو وہ ایڈیٹر کی جان لے لے گا۔ پولیس نے عامر چیمہ کو گرفتار کر لیا اور دوران حراست پولیس عامر پر تشدد کرتی رہی۔ ایک صبح عامر چیمہ کی لاش سیل میں لٹکی ہوئی پائی گئی۔ پولیس نے اس واقعہ کو خودکشی قرار دیا۔ عامر کی جیب سے اردو میں لکھا خط برآمد ہوا، جس میں تحریر تھا کہ: "اسے اپنی جان کا خطرہ ہے، اس کی موت کو خودکشی نہ سمجھا جائے۔ عامر نے خط میں اپنے والدین سے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ موت کی صورت میں اس کی تدفین مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں کی جائے اور

ان مقدس مقامات پر اس کی مغفرت کے لئے دعائیں کی جائیں۔''

موت تو ہر ایک کو آنی ہے اور اس سے فرار ممکن نہیں لیکن عامر کی موت ایسی موت تھی جس پر زندگی کو بھی رشک آیا۔ اس کا جسد خاکی وزیر آباد میں اس کے گاؤں لے جایا گیا جہاں ملک کے مختلف شہروں سے لاکھوں لوگ جوق در جوق اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار کرنے اور اس کی میت کو کندھا دینے کے لئے آئے تھے۔ عامر کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت ان کے والد کو حاصل ہوئی۔ اس طرح عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ بھی کئی دہائیوں بعد غازی علم دین رحمۃ اللہ علیہ کی طرح تاریخ میں امر ہو گیا۔ عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت پر میں نے اس کے والد پروفیسر نذیر چیمہ کو فون کیا اور شہید کا باپ ہونے پر خراج تحسین پیش کیا۔ پروفیسر صاحب نے مجھے کہا کہ کاش! میرا ایک اور بیٹا ہوتا تو میں اسے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر قربان کر دیتا۔ میں نے پروفیسر صاحب کو اپنی جانب سے حج کی سعادت کی پیشکش کی تاکہ وہ شہید کی وصیت کے مطابق مکہ مکرمہ اور مدینہ میں اس کے لئے مغفرت کی دعائیں کر سکیں۔ پروفیسر صاحب نے میری پیشکش پر شکریہ ادا کیا۔ کچھ عرصے بعد جب مجھے اللہ تعالیٰ نے غسل کعبہ کی سعادت عطا فرمائی اور مجھے خانہ کعبہ کے اندر کچھ وقت گزارنے کا موقع ملا تو میں نے خانہ کعبہ کے اندر عامر چیمہ رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کے لئے دعائیں کیں۔

ناموس رسالت پر مر مٹنے کا جذبہ صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ شمع رسالت کے پروانے دنیا بھر میں موجود ہیں اور اپنی جانیں نچھاور کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ ہالینڈ میں مقیم مراکشی باشندے عبدالرحیم کو جب یہ پتہ چلا کہ ہالینڈ کے وین گوگ نامی ایک آرٹسٹ نے ماڈل عورت کے برہنہ جسم پر (نعوذ باللہ) قرآنی آیات تحریر کیں اور اسے آرٹ کا ایک شاہکار نمونہ قرار دیا تو وہ یہ برداشت نہ کر سکا اور اس نے بد بخت آرٹسٹ کو قتل کر دیا۔ عدالت نے عبدالرحیم کو ۶ سال قید کی سزا سنائی اور کہا کہ عدالت کو امید ہے کہ ملزم کو اپنے کئے پر پچھتاوا ہوگا اور وہ مستقبل میں ایسا نہیں کرے گا تو عبدالرحیم نے مسکراتے ہوئے جج کو جواب دیا کہ اسے اپنے کئے پر پچھتاوا نہیں، بلکہ فخر ہے اور اگر کسی نے دوبارہ ایسی گھٹیا حرکت کی تو وہ یہ جرم ایک بار پھر کرے گا۔ یہ سن کر جج نے عبدالرحیم کی سزا کو عمر قید میں تبدیل کر دیا اور کہا کہ اس دیوانے کا علاج کروایا جائے۔ جج کو شاید نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دیوانگی ہی مسلمانوں کے لئے ایک اعزاز ہے۔ حال ہی میں ہالینڈ کی فریڈم پارٹی کے لیڈر اور فلم ''فتنہ'' کے پروڈیوسر گرٹ ولڈر کو ایک مراکشی مسلمان نے قتل کرنے کی کوشش کی مگر وہ بچ نکلا۔ فلم ''فتنہ'' میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی

گئی ہے۔ واضح ہو کہ گرٹ ولڈر وہی ملعون ہے جس نے اس سے قبل یہ بیان دیا تھا کہ اگر مسلمان ہالینڈ میں رہنا چاہتے ہیں تو انہیں (نعوذ باللہ) آدھے قرآن کو تلف کرنا ہوگا۔ ملعون گرٹ ولڈر کو ہالینڈ کی حکومت نے انتہائی خفیہ مقام پر منتقل کر دیا ہے، جہاں اسے سخت پہرے میں رکھا گیا ہے۔

پاکستان میں قانون کا غلط استعمال کسی ایک قانون تک محدود نہیں۔ ٹریفک کے قوانین سے لے کر قتل کے قانون تک ایسے بے شمار قوانین ہیں جس کا غلط استعمال ہو سکتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان قوانین کو ''کالا قانون'' قرار دے کر ختم کر دیا جائے۔ راجپال کا قتل علم دین رحمۃ اللہ نے اس لئے کیا کہ اس وقت مذہب کے خلاف گستاخی کا کوئی قانون موجود نہیں تھا اور مراکش کے عبدالرحیم نے بھی قانون اس لئے اپنے ہاتھ میں لیا کہ ہالینڈ میں بھی یہ جرم قابل سزا نہیں۔ آج امریکا اور مغربی قوتیں توہین رسالت قانون میں ترمیم اور اسے بے اثر کرنا چاہتی ہیں اور اس طرح کا تاثر دے رہے ہیں کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم قانون صرف غیر مسلموں کے لئے ہے جبکہ اس قانون کی زد میں آنے والے مسلمان بھی ہیں، جس کی حالیہ مثال ڈیرہ غازی خان میں امام مسجد اور ان کے بیٹے کو توہین رسالت کے جرم میں عمر قید کی سزا دینا ہے۔ کسی جرم کے فیصلے کے لئے قانون اور عدالتیں ہی بہترین ذریعہ ہیں۔ اگر حکومت ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تو اسے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی کی سربراہی میں اس مقصد کے لئے بنائی گئی کمیٹی کو فوراً ختم کر دینا چاہئے تاکہ مسلمانوں کے خدشات دور ہو سکیں۔

اگر آسیہ مسیح کی عدالتی سزا کو معاف کر دیا جاتا تو اس سے ہماری عدالتی فیصلوں کی وقعت نہ رہتی اور کئی یورپی ممالک آسیہ اور اس کے خاندان کو جان کے خطرے کا بہانہ بنا کر سیاسی پناہ دینے کی پیشکش کرتے جس سے توہین رسالت کے مرتکب افراد کی حوصلہ افزائی ہوتی۔ عیسائیوں کے پیشوا پوپ بینی ڈکٹ کے حالیہ اشتعال انگیز بیان سے کہ حکومت پاکستان آسیہ مسیح کو رہا اور ناموس رسالت قانون ختم کرے، دنیا بھر کے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی ہے۔ پوپ بینی ڈکٹ کو یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ایک مسلمان اپنی ذات، خاندان اور ملک کی توہین تو شاید برداشت کر لے مگر وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی قطعاً برداشت نہیں کر سکتا اور یہ وہ نام ہے جو زبان بھی وضو کر کے لیتی ہے۔ ناموس رسالت کا تحفظ ہر شے پر مقدم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان کا سرمایہ ہے اور یہ سرمایہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

روزنامہ جنگ کراچی،

۱۹ جنوری ۲۰۱۱ء

یہ معاملے ہیں نازک

عرفان صدیقی صاحب

محسن انسانیت، سرور کائنات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کے حوالے سے کسی معاملے پر قلم اٹھاتے ہوئے بھی دل و دماغ میں عجب اضطراب سا پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ تصور ہی کتنا اذیت ناک ہے کہ کوئی شخص اس نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ اپنی زبان پر لا سکتا ہے جس نے کسی ایک طبقے، فریق یا گروہ کی دست گیری نہیں کی بلکہ پوری انسانیت کے زخموں پر مرہم رکھا۔ بنی آدم کو صرف انسان کے حوالے سے دیکھا۔ محبتوں، شفقتوں اور رحمتوں کا چلن عام کیا۔ نفرتوں اور کدورتوں کو دلوں سے کھرچا، دوریاں مٹائیں اور احترام آدمیت کے وہ آفاقی اصول متعارف کرائے جو ابد تک نوع انسان کے لئے مشعل راہ بنے رہیں گے۔

اور میرے لئے یہ تصور بھی ناقابل یقین ہے کہ ایک کلمہ گو مسلمان کے سامنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی جائے اور اس کے لہو میں چنگاریاں نہ سلگیں۔ جو لوگ اس انتہائی نازک اور حساس معاملے کو عمومی قانون یا ضابطے کے حوالے سے دیکھتے اور معمول کے رسمی ردعمل کی توقع رکھتے ہیں، وہ جذبے کی اس شدت وحدت سے آگاہ ہی نہیں جو مسلمان کے ہر قطرہ خون میں لودے رہا ہوتا ہے۔ سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''پس جو لوگ ایمان لائے ان (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اور جنہوں نے آپ کی توقیر و تعظیم کی، اور جنہوں نے آپ کی مدد اور حمایت کی اور جنہوں نے اس نور کا اتباع کیا جو آپ کے ساتھ نازل کیا گیا، یہی ہیں وہ لوگ جو فلاح پانے والے ہیں۔''

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ کی توقیر و تعظیم کو بھی لازم قرار دیتے ہوئے فوز و فلاح کی اہم شرط قرار دیا گیا ہے۔ اس تعظیم و تکریم کا ایک حوالہ سورۃ الحجرات میں ملتا ہے جہاں رب کائنات اہل ایمان کو تلقین کرتا ہے کہ: ''اے ایمان والو! مت بلند کرو اپنی

آوازوں کو نبی کی آواز پر اور نہ ان سے گفتگو میں آواز کو اس طرح بلند کیا کرو جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہوئے اپنی آواز بلند کرتے ہو، مبادا تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں شعور تک نہ ہو۔'' تعظیم و تکریم کا اس قدر ارفع ترین معیار، اللہ تعالیٰ نے خود قائم کر دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنا یا ان سے اس طرح ہم کلام ہونا جس طرح ایک دوسرے سے عمومی گفتگو کی جاتی ہے، کسی شخص کے تمام اعمال حسنہ کو برباد کر سکتا ہے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز بلند کرنا اور آپ سے عمومی انداز میں گفتگو کرنا قرآن کے مطابق ایسا گناہ ہے جو کسی انسان کی تمام نیکیوں کو کھا جاتا ہے تو خیال کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے مقام کی رفعتیں کیا ہیں اور خود خالق کائنات اس مقام کی تعظیم و تکریم کو کتنا عزیز جانتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کے آیا ہوں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد ہے: ''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے روحانی تصرف کے سبب ہر مسلمان کے قلب و روح میں رچ بس گیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جس کے دل میں ایمان کی رمق ہو اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدین، اپنے بچوں اور خود اپنی جان سے زیادہ عزیز نہ رکھتا ہو۔ یہ عشق کی ایک عجب بھید بھری دنیا ہے جس کے اسرار و رموز کوئی نہیں پا سکا اور جس کی جانچ پرکھ کا کوئی پیمانہ ابھی تک ایجاد نہیں ہو سکا۔

غازی علم دین شہید کے حوالے سے علامہ اقبال کا یہ جملہ بڑا مشہور ہوا کہ: ''اسیں گلاں کردے رہے تے ترکھاناں دا منڈا بازی لے گیا۔''

اپنے وقت کا عظیم فلسفی، دانشور، علوم حاضرہ پر مکمل دسترس رکھنے والا، قانون کی تعلیم و تفہیم رکھنے والا وکیل، جب عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مشکبو وادی میں داخل ہوتا ہے تو صرف جذبے کی آنچ باقی رہ جاتی ہے، فکر و فلسفہ اور عقل و دانش کے سارے تقاضے معدوم ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ کراچی کے غازی عبدالقیوم شہید کا ہے۔ یہ 1933ء کا ذکر ہے آریہ سماج حیدرآباد کے سیکرٹری، نتھو رام نے ''ہسٹری آف اسلام'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں دریدہ دہنی کی گئی۔ فطری طور پر اضطراب پھیلا۔ کتاب ضبط کر لی گئی۔

مقدمہ چلا۔نتھو رام کو برائے نام سزا ملی۔اپیل میں یہ بھی ختم ہوگئی۔ہزارے کا عبدالقیوم نامی نوجوان کراچی میں وکٹوریہ گاڑی چلاتا تھا۔ستمبر 1934ء میں عبدالقیوم نے جذبات سے مغلوب ہوکر نتھو رام کو قتل کردیا۔وہ گرفتار ہوا۔مقدمہ چلا۔انگریز جج نے پوچھا ''کیا تم نے یہ قتل کیا ہے؟'' غازی عبدالقیوم نے دیوار پر لگی جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یہ تمہارے بادشاہ کی تصویر ہے۔اگر کوئی اسے گالی دے،اس کی توہین کرے تو کیا تمہارا خون جوش نہیں مارے گا؟ کیا تم اسے جان سے نہ مارو گے؟ نتھو رام نے تو میرے آقا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے۔میری غیرت یہ کیسے برداشت کرسکتی تھی''

غازی عبدالقیوم کو موت کی سزا ہوگئی۔غازی عبدالقیوم نے جج کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا: ''یہ تو ایک جان ہے، لاکھ جانیں ہوتیں تو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کردیتا۔'' مسلمانوں کا ایک بھاری وفد لاہور علامہ اقبال کے پاس پہنچا اور کہا: ''آپ وائسرائے سے مل کر عبدالقیوم کی سزائے موت کے بجائے عمر قید سے بدل دینے کیلئے کہیں۔'' علامہ نے یہ سب کچھ سنا اور کوئی دس منٹ تک گہری سوچ میں ڈوبے رہے۔لبوں کو جنبش تک نہ دی۔آنکھیں بھر آئیں اور جذبے سے کپکپاتی آواز میں پوچھا: ''کیا عبدالقیوم کمزور پڑ گیا ہے؟'' جواب ملا ''نہیں وہ تو اسے اپنی خوش بختی سمجھتا ہے۔''

علامہ اقبال کا چہرہ سرخی سے تمتمانے لگا۔''بولے، جب وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے شہادت خریدی ہے تو میں اس کے اجر و ثواب کی راہ میں کیسے حائل ہوسکتا ہوں۔کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں ایسے مسلمان کے لئے وائسرائے کی منت کروں جو زندہ رہا تو غازی اور پھانسی چڑھ گیا تو شہید۔اور وہ دن لوحِ تاریخ پر ثبت ہوگیا جس دن کراچی میں غازی عبدالقیوم شہادت سے ہم کنار ہوکر امر ہوگیا۔''

ضربِ کلیم کا یہ شعر اسی واقعے سے متعلق ہے۔

ان شہیدوں کی دیت اہلِ کلیسا سے نہ مانگ
قدر و قیمت میں ہے خوں جن کا حرم سے بڑھ کر

توہین رسالت کے قانون کو نشانہ بنانے والوں کو اندازہ ہی نہیں کہ اس معاملے کی نزاکتیں کیا ہیں۔ایک امر طے ہے کہ کوئی مسلمان چاہے وہ بے عمل ہی کیوں نہ ہو،حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی برداشت نہیں کرسکتا۔جذبات کے اس لاوے کے سامنے بند باندھنے کے لئے لازم ہے کہ توہین رسالت کے قانون کو مزید کڑا بنایا جائے۔ہر مسلمان کے دل میں یہ پختہ

اعتماد پیدا ہونا چاہئے کہ توہین رسالت کا کوئی مجرم کڑی سزا سے بچ نہیں سکے گا۔ اگر دلیل یہ ہے کہ کچھ لوگ اس قانون کے کڑے پن کا غلط استعمال کرتے ہیں اور ذاتی مخالفین کو پھنسا دیتے ہیں تو اس کے سدباب کے لئے علمائے کرام کی مدد سے قانون سازی کی جاسکتی ہے۔ یقیناً یہ بھی توہین رسالت ہے کہ کوئی شخص ذاتی بغض یا دشمنی کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر بہتان باندھے۔ لیکن ایسا کون سا ملکی قانون ہے جس کا غلط استعمال نہیں ہو رہا اور یہ احترام انسانیت کا کون سا اسلوب ہے کہ حکمرانوں کی شفقتیں اور محبتیں صرف انہی کے لئے انگڑائی لیتی ہیں جن پر توہین رسالت کا الزام ہو؟ کتنی خواتین اپنے معصوم بچوں سمیت جیل خانوں میں پڑی ہیں۔ گورنر سلمان تاثیر صرف آسیہ مسیح کیلئے بے کل کیوں ہوئے؟ اور قانونی عمل کی حتمی تکمیل سے پہلے ہی رحم کی اپیل کیسے دائر ہوگئی؟ یہ رویے بذات خود اشتعال کا باعث بنتے ہیں۔ آسیہ مسیح کے ساتھ انصاف ہونا چاہئے اور انصاف اس معاشرے سے بھی ہونا چاہئے جو اس معاملے میں زبردست حساسیت رکھتا ہے۔ کسی بھی قانون کا ناروا استعمال غلط ہے لیکن کسی بھی ملزم یا مجرم کے بارے میں امتیازی رویے کس مکتب تہذیب میں روا ہیں؟

روزنامہ جنگ کراچی

۲۸ نومبر ۲۰۱۰ء

قانون توہین رسالت کیا ہے اور کیوں ضروری ہے!

محترمہ ڈاکٹر سمیحہ راحیل قاضی صاحبہ

برصغیر پاک وہند میں مغلیہ سلطنت کے عدالتی مقدمات میں فیصلے قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں کیے جاتے تھے۔مغلوں کے زوال کے بعد 1860ء میں انڈین پینل کوڈ نافذ کیا گیا جس کے نفاذ اور تدوین کے لیے گورنر جنرل ہند نے لارڈ میکالے کی سربراہی میں ایک کمیشن تشکیل دیا تھا۔انگلینڈ میں آج بھی اور 1860ء میں بھی قانون توہین مسیح بطور Common Law موجود تھا اور وہ انگلینڈ کے مجموعہ قوانین میں Blasphemy Act ہے۔ 1898ء میں دفعہ 124-A تعزیرات ہند میں شامل کی گئی جس کے تحت حکومت برطانیہ کے خلاف منافرت پھیلانے یا توہین حکومت کے جرم کی سزا عمر قید مقرر کی گئی۔اسی سال 1398ء میں ہی ایک دفعہ 153-A کا بھی اضافہ کیا گیا جس کا متن حسب ذیل ہے۔”جو کوئی الفاظ سے، بذریعہ تقریر، تحریر، اشارات یا کسی دوسرے طریقے سے ہندوستان میں ہر مجسٹی کی رعایا کی مختلف جماعتوں میں دشمنی یا منافرت کے جذبات ابھارنے یا انہیں بھڑکانے کی کوشش کرے۔اسے دو سال قید تک سزا یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے شاتمان کے خلاف مقدمات بھی اسی دفعہ (153-A) کے تحت قائم ہوئے۔جس میں سب سے مشہور مقدمہ ”رنگیلا رسول“ کے ناشر راج پال کے خلاف اسی جرم کے ارتکاب پر رجسٹر ہوا۔عدالت سیشن جج سے اسے سزا دی گئی مگر ہائی کورٹ نے اسے سزا نہ دی۔جس کے خلاف مسلمانان ہند میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور ہر پلیٹ فارم سے سخت احتجاج کیا گیا تا آنکہ غازی علم دین شہید رحمۃ اللہ علیہ نے راج پال کو موت کے گھاٹ اتار کر اسے توہین رسالت کی سزا دی اور خود زندہ جاوید ہو گیا۔

جب برٹش گورنمنٹ نے مسلمانوں کے جذبات کو دیکھا کہ اس دفعہ 153-A سے وہ مجروح ہو رہے ہیں تو ان کی اشک شوئی کے لیے 295-A کو قانون فوجداری کے ترمیمی ایکٹ

میں 1927ء میں Indian P.C میں شامل کیا گیا۔ وہ دفعہ یہ ہے: ''جو کوئی عملاً اور بدنیتی سے تحریری، تقریری یا اعلانیہ طور پر ہر میجسٹی کی رعایا کی کسی جماعت کے مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین یا توہین کی کوشش کرے، کہ جس سے اس کے مذہبی جذبات مشتعل ہوں تو اسے دو سال تک قید، جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔''

قیام پاکستان کے بعد، 23 مارچ 1956ء کو ''ہر میجسٹی کی رعایا'' کے الفاظ کو ''پاکستان کے شہریوں'' کے الفاظ سے تبدیل کر دیا گیا۔ 1961ء میں ایک ترمیمی آرڈیننس آیا۔ مگر اس دفعہ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ 1980ء میں دوسرے ترمیمی آرڈیننس کے ذریعے 298-A کا اضافہ کیا گیا جو حسب ذیل ہے: ''جو کوئی تحریری، تقریری، اعلانیہ، اشارۃً کنایۃً بالواسطہ یا بلاواسطہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن یا کسی اہل بیت رضی اللہ عنہم یا خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے کسی خلیفہ راشد یا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے حرمتی کرے، ان پر طعنہ زنی یا بہتان تراشی کرے، اسے تین سال تک کی سزا یا سزائے تازیانہ دی جائے گی یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔''

اس دفعہ میں امہات المومنین اور اصحاب رسول رضی اللہ عنہم کی شان میں گستاخی کو تو قابل تعزیر گردانا گیا تھا مگر خود اس مقدس ہستی صلی اللہ علیہ وسلم جن سے نسبت کی وجہ سے ان کو یہ مرتبہ حاصل ہوا، اس کی گستاخی کی کوئی سزا نہ تھی۔ جس پر سپریم کورٹ کے ایڈووکیٹ جناب اسماعیل قریشی کی جانب سے 1984ء میں شریعت کورٹ میں Petition دائر کی گئی۔ ابھی شریعت کورٹ میں فیصلہ نہ ہوا تھا کہ محترمہ آپا نثار فاطمہ نے ملک کے سینئر علماء اور وکلاء کے توسط سے قومی اسمبلی میں توہین رسالت کے مجرم کے لیے سزائے موت کا بل پیش کیا، جسے فوجداری قانون ترمیمی ایکٹ نمبر 3 سال 1986ء کی صورت میں منظور کر کے تعزیرات پاکستان میں 295-C کی صورت میں نافذ کیا گیا۔ جس کا متن یہ ہے: ''جو کوئی عملاً، زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنایتاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت یا سزائے عمر قید کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جا سکتی ہے۔''

توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے متذکرہ بالا بل میں اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بطور سزائے موت کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن اس میں عمر قید بھی رکھی گئی، جو قرآن وسنت کے منافی ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے 30 اکتوبر 1990ء کو 295-C میں ترمیم کر کے عمر قید کے الفاظ حذف کر دیئے اور اب یہ فیصلہ پی ایل ڈی میں شائع ہوا ہے۔ (حوالہ PLD.FSC-1991 Page 10) جو قانون توہین رسالت، اس وقت پاکستان میں رائج ہے، وہ درحقیقت فیڈرل

شریعت کورٹ کے فیصلے مورخہ 30 اکتوبر 1990ء کی روشنی میں اور اس اعلیٰ عدالت کی ہدایت کے مطابق ترمیم کر کے نافذ کیا گیا ہے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کا یہ فیصلہ عدالت کے پانچ فاضل جج صاحبان جن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں نے مختلف مکاتب فکر کے چھ جید علمائے کرام (فقہاء) کی معاونت سے صادر کیا تھا:

1. جناب چیف جسٹس گل محمد خاں (سابق جج لاہور ہائی کورٹ)
2. جسٹس عبدالکریم خاں کنڈی (سابق جج پشاور ہائی کورٹ)
3. جسٹس عبدالرزاق تھہیم (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)
4. جسٹس عبادت یار خاں (سابق جج کراچی ہائی کورٹ)
5. جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں (پی ایچ ڈی اسلامی قانون)

ملک کی ایک اعلیٰ عدالت نے لاہور کراچی اور اسلام آباد میں متعدد تاریخوں پر اس کی سماعت کی اور معاملے کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لے کر ٹھنڈے دل سے یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام پیغمبروں کی شان میں گستاخی کے کلمات ادا کرنے والے بد قسمت شخص کی سزا، سزائے موت سے کم نہیں ہے اور جو کوئی عملاً زبانی یا تحریری طور پر یا بطور طعنہ زنی یا بہتان تراشی بالواسطہ یا بلاواسطہ اشارتاً یا کنایتاً حضور نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا تنقیص یا بے حرمتی کرے وہ سزائے موت کا مستوجب ہوگا اور اسے سزائے جرمانہ بھی دی جائے گی۔ اگر وہی اعمال اور چیزیں دوسرے پیغمبروں کے متعلق کہیں جائیں وہ بھی اسی سزا کے مستوجب جرم ہوگا۔

قرآن وسنت نے حد اور تعزیری سزاؤں کے لیے چند شرائط مقرر کی ہیں......اسلام نے ہی دنیا میں سب سے پہلے نیت، ارادے اور قصد یعنی Intention کو جرم کا بنیادی رکن بنایا ہے۔ دنیا کے کسی اور قانون میں نیت کو جرم کا جزو نہیں سمجھا جاتا۔ مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ اور نیت کو جرم اور ہر عمل کی بنیاد بنا کر انسان کو جزا اور سزا کا مستحق قرار دیا جو دنیاء قانون وعدل میں سب سے پہلا انقلابی اقدام ہے۔ "انما الاعمال بالنیات" وہ مشہور حدیث ہے جو تمام حدیث وفقہ کی کتابوں میں پیشانی کے جھومر کی حیثیت سے سب سے پہلے لکھی ہوتی ہے۔ اس دفعہ کو قرآن وسنت سے ہم آہنگ کرنے کے لیے دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑے گا کہ اگر قصداً گستاخی کی ہو تو سزائے موت کا مستحق ہے۔ مگر بلا ارادہ یا غلطی سے کوئی بات منہ سے نکل جائے تو ایسی صورت میں سزائے موت کی بجائے تعزیر جس میں کوڑوں کی سزا اور جرمانہ شامل ہو جانی چاہیے۔

واللہ اعلم بالصواب۔قانون توہین رسالت قرآن کی روشنی میں سورۃ الکوثر میں ارشاد ہے:

☆......اور بے شک تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔

☆......آپ کا مذاق اڑانے والوں سے نمٹنے کے لئے ہم خود ہی کافی ہیں۔(الحجر:۹۵)

☆......اور اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔(سورۃ المائدہ:۶۷)

☆......اللہ ان کے مقابلے میں تمہاری حمایت کے لئے کافی ہے۔(البقرہ:۱۳۷)

☆......بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی طرف سے پھٹکار ہے۔اور ان کے لیے رسوا کن عذاب مہیا کر دیا گیا ہے۔(سورۂ احزاب:۵۷)

☆......یہ حکم قتال اس لیے دیا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے تو بلاشبہ اللہ اس کے لیے نہایت سخت گیر ہے۔(الانفال:۱۳)

☆......اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔(التوبہ:۶۱)

☆......اے لوگو جو ایمان لائے ہو، راعنا نہ کہا کرو بلکہ انظرنا یعنی ہماری طرف التفات کیجئے۔ کہا کرو اور توجہ سے سنو۔یہ کافر تو دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔(البقرہ:۱۰۴)

☆......اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو(ایسی باتیں کیوں کرتے ہو) تو یہ ضرور جواب میں کہیں گے کہ ہم نے تو یونہی جی بہلانے کو ایک بات چھیڑ دی تھی اور ہنسی مذاق کرتے تھے۔تم ان سے کہو، کیا تم اللہ کے ساتھ اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہو؟(سورۂ توبہ:۶۵۔۶۶)

☆......بہانے نہ بناؤ۔حقیقت یہ ہے کہ تم نے اقرار ایمان کے بعد پھر کفر کیا۔اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معاف بھی کر دیں تا ہم ایک گروہ کو ضرور عذاب دیں گے۔اس لیے کہ وہ اصل مجرم ہیں۔

☆......اے اہل ایمان! اپنی آواز کو پیغمبروں کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان سے اونچی آواز میں بات کیا کرو۔جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کیا کرتے ہو۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔(الحجرات:۲)

یہودی اور مسلمان کا تنازعہ......☆......پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی بھی مومن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں تم کو یہ اپنا حاکم نہ مانیں اور پھر جو بھی آپ فیصلہ کر دیں، اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ اسے پورا پورا تسلیم کریں۔(النساء:۶۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہودی کے حق میں فیصلہ، مسلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

پاس اس مقدمے کو لے گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تصدیق کی کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس منافق کی گردن اڑا دی۔ مقتول کے ورثاء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف قتل کا دعویٰ کیا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق کا لقب عطا کیا گیا۔

قانون توہین رسالت سنت کی روشنی میں......اسلام کی مسلمہ تاریخ کی رو سے گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا صرف اور صرف موت ہے۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان کیا تھا۔ سوائے گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ لوگ خانہ کعبہ کے پردے میں بھی لپٹ جائیں تب بھی انہیں معاف نہ کیا جائے اور انہیں ہر صورت قتل کیا جائے۔ ابن خطل کو خانہ کعبہ کے پردے پکڑنے کی حالت میں ہی قتل کیا گیا۔ اسی طرح دو گستاخِ رسول عورتیں سارہ اور قریبہ بھی قتل کی گئیں۔ (تاریخ طبری ص ۱۰۴)

اسی طرح ۳ ہجری میں کعب بن اشرف ایک گستاخ رسول کو حضرت محمد بن مسلمہ کی قیادت میں ایک کمانڈو آپریشن کے ذریعے جہنم واصل کیا گیا۔ (تاریخ طبری، ص: ۲۱۳)

1 امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک یہودی عورت کے بارے میں بتایا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیا کرتی تھی۔ ایک شخص نے اسے قتل کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کا بدلہ قصاص دیت کی صورت میں نہیں دلوایا۔ (سنن ابوداؤد ۲/۶)

2 ایک شاعر جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کلام کے ذریعے ہدف طعن تشنیع بناتا تھا، اسے قتل کر دیا گیا۔ (کتاب البخاری۔ باب المغازی، صفحہ ۵۷۶، ۵۷۷)

3 ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والی عورت کو قتل کر دیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کی۔ جب ثابت ہو گیا کہ وہ توہین کی مرتکب ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ تم سب گواہ رہو، اس کا قتل ضائع ہو گیا، اس کا بدلہ نہیں دیا جائے گا۔ (سنن ابی داؤد)

4 روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو جو گستاخ رسول تھا، قتل کروا دیا۔ (حدیث: ۹۷۰۴، صفحہ: ۳۰۷، جلد: ۵، مصنف: عبدالرزاق)

5 ابن وہب نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ ایک راہب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ جب اس کا پتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو چلا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سامعین نے اس کو زندہ کیوں چھوڑا۔ (کتاب الشفاء قاضی عیاض)

فتویٰ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ......ابن قاسم سے روایت ہے کہ امام مالک سے ایک نصرانی کے بارے میں فتویٰ طلب کیا گیا کہ اس دریدہ دہن نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی ہے اس کو کیا سزا دی جائے۔ جس پر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔

فتویٰ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ......امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معرکۃ الآ راء تصنیف، الصارم المسلول علی شاتم الرسول میں فتویٰ دیا ہے کہ شاتم الرسول واجب القتل ہے اور اس کی توبہ اور معافی قابل قبول نہیں۔ (ص:۴۱، ۴۲) کیونکہ وہ فساد فی الارض کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کی توبہ سے اس بگاڑ اور فساد کی تلافی اور ازالہ ممکن نہیں جو اس نے لوگوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے۔ اور اگر توبہ کی وجہ سے سزا نہ دی جائے تو بد بخت لوگوں کا جب جی چاہے گا توہین کریں گے اور لوگوں کے سامنے جھوٹی توبہ کر کے سزا سے بچ جائیں گے۔

ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم......اسلام ہمارا طریق زندگی ہے۔ جس کو ہم نے برضا و رغبت اختیار کیا ہے۔ اس کی بنیاد کلمہ طیبہ ہے۔ جس میں عقیدہ توحید کے ساتھ ساتھ عقیدہ رسالت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت ہی معرفت الٰہی اور دین اسلام کی پہچان ممکن ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: ''یقیناً تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔'' (الاحزاب:۲۱)

اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ کی محبت واطاعت لازم اور آپ کی نافرمانی اور اذیت دینے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ حضور اکرم رحمت للعالمین ہیں اور آپ کی محبت وشفقت بے مثال رہی ہے۔ اس لیے آپ کو اختیار حاصل تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عفو ودرگزر کی مثال قائم کریں یا سختی کریں۔ مگر امت مسلمہ کے کسی فرد کو یہ حق کبھی نہیں دیا گیا کہ توہین رسالت کے ضمن میں معافی نامہ جاری کر سکے۔ امت کا مفاد اسی میں ہے کہ اس عظیم ترین محبوب ودو جہان کی مرکزی شخصیت کے حقوق ومفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرے کا امن قائم رہے اور افراد کی اصلاح کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت کے ساتھ عقیدت ومحبت میں ذرہ برابر کمی نہ ہو۔

در دل مسلم مقام مصطفیٰ است
آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

مغرب روحانی اقدار سے بیگانہ ہو گیا اور یہ زمانہ اپنی روح کے اعتبار سے مادے پر استوار عقلیت (Rationalism) کا شکار ہے۔ مسلمان بھی اسی مادی ماحول سے متاثر ہو کر ایمان کو اپنے جلیل القدر رب العالمین اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی روشنی میں پرکھنے کی

بجائے یورپی مادی عقلیت کے میزان میں تولتے ہیں اور اپنی غیرت وخودداری سے غافل ہو جاتے ہیں۔اسی لیے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اے تہی از ذوق وشوق وسوز ودرد
ی شناسی عصرما باما چہ کرد
عصرما مارا زما بیگانہ کرد
از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

اے عشق ومحبت اور سوز ودرد، عشق سے تہی دامن مسلمان انہیں کچھ خبر ہے کہ زمانے نے میرے ساتھ کیا کیا۔میرے زمانے نے مجھے مجھ سے اور میری خودی سے غافل کر دیا اور حد تو یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق سے بھی بیگانہ کر دیا۔اس غفلت کی پیدا کردہ محرومی کا مداوا یہی ہے کہ امت کی روحوں میں سوز وعشق مصطفیٰ کی تپش تیز کر دی جائے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازمہ ایمان ہے۔اور ہر مسلمان کے رگ وپے میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔حقیقی مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی دریدہ دھن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہو۔تاریخ زندہ مثالوں سے بھری پڑی ہے چاہے وہ صحابہ کا دور ہو یا امت کے زوال کا دور، ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں امت حد درجہ حساس رہی ہے اور والہانہ عقیدت سے سرشار رہی ہے۔اس لیے اس بات کی اشد ضرورت کہ نظریاتی سرحدوں کی بھی اسی طرح حفاظت کی جائے جس طرح جغرافیائی حد بندیوں کی، کی جاتی ہے اور معاشرے کا استحکام بھی تبھی ممکن ہے کہ شرپسند عناصر جو توہین رسالت کے مرتکب ہوں ان کے لیے سخت ترین قانون موجود ہو، کیونکہ دنیا کے ہر قانون میں ہتک عزت کا قانون موجود ہے، تاکہ وطن عزیز فتنہ وفساد سے پاک رہ سکے۔

اگر یہ قانون موجود نہ ہو تو پھر مجرموں اور ان کے خلاف مشتعل ہونے والے مدعیوں پر عدالت کے دروازے بند ہو جائیں گے۔جس کی وجہ سے ہر کوئی قانون اپنے ہاتھ میں لے کر مجرموں سے انتقام لے گا۔جس سے ملک میں انارکی پھیلے گی اور یہ ملکی سلامتی کے لیے انتہائی خطرناک ہوگا۔جہاں تک قانون توہین رسالت کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو یہ غلط استعمال تو تمام قوانین کا ہو رہا ہے۔انگریزی کے بنائے ہوئے تمام قوانین میں خرابی اور سقم موجود ہے اور انہیں غلط طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔مثلاً محض FIR کاٹنے پر ملزم کو جیل بھیج دیا جاتا ہے جبکہ اسلامی عدالتی نظام میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن وسنت کی

واضح تعلیمات پر مبنی قوانین کا نفاذ کیا جائے جن برگزیدہ ہستیوں کی بدولت یہ دنیا، حق پرستی و عدل و انصاف جیسی قدروں سے آشنا ہوئی ان کی شان میں گستاخی کو کوئی مذہب، معاشرہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اور جب بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی ہو جو آج بھی اس گئے گزرے دور میں امت کو متحد رکھنے کا آخری سہارا ہے اور جن کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں:

یا رحمۃ للعالمین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے زندگی اپنے شباب کو پہنچی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مقصود کائنات ہیں۔ جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک چہرے پر نظر پڑی ہے۔ آپ مجھے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے ہیں۔ آیئے اپنے محبوب دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے لئے زندہ و بیدار ہو جائیں اور اپنی ایمانی غیرت اور زندگی کا ثبوت دیتے ہوئے قانون توہین رسالت کا تحفظ کریں۔

روزنامہ جنگ کراچی

۲۸ نومبر ۲۰۱۰ء تا ۳۰ نومبر ۲۰۱۰ء

آسیہ مسیح اور قانون توہین رسالت

حامد میر صاحب

آسیہ مسیح کا تعلق ننکانہ صاحب کے نواحی علاقے اٹانوالی سے ہے۔ پانچ بچوں کی 45 سالہ ماں آسیہ مسیح کو مقامی سیشن عدالت سے توہین رسالت کے الزام میں موت کی سزا سنائی جا چکی ہے۔ آسیہ مسیح پر الزام ہے کہ اس نے گزشتہ سال کئی افراد کی موجودگی میں توہین رسالت کی جس کے بعد اسے پولیس کے حوالے کیا گیا۔ پولیس نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 کے تحت اس کے خلاف مقدمہ درج کیا۔ اس مقدمے کی تفتیش ایس پی انویسٹی گیشن شیخوپورہ محمد امین شاہ بخاری نے کی اور ان کا کہنا ہے کہ دوران تفتیش آسیہ مسیح نے مسیحی برادری کے اہم افراد کی موجودگی میں اعتراف جرم کیا اور کہا کہ اس سے غلطی ہوگئی ہے۔

لہٰذا اسے معاف کر دیا جائے۔ آسیہ مسیح کا کہنا تھا کہ گزشتہ سال کچھ مسلمان خواتین نے اس کے سامنے کہا کہ قربانی کا گوشت مسیحیوں کیلئے حرام ہوتا ہے جس پر غصے میں آ کر اس نے کچھ گستاخانہ کلمات کہہ ڈالے جس پر وہ معافی مانگتی ہے۔ آسیہ مسیح نے اپنے خلاف مقدمے کے مدعی قاری سالم سے بھی معافی مانگی لیکن اس کا موقف یہ تھا کہ توہین رسالت کے ملزم کو معافی نہیں مل سکتی۔ ایڈیشنل سیشن جج ننکانہ صاحب نوید اقبال نے گواہوں کے بیانات اور واقعاتی شہادتوں کو سامنے رکھتے ہوئے 8 نومبر 2010ء کو آسیہ مسیح کیلئے سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانے کی سزا کا اعلان کیا۔ اس سزا کے بعد وفاقی وزیر برائے اقلیتی امور شہباز بھٹی نے آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دیا اور ساتھ ہی تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 کو بھی ظالمانہ قرار دے دیا۔ کچھ دنوں بعد گورنر پنجاب سلمان تاثیر شیخوپورہ جیل پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی آسیہ مسیح کو بے گناہ قرار دیا اور کہا کہ وہ آسیہ مسیح کو صدر آصف علی زرداری سے معافی دلوا دیں گے۔ سلمان تاثیر نے بھی C-295 پر تنقید کی جس کے بعد آسیہ پس منظر میں چلی گئی اور C-295 پر بحث شروع ہو چکی ہے۔ یہ بحث آسیہ مسیح کو مزید متنازع بنا رہی ہے کیونکہ یہ تاثر تقویت پکڑ رہا ہے کہ آسیہ مسیح کے نام پر ایک ایسے قانون کو بدلنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس پر مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا اتفاق ہے۔ پوپ

بینیڈکٹ کی طرف سے آسیہ مسیح کے رہائی کے مطالبے کے بعد کئی پاکستانی علماء اس معاملے کا عافیہ صدیقی کے معاملے کے ساتھ تقابلی جائزہ لے رہے ہیں اور یہ سوال اٹھا رہے ہیں کہ جن عناصر کو آسیہ مسیح کے ساتھ ناانصافی نظر آ رہی ہے وہ عافیہ صدیقی کے معاملے میں خاموش کیوں رہتے ہیں؟

بہتر ہوتا کہ آسیہ مسیح کے معاملے کو سیاسی رنگ دینے کی بجائے اسے افہام و تفہیم سے حل کیا جاتا۔ یہ درست ہے کہ ماضی میں کئی افراد کی طرف سے 295-C کا غلط استعمال کیا گیا لیکن یہ غلط استعمال صرف مسیحیوں کے خلاف نہیں کیا گیا بلکہ مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف بھی کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے کئی مرتبہ دفعہ 302 میں بے گناہ افراد پر قتل کا الزام عائد کر دیا جاتا ہے اسی طرح 295-C میں بھی بے گناہ افراد پر توہین رسالت کا غلط الزام عائد کرنے کی مثالیں موجود ہیں۔ پچھلے بیس سالوں کے دوران توہین رسالت اور توہین قرآن کے الزام میں 700 سے زائد مقدمات درج ہو چکے ہیں جن میں سے نصف سے زیادہ مقدمات مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف درج کرائے لہٰذا یہ دعویٰ بالکل غلط ہے کہ 295-C کا نشانہ صرف غیر مسلم بنتے ہیں۔ قانون میں کوئی خامی نہیں ہے البتہ قانون کے غلط استعمال کو روکنے کی ضرورت ہے۔ توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والے کیلئے بھی سخت سزا قانون میں موجود ہے جن افراد نے ماضی میں جھوٹے الزامات لگائے اگر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی تو 295-C کا غلط استعمال نہ ہوتا۔ اگر شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر اپنی دانست میں آسیہ مسیح کو بے گناہ سمجھتے ہیں تو ان کے پاس دو مناسب راستے موجود تھے۔ اول یہ کہ وہ کسی اچھے وکیل کا انتظام کرتے اور آسیہ مسیح کے خلاف سزا کو ہائیکورٹ میں چیلنج کر دیتے۔ ماضی میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ ہائیکورٹ نے توہین رسالت کے ملزمان کو رہا کر دیا کیونکہ ان پر الزام ثابت نہ ہو سکا۔ دوسرا راستہ یہ تھا کہ پنجاب حکومت سمیت ملک کی اہم دینی جماعتوں کی قیادت اور جید علماء کو اعتماد میں لے کر ایک مشترکہ تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دی جاتی اور اس کمیٹی کو یہ اختیار دیا جاتا کہ آسیہ مسیح کے بے قصور ثابت ہونے کی صورت میں صدر آصف علی زرداری سے اس کی سزا معاف کرنے کی سفارش کی جاتی۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر نے جو کچھ بھی کیا اس میں اصل مقصد آسیہ مسیح کو بچانا نہیں بلکہ 295-C کو اڑانا نظر آتا ہے۔

295-C کے تحت توہین رسالت کی سزا موت پر نہ صرف بریلوی، دیوبندی، اہل تشیع اور اہل حدیث کے جید فقہا اور علماء کا اتفاق ہے بلکہ یہ قانون پاکستان کی پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں سے منظور شدہ ہے۔ 2 جون 1992ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی سے یہ قرارداد منظور ہوئی کہ توہین رسالت کی سزا موت ہونی چاہئے۔ اس سے قبل وفاقی شرعی عدالت حکومت کو حکم دے چکی تھی کہ

توہین رسالت کی سزا عمر قید کی بجائے موت مقرر کی جائے۔قومی اسمبلی میں اس معاملے پر بھرپور بحث ہوئی جس کے بعد C-295 کی منظوری ہوئی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قانون جنرل ضیاء کے دور میں لایا گیا تھا اس لئے اس قانون کو ختم کر دیا جائے۔

یہ بڑی عجیب منطق ہے جنرل ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کا رکن یوسف رضا گیلانی پیپلز پارٹی کی حکومت کا وزیراعظم بن جائے تو قبول لیکن وہی جنرل ضیاء توہین رسالت کا قانون لائے تو قبول نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ توہین رسالت کے قانون کی تشکیل کیلئے آئینی تحریک قیام پاکستان سے کئی سال قبل مولانا محمد علی جوہر نے شروع کی تھی جب لاہور ہائیکورٹ کے جج کنور دلیپ سنگھ نے ایک قابل مذمت کتاب ''رنگیلا رسول'' کے ناشر راج پال کو محض یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ اس کی کتاب مروجہ قانون کی کسی دفعہ کی خلاف ورزی کے زمرے میں نہیں آتی۔مولانا محمد علی جوہر نے یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قصور جج کا نہیں قانون کا ہے اور یوں توہین رسالت کیلئے قانون سازی کا مطالبہ 1927ء میں شروع ہوا۔ دو سال کے بعد 1929ء میں ایک مسلمان نوجوان غازی علم دین نے راج پال کو لاہور میں قتل کر دیا۔ غازی علم دین کو سزائے موت دی گئی تو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی رہائی کیلئے قائداعظم کو وکالت پر آمادہ کیا۔ غازی علم دین کی پھانسی کے بعد علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے جنازے میں شہید کو خراج تحسین پیش کیا۔

یاد رہے کہ غازی علم دین شہید کے جنازے میں میت کیلئے چارپائی کا بندوبست سلمان تاثیر کے والد ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر نے کیا تھا۔اگر برصغیر میں توہین رسالت کا قانون موجود ہوتا تو غازی علم دین کی طرف سے راج پال کو قتل نہ کیا جاتا۔توہین رسالت سے فساد پھیلتا ہے،توہین رسالت کے قانون پر صحیح عملدرآمد سے فساد کے تمام راستے مسدود کئے جاسکتے ہیں۔اگر کوئی اس قانون کو بدلنے کی کوشش کرے گا تو وہ پاکستان میں فساد پھیلانے کا باعث بنے گا لہٰذا آسیہ مسیح کے نام پر اس قانون کو ٹارگٹ نہ کیا جائے۔آسیہ مسیح اگر واقعی بے گناہ ہے تو اس کی رہائی کیلئے اعلیٰ عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔اس سلسلے میں میڈیا کو بہت ذمہ دارانہ کردار ادا کرنے کی ضرورت ہے اور جس کسی نے بھی زیادتی کی ہے اسے بے نقاب کرنا چاہیے۔

روزنامہ جنگ کراچی

۲۵ نومبر ۲۰۱۰ء

افسوس صد افسوس!

سیف اللہ خالد صاحب

گورنر پنجاب کا قتل ایک افسوسناک واقعہ ہے۔ مگر اس سے زیادہ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ شہید ناموس رسالت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی میت کے لیے اپنے گھر سے چارپائی لاکر دینے والے ایم ڈی تاثیر کا بیٹا توہین رسالت کے الزام میں مارا گیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ایک لیڈر کا قتل افسوسناک ہے، مگر اس سے بھی زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ ختم نبوت کے تحفظ اور دفاع میں ساری دنیا پر بازی لے جانے والے ذوالفقار علی بھٹو کی پارٹی کا ایک جیالا ناموس رسالت قانون کو کالا قانون قرار دینے پر قتل ہو گیا۔

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم باپ کے بیٹے نے یہ راہ کیوں چنی، یہ وہی جانتا تھا۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ سلمان تاثیر کی نیت کیا تھی، مگر ظاہر یہی تھا کہ ان کے طرز عمل سے عامۃ المسلمین کے جذبات مجروح ہوئے۔ ان کے بیانات، ان کے لب و لہجے اور طرز تکلم نے مسلمانوں کے کلیجے چھلنی کیے۔ جس کا ردعمل انتہائی خوف ناک صورت میں سامنے آیا اور ارباب دانش کو یہ کہنا پڑا کہ ذمہ دار عہدوں پر آنے والے لوگوں کو اپنا لب و لہجہ اور انداز فکر بھی ذمہ دارانہ بنانا چاہیے، مگر شاید ایک منصوبہ بندی کے تحت پاکستان میں ایسی فضا پیدا کی جارہی ہے کہ عام زندگی میں شائستگی کا مطالبہ کرنے والے جب دین اور دین سے منسلک محترم شخصیات کا ذکر کرتے ہیں تو شائستگی کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ برداشت اور تحمل کا درس دینے والے یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ کوئی اپنے مذہب اور محترم شخصیات کا احترام بھی کرے اور امریکی پرچم جلانے اور امریکہ مردہ باد کا نعرہ لگانے پر اعتراض کرنے، بلکہ سیخ پا ہو جانے والے یہ ارباب دانش دین اور دینی حوالوں اور حد تو یہ کہ خود جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے معاملے میں بھی بدتہذیبی کو آزادی اظہار قرار دینے پر مصر ہیں۔ اپنے باپ کو گالی دینے والے کے لیے تو سخت سے سخت قانون بنانے کا وہ مطالبہ کرتے ہیں، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والوں کو قانون کی روک ٹوک سے آزاد کرنا چاہتے ہیں اور اس پر اگر کوئی ردعمل دے تو اسے انتہا پسندی کا نام دیا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ناموس رسالت کے قانون پر اصرار انتہا پسندی ہے یا توہین رسالت کرنے والوں کی حوصلہ افزائی انتہا پسندی ہے؟ بات سمجھ سے بالا تر ہے کہ لوگ آخر چاہتے کیا ہیں۔ جمہوریت کا نعرہ لگاتے ہیں اور عوام کے احساس وجذبات کو پیروں تلے کچل ڈالنے کو اپنا حق خیال کرتے ہیں۔ قانون اور عدل کی بات کرتے ہیں اور قانون کا مطالبہ کرنے والوں کا تمسخر اڑاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ مسلمانوں کے جذبات اپنے رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے تبدیل ہونے والے نہیں...... یہ ان کا اثاثہ ہے۔ ایک بار نہیں، ہزار بار آزمایا جا چکا۔ ہزار بار مسلمانوں نے اپنی جان، مال اور اولاد سب کچھ قربان کر کے ثابت کر دیا کہ وہ اس جذبے پر سودے بازی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کو پیپلز پارٹی جو بھی رنگ دینے جا رہی ہے، یہ اس کی سیاسی ضرورت ہے، مگر سچ تو وہی ہے جو ممتاز قادری نے بیان دیا کہ اس نے انہیں قانون توہین رسالت کو کالا قانون کہنے پر قتل کیا۔ اس کے بعد پورے ملک میں جو ردعمل سامنے آیا، اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قوم اسے اس تناظر میں دیکھتی ہے۔ حکومت کے معتوب علماء نے نہیں، وکلا نے ملزم کی مجسٹریٹ کی عدالت میں پیشی کے موقع پر پھول برسائے۔ لاہور کے علماء نے جنازہ پڑھانے سے انکار کیا۔ کسی اور نے نہیں سرکاری ملازم علماء نے۔ جو کسی تحریک کا حصہ ہیں نہ کسی جذباتی رو کا شکار اور اس خبر کا کیا کیا جائے کہ پولیس اہلکار جانتے تھے کہ ان کا ساتھی کیا کرنے جا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا یہ سارے لوگ پی پی مخالف ہیں؟ قطعاً نہیں۔ ان میں کئی پی پی کے ووٹر ہوں گے اور کئی ایک سیاست سے متنفر، مگر ناموس رسالت کے نکتے نے مرکزی کردار ادا کیا۔ کہا جا رہا ہے کہ ناموس رسالت اور قانون ناموس رسالت دو مختلف چیزیں ہیں۔ اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو بھی ناموس رسالت کا تحفظ کرنے والے قانون کو ہٹا دینے کی مہم براہ راست ناموس رسالت پر حملہ نہیں تو کیا ہے؟

چند ارباب دانش پوری قوم کو اپنے پیچھے لگانے کے بجائے قوم کے جذبات کا احترام کیوں نہیں کرتے؟ 15 کروڑ اس لیے مطعون ہیں کہ وہ درجن بھر لوگوں کی بات نہیں مانتے۔ جمہوریت کا اصول کیا ہے۔ 15 کروڑ کی مانی جائے یا 15 کی۔ حیرت ہے جمہوریت کا درس دینے والے یہاں آ کر فسطائی کیوں ہو جاتے ہیں؟

ابوالکلام رحمۃ اللہ علیہ نے کہا تھا: ''مجھے آپ سے اختلاف ہے، مگر میں آپ کے حق اختلاف کے لیے عمر بھر لڑنے کو تیار ہوں۔'' مگر میرے دیس کے یہ انوکھے دانشور ہیں جو خود تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی حق اختلاف کو جائز قرار دیتے ہیں اور جب ان سے اختلاف کیا جائے تو اسے شدت پسندی قرار دے دیا جاتا ہے، کیوں؟ قتل ہمارے معاشرے میں کبھی بھی مستحسن نہیں سمجھا

گیا، نہ اسے کبھی مستحسن قرار دیا جاسکتا ہے۔ نہ اس رویے کو برداشت کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے باوجود ایک معمولی سپاہی گورنر کے قتل پر آمادہ ہوا اور قانون کی پاسداری کرنے والے وکلا نے اس پر پھول برسائے۔ کیا یہ عوامل کچھ سوچنے پر مجبور نہیں کرتے کہ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لیے کہ لوگوں نے دیکھا کہ طاقتور لوگ ان کے جذبات پر حملہ آور ہیں اور انہیں قانون کوئی راستہ فراہم نہیں کرتا۔ صرف پاکستان کے لوگ ہی نہیں، مجموعی طور پر مسلمان قانون پسند واقع ہوئے ہیں۔ 14 سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ گستاخان رسول کو سڑکوں پر قتل صرف ان ادوار میں کیا گیا جب قانون نہیں تھا۔ جب قانون تھا، اس پر عمل ہوتا تھا تو اسپین میں عین مسلمانوں کے عروج کے دور میں چرچ نے 12 سال تک توہین رسالت کی مہم چلائی۔ عوام نے کسی ایک کا بھی قتل نہیں کیا۔ توہین رسالت سے فرد کو روسیاہ کرنے والے مسیحی روزانہ چوراہوں میں آکر اپنے اعمال نامے سیاہ کرتے اور لوگ انہیں پکڑ کر قانون کے حوالے کر دیتے۔ آج بھی لوگوں میں برداشت ہے، وہ قانون کی راہ اختیار کرنے ہی کو پہلی ترجیح دیتے ہیں۔ راولپنڈی میں ایک بدبخت نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا۔ کیا لوگوں نے اسے مار ڈالا؟ نہیں، مقدمہ درج کروایا اور اسے قانون کے حوالے کر دیا۔ ہارون آباد میں 4 مدعیان نبوت پیدا ہوئے۔ کسی نے انہیں انگلی نہیں لگائی اور پولیس کے حوالے کر دیا اور یہ ملعونہ آسیہ مسیح جس کے مقدمے کے سبب معاملہ گورنر کے قتل تک پہنچا، اس نے پورے گاؤں کے سامنے توہین رسالت کی۔ اس کے بعد پولیس کے سامنے اس کا اعتراف کیا۔ عدالت میں اس نے اپنے طرز عمل کو درست قرار دیا، مگر کیا اسے قتل کر دیا گیا؟ نہیں وہ خود تسلیم کرتی ہے کہ اسے کسی نے کچھ نہیں کہا، سوائے اس کے کہ قانون کے حوالے کر دیا۔ قانون کا اپنا راستہ ہے۔ لوئر کورٹ سے سپریم کورٹ تک، مگر اس قانونی راستے کو جب روکنے کی کوشش ہوئی تو اشتعال پھیلا اور جب بھی قانون کی راہ روکنے کی کوشش کی جائے گی، اشتعال پھیلے گا۔ گورنر کے قتل نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ عوام کے جذبات سے کھیلنا نہ اس ملک کے حق میں بہتر ہے، نہ تماشہ گروں کے حق میں کہ قانون سے مایوسی لوگوں کو اپنا حق خود لینے کی راہ دکھاتی ہے اور پھر فیصلے جذبات کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ نہ کوئی دلیل، نہ وکیل، نہ گواہ، نہ جرح، نہ اپیل اس لیے ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے ان لوگوں کو جو قانون ختم کرنے کی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ آخر یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ کہ روز سڑکوں پر قتل ہوں؟

کہا جاتا ہے کہ پیپلز پارٹی سزائے موت کے خلاف ہے، مگر یہ انتہائی غلط تعبیر ہے۔ پیپلز پارٹی اور خود انسانی حقوق کے نام پر سیاست چمکانے والی این جی اوز کوئی بھی سزائے موت کے خلاف

نہیں۔ یہ صرف قانون توہین رسالت کی سزا کے خلاف ہیں، اگر واقعی یہ سزائے موت کے خلاف ہیں تو روزانہ بے نظیر کے قاتلوں کو سزائے موت کے مطالبے کیوں؟ اور اب سلمان تاثیر کے قاتل کو سزائے موت کا مطالبہ کیوں؟ بات سزائے موت یا انسانیت کی نہیں، معاملہ اندر کے چور کا ہے۔ جو صرف اس وقت شور مچاتا ہے جب پاکستان کے کسی غدار بھارتی ایجنٹ کو سزائے موت دینے کا معاملہ پیش آئے یا جب قانون توہین رسالت میں کسی کو ٹرائل کیا جائے اور ان کا یہی رویہ ملک میں بے چینی، عدم توازن اور اشتعال کو بڑھاوا دے رہا ہے۔ حالات کے قاضی کا فیصلہ آچکا ہے کہ لوگوں کے ایمان، عقیدے کو جبراً تبدیل نہیں کیا جاسکتا، کسی قیمت پر نہیں۔ معاشرے میں امن، انصاف اور شائستگی کے لیے لازم ہے کہ قانون ناموس رسالت کو نہ صرف شدید سے شدید تر بنایا جائے، بلکہ اسے عام فہم بنایا جائے تا کہ ہر شخص کو اس کا علم ہو اور آئینی طور پر پابندی عائد کی جائے کہ توہین رسالت کے کسی ملزم کے خلاف عدالتی کارروائی میں کسی حکومتی یا غیر ملکی شخصیت کو مداخلت کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی عدالت کی مرضی کے بغیر کسی طرح کا کوئی ریلیف دیا جائے گا۔ جہاں تک تعلق ہے قانون کے غلط استعمال کا تو غلط استعمال تو 302 کا بھی ہوتا ہے۔ پیپلز پارٹی کا دعویٰ نہیں کہ 302 کا قانون بھٹو کے خلاف غلط استعمال ہوا۔ اس کو بھی ختم کرنے کے بل کیوں اسمبلی میں نہیں لائے جاتے اور پھر تماشہ تو دیکھیں کہ قانون ناموس رسالت خالصتاً مسلمانوں کے عقیدے اور ایمان کا معاملہ ہے اور اس پر قانون سازی کے لیے کمیٹی ایک ایسے مسیحی وزیر کے سپرد کی جاتی ہے، جسے اس کی مسیحی برادری بھی برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ اگر یہی طرز عمل رہا تو کل یہ مطالبہ بھی آ جائیگا کہ قرآن کی وہی تفسیر قابل عمل ہے جو پوپ لکھے۔ نا قابل فہم سی بات ہے کہ حکمراں اس قدر غیر ذمہ دارانہ طرز عمل کیوں اختیار کرتے ہیں؟ اور پھر کہتے ہیں معاشرہ میں برداشت نہیں رہی۔

گورنر پنجاب کا قتل افسوسناک عمل ہے، مگر اس سے زیادہ افسوس ناک امر یہ ہے کہ ایک عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹا توہین رسالت کے الزام میں مارا گیا، اب کرنے کا کام یہ ہے کہ اس ایک واقعے کو مثال بنا کر سبق سیکھا جائے۔ حکمراں قوم سے معافی مانگیں اور قانون توہین رسالت کو نہ چھیڑنے کا اعلان کریں۔ اس کے بعد علماء اور متعلقہ حلقوں کی مشاورت سے اس کے ناجائز استعمال کو روکنے کے راستے بھی نکالے جاسکتے ہیں۔ اس پر بحث کی جاسکتی ہے، مگر اس قانون کی اہمیت اور ضرورت کو تسلیم کرنے کے بعد۔ وگرنہ قوم کسی کو قطعی طور پر کسی چھیڑ خانی کی اجازت نہیں دے گی۔

روزنامہ امت کراچی

۷ جنوری ۲۰۱۱ء

توہین رسالت کی ناپاک جسارت

عبدالقدوس محمدی صاحب

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سرکاری اور پرائیویٹ اسکولوں کی زبوں حالی اور زوال کا ہر روز ایک نیا منظر ہمارے سامنے ابھرتا ہے۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں اپنے ایجنٹوں کے ذریعے بڑی تیزی کے ساتھ ہماری نظریاتی سرحدوں پر حملے کر کے ہمارا اسلامی تشخص ختم کر رہی ہے۔ خدشہ ہے کہ اگر ان کو بے لگام چھوڑا گیا تو کفر یہ تعلیم کے ذریعے یہ بچوں کے دل و دماغ بدلنے کی ناپاک سازشوں میں کامیاب ہو جائیں گے کیونکہ جو قومیں اپنے بنیادی نظریے اور مذہب کی حفاظت نہیں کر سکتیں، وہ برباد ہو جاتی ہیں۔ اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

کبھی اطلاع آتی ہے کہ اسلام آباد کے فرابلز انٹرنیشنل اسکول واقع ایف سیون ٹو میں اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ کبھی پتا چلتا ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے نصاب میں فحش جنسی مواد کے ساتھ ساتھ شراب اور خنزیر کو بھی جائز قرار دیا گیا ہے۔ کبھی معلوم ہوتا ہے کہ ایچی سن کالج میں شعائر اسلامی کا تمسخر اڑایا جاتا ہے۔ کبھی خبر آتی ہے کہ ٹیکسٹ بک بورڈ پشاور کی طرف سے تیسری جماعت کی کتاب ''میری نئی کتاب'' کے صفحہ ۱۳۱ پر سورۂ فاتحہ کی آیات میں تحریف کی گئی ہے اور کبھی اسی بورڈ میں موجود قادیانیوں کی وجہ سے چوتھی جماعت کی اسلامیات کی کتاب کے ص ۷ پر سورۃ الماعون کی آخری آیت غائب کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح انگلش میڈیم اسکولوں میں بھی پڑھایا جانے والا نصاب اسلام دشمن مواد پر مبنی ہوتا ہے۔ جس سے نہ صرف ہمارا اسلامی تشخص مجروح ہوتا ہے بلکہ مسلمانوں کی نئی نسل ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت گمراہ کی جاتی ہے۔ انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھائی جانے والی تاریخ کی کتاب Oxford History for Pakistan کے باب The Teaching of Islam میں واضح طور پر رسول خاتم النبیین

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلانے کی ناپاک جسارت کی گئی ہے۔

حال ہی میں صوبہ پنجاب کے دارالحکومت لاہور کے علاقہ والٹن کینٹ میں واقع قربان اینڈ ٹریا ایجوکیشنل ٹرسٹ کی طرف سے جان بوجھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بدترین توہین کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ اس اسکول میں گزشتہ دو سال سے تیسری جماعت کے طلباء وطالبات کو ایک کتاب ''قربان آگہی'' پڑھائی جا رہی ہے جس میں حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی صریحاً توہین کی گئی ہے۔ اس کتاب کے ص ۲۲ پر ایک باب ہیرو رول ماڈل ہے۔ اس باب میں بتایا گیا ہے کہ ہیرو کون ہوتا ہے اور اس میں کونسی خوبیاں اور خصوصیات ہونی چاہئیں؟ پھر لکھا ہے:

ہمارے معاشرے کے کچھ اچھے ہیرو (۱) ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (۲) قائد اعظم (۳) سرسید احمد خان (۴) محترمہ فاطمہ جناح (۵) عبدالستار ایدھی (۶) سر قربان علی (قربان اسکول کا مالک)

پھر بچوں سے سوال پوچھا گیا ہے: ان لوگوں میں کیا خصوصیات ان کو ہیرو کا درجہ دیتی ہیں؟ اس کے آگے اسکول کے مالک قربان کی بڑی رنگین تصویر دے کر بچوں سے پوچھا گیا ہے کہ ایک اصل ہیرو اور آج کل کے ہیرو میں کیا فرق ہے؟ ظاہر ہے کہ بچہ نفسیاتی طور پر اسکول انتظامیہ سے مرعوب ہوتا ہے۔ اسے ڈر ہوتا ہے کہ اگر اس نے ہیرو کے طور پر اسکول کے مالک کا نام نہ لکھا تو ممکن ہے، کلاس ٹیچر اسے ڈانٹے یا اسکول سے باہر نکال دے۔ لہٰذا وہ مسٹر قربان کا نام لکھنے پر مجبور ہوگا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ دیگر شخصیات کے تقابل کی ضرورت کیوں پڑی؟ حالانکہ ان میں سے تو بعض شخصیات اسلام بیزار، سیکولر اور بے دین ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان شخصیات کو ایک ہی فہرست میں شامل کرنا صریحاً توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرے میں آتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردار الرسلین، خاتم النبیین اور وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ قرآن مجید کی بے شمار آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئیں۔ آپ کی ذات گرامی سے دیگر شخصیات کا تقابل کرنے والے گستاخ رسول اور مردود ہیں۔ اس کتاب کے صفحہ ۱۱ پر سادگی کے عنوان سے دیئے گئے مضمون کی پہلی سطر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لکھا ہوا ہے جب کہ اسی سطر کے اوپر جوتے کی تصویر بنائی گئی ہے۔ (نعوذ باللہ)

یہ کتاب بازار میں عام دستیاب نہیں لیکن اسکول انتظامیہ نے اردو بازار کے ایک پبلشر الطاف ایجوکیشنل پبلشرز بنگالی گلی اردو بازار لاہور سے شائع کروا کر تمام اسٹاک اپنے پاس محفوظ

رکھا اور تیسری کلاس کے ہر بچے سے زبردستی ۷۰ روپے وصول کر کے اسے یہ کتاب دی گئی۔ یہ بھی یاد رہے کہ ''قربان آ گہی'' نامی کتاب بچوں کے نصاب میں شامل نہیں لیکن اسے دوسری کتابوں کی طرح باقاعدگی سے اسکول میں پڑھایا جاتا ہے۔ دوسرا یہ بھی ظاہر ہے کہ اسکول میں بچوں کو یہ کتاب سہواً نہیں بلکہ عمداً پڑھائی جاتی رہی ہے بتایا گیا ہے کہ شروع میں بچوں کے والدین نے جب اس کتاب کی اشاعت پر احتجاج کیا تو مسٹر قربان نے نہایت اکڑ اور غیر شائستہ لہجے میں کہا کہ آپ اَن پڑھ لوگ ہیں۔ میں بہتر جانتا ہوں کہ کتاب میں کونسی چیز اچھی ہے اور کونسی بری۔ اب اسکول انتظامیہ کی طرف سے ایک غیر مبہم معافی نامہ بچوں میں تقسیم کیا گیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ چند شر پسند یہ معاملہ اُچھال رہے ہیں۔ لہٰذا یہ معاملہ ختم کر دیا جائے۔ اسے کہتے ہیں چوری اور سینہ زوری۔ اسکول انتظامیہ نے پہلے توہین رسالت کا ارتکاب کیا اور بعد ازاں مسلمانوں کے احتجاج پر انہیں شر پسند کا لقب دے دیا۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ قربان اسکول کے لیڈیز اسٹاف میں اکثریت قادیانیوں کی ہے۔ یہ قادیانی ٹیچرز بچوں کے ذہن میں ہر روز اسلام دشمن زہر گھولتی رہتی ہیں۔ حال ہی میں ایک سینئر قادیانی ٹیچر مسز ماجد کا انتقال ہوا تو اس کا جنازہ گھر سے قربان اسکول لایا گیا جہاں مسز قربان علی نے نہ صرف دیگر قادیانی اسٹاف کے ساتھ اس کے لیے دعائے مغفرت کی بلکہ تین دن تک اس قادیانی ٹیچر کے لیے پورے اسکول میں قرآن خوانی کی گئی۔

ہم یہاں نہایت افسوس کے ساتھ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام دوستی کے حوالے سے پنجاب حکومت کا ریکارڈ بہت تسلی بخش نہیں ہے کیونکہ جہاں کہیں بھی توہین رسالت کا واقعہ ہوتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ وہاں کوئی نہ کوئی ایم این اے یا ایم پی اے بجائے اس واقعہ کی مذمت کرنے کے ملزمان کی سرپرستی میں فخر محسوس کرتا ہے اور بدقسمتی سے یہاں بھی ن لیگ کا ایم پی اے ملزمان کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان بھر میں خصوصاً پنجاب کے مختلف علاقوں میں قادیانی سرعام آئین، قانون اور عدالتی فیصلوں کا مذاق اڑاتے ہوئے خود کو مسلمان کہلواتے، اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے، گستاخانہ لٹریچر تقسیم کرتے، شعائر اسلامی کا تمسخر اڑاتے اور اسلامی مقدس شخصیات و مقامات کی توہین کرتے اور اس راستہ میں رکاوٹ بننے والے مسلمانوں کو بڑی بے دردی سے قتل کر دیتے ہیں جبکہ پنجاب حکومت اس سلسلہ میں پراسرار خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ اس کے باوجود ہم زنجیر عدل ہلاتے ہوئے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اس واقعہ کا فوری طور پر نوٹس لیں اور اس کتاب کے پبلشر الطاف ایجوکیشنل پبلشرز بنگالی گلی اردو بازار لاہور، قربان اسکول کے مالک مسٹر قربان علی، کتاب کو تیار کرنے والے مسز عابدہ محمود، مس

سعدیہ سعید، مسز ناہید نعیم، مس صائمہ خان، مس ساجدہ پروین اور سید یاسر علی کے خلاف قانون توہین رسالت کا ارتکاب کرنے پر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت مقدمہ درج کیا جائے اور ملزمان کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے تا کہ آئندہ کسی کو ایسی ناپاک حرکت کرنے کی جرأت نہ ہو سکے۔

ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان

جنوری 2009

اوراب قانون توہین رسالت پرحملہ

محمد احمد ترازی صاحب

اس کہانی کا آغاز نینسی جے پال سے ہوتا ہے، جو16 اگست2002ء سے 5 نومبر 2004ء تک پاکستان میں امریکا کی سفیر رہی ہیں۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ انہیں پاکستان میں تعینات کرتے وقت کچھ خصوصی ہدف دیے گئے تھے، جن میں سے ایک پاکستان کے نصاب تعلیم میں تبدیلی دوسرا حدود آرڈیننس کا خاتمہ یا ترمیم، تیسرا قانون توہین رسالت کو ختم کرنا یا تبدیلی کرنا اور چوتھا امتناع قادیانیت آرڈیننس کی منسوخی، چنانچہ نینسی جے پال نے ذمہ داریاں سنبھالتے ہی صدر، وزیراعظم اور دیگر اہم شخصیات سے پہلے خفیہ اور بعدازاں علانیہ ملاقاتیں شروع کردیں۔ اس وقت بعض باخبر اور محبِّ وطن دانشوران ملاقاتوں کو خطرے کا الارم قرار دے رہے تھے۔ دور اندیشوں نے بھانپ لیا تھا کہ اندر ہی اندر کچھ کھچڑی پک رہی ہے، لیکن کچھ ہی عرصے بعد جب امریکی استعمار کے ایجنڈے پر باقاعدہ کام شروع ہوا تو پوری تصویر کھل کر سامنے آگئی۔ سب پہلے امریکی ایجنڈے کے مطابق ''نصاب تعلیم میں تبدیلی'' پر کام شروع ہوا اور 2003ء سے پاکستان کے نصاب تعلیم میں تبدیلیوں کا آغاز ہوا، جو 2004ء میں اختتام پذیر ہوا۔ ابتدائی طور پر امریکہ نے پاکستان کے نظام تعلیم کی تبدیلی کے لیے پاکستان کو 3 ارب 90 کروڑ روپے دیے۔ یہ بات بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ 5 فروری 2005ء کو سابق صدر بش نے فخر یہ انداز میں کہا تھا کہ: ''پاکستان کا نصاب تعلیم میرے کہنے پر تبدیل کیا گیا۔''

نصاب تعلیم میں تبدیلی کے بعد دوسرا اہم ایجنڈا ''حدود آرڈیننس'' میں تبدیلی تھا، تاکہ پاکستان کے اسلامی کلچر کو یہود ونصاریٰ کے مادر پدر آزاد معاشرے میں تبدیل کیا جاسکے، یہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر اس ملک میں حدود آرڈیننس باقی اور موثر رہا تو زنا کاری اور بدکاری کا دروازہ بند رہے گا۔ چنانچہ پاکستانی معاشرے کو غلاظت کی دلدل میں دھکیلنے کے لیے سب سے پہلے حدود آرڈیننس کے خلاف اربوں ڈالر کے مصارف سے ''ذرا سوچیے'' کے عنوان سے ایک میڈیا مہم

چلائی گئی اور حدود آرڈیننس کے خاتمے کے لیے فی ممبر پچیس پچیس کروڑ روپے خرچ کیے گئے تاکہ ملک میں فحاشی و عریانی کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔ پوری قوم کو ذہنی طور پر حدود آرڈیننس کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا گیا، زنا بالجبر اور زنا بالرضا کی غلیظ ابحاث اٹھائی گئیں اور کھلے عام بحث ومباحثے ہوئے۔ ٹی وی چینلوں پر اس نازک اور شرم وحیا والے مسئلے پر بے ہودہ گفتگو کی گئی، جس میں حدود ختم کرنے پر زور دیا گیا، دلائل کے طور پر زانی عورتوں کو مظلوم اور کوڑے مارنے اور حد جاری کرنے کو ظلم قرار دیا گیا اور وہ حدود آرڈیننس جو زنا کے سدباب کی ایک ادنیٰ سی کوشش تھی، اس کو ظلم وتشدد سے تعبیر کرایا گیا، یوں حدود آرڈیننس کو کالعدم قرار دینے کے لیے 2005ء میں شروع ہونے والا کام 2006ء میں اس کے متبادل ''حقوق نسواں بل'' لانے اور زنا کاری کو تحفظ فراہم کرنے کا سبب بنا۔ صرف یہی نہیں ہوا بلکہ ایسے جوڑے جو بدکاری وزنا کاری کے مرتکب تھے، انہیں تحفظ فراہم کرنے کے لیے بیرون ملک شہرت دے کر اس گھناؤنے جرم اور مجرمین کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی، جس کے بعد ملک میں عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے دور غلیظ کا آغاز ہوا۔

اس کے بعد اسلام دشمن قوتوں کا اگلا ہدف قانون توہین رسالت اور امتناع قادیانیت آرڈیننس تھا۔ منصوبے کے مطابق یہ کام 2007ء میں شروع ہونا تھا اور 2008 تک ختم ہونا تھا، مگر 9 مارچ 2007ء سے سابق آمر پرویز مشرف حکومت کی الٹی گنتی شروع ہوگئی، جس کی وجہ سے یہ کام کچھ عرصے کے لیے رک گیا، لیکن اب یہ کام امریکا ہماری موجودہ حکومت سے لینا چاہتا ہے۔ حکومت اس کی حامی بھر چکی ہے۔ صدر زرداری لندن میں اس کی یقین دہانی بھی کروا چکے ہیں اور دل وجان سے عمل کرنے کے لیے مچل رہے ہیں...... ہدف یہ ہے کہ 2009ء سے 2012ء تک تین سالوں ں کے دوران اس تیسرے اور اہم ترین قانون توہین رسالت کو ختم یا غیر موثر کروایا جائے، جس پر کام کا آغاز گوجرہ، سمبڑیال اور ڈسکہ سانحات، دیوبندی بریلویوں میں اختلافات کو ہوا دے کر اور بعض لیڈروں کے بیانات سے ہو چکا ہے۔ ننکانہ کے نواحی علاقے اٹانوالی سے تعلق رکھنے والی 45 سالہ عیسائی عورت آسیہ کا معاملہ بھی اسی سلسلے کی کڑی ہے، جسے تعزیرات پاکستان کی دفعہ C-295 کے تحت 8 نومبر 2010ء کو توہین رسالت کے جرم میں مقامی عدالت نے سزائے موت سنائی ہے، جس کے بعد ایک بار پھر یہ قانون ان قوتوں کے نشانے پر ہے اور نام نہاد حقوق انسانی کی تنظیموں، بیرونی سرمائے پر پلنے والی این جی اوز، پوپ بینی ڈکٹ اور یہودی وصیہونی ممالک کی جانب سے اس قانون کے خلاف بلا جواز واویلا اور منسوخی کا مطالبہ سامنے آرہا ہے۔

گزشتہ دنوں صدر آصف علی زرداری نے بھی اس قانون پر عمل درآمد کے طریقہ کار میں

اصلاحات کے لیے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی کی سربراہی میں کمیٹی بنانے کا حکم دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ اصلاحاتی طریقہ کار کی سفارش کے لیے دانشوروں اور ماہرین کی کمیٹی کے لیے نام تجویز کریں، تاکہ ذاتی اور سیاسی وجوہات پر توہین رسالت قانون کے غلط استعمال کو موثر طور پر روکا جا سکے۔ صدر کا کہنا تھا کہ اس قانون کے غلط استعمال کے بڑھتے ہوئے واقعات کو روکنے کے لیے حکومت انتظامی طریقہ جاتی اور قانونی اقدامات سمیت تمام تر مناسب اقدامات اٹھائے گی۔ دوسری طرف پے در پے واقعات کے بعد زمین قدرے ہموار ہو چکی ہے، مگر یہ حکومت کے لیے اتنا آسان کام نہیں۔ گو کہ بازی گروں کے پاس حیلے بہانوں کی کمی نہیں۔ ایک بہانہ جس کا بہت زیادہ امکان ہے، وہ یہ ہے کہ نظر ثانی (ریویو) کے نام پر اس قانون کو غیر معینہ مدت کے لیے سرد خانے میں ڈال کر عدالتوں کو اس قانون کے تحت سزائیں دینے سے روک دیا جائے اور یہ دلیل دی جائے کہ ہم ناموس رسالت کے قانون کو بدلنے کا سوچ بھی نہیں سکتے، فقط اس کے غلط استعمال کو روکنے کے لیے قانون پر نظر ثانی کر رہے ہیں۔ یہ دراصل اسی گہری مکروہ سازش کے تانے بانے ہیں، جس کی منادی نیویارک اور تجدید لندن سے ہوئی اور جس کا ایجنڈا لے کر سابق امریکی سفیر نینسی جے پال پاکستان آئی تھی۔

امر واقعہ یہ ہے کہ قانون توہین رسالت کے ذاتی، سیاسی اور غلط استعمال کا معاملہ ایک الگ انتظامی اور قانونی مسئلہ ہے، جس کا اس قانون کی منسوخی کے مطالبے سے کوئی تعلق اور ربط نہیں۔ جہاں تک اس قانون کے اقلیتوں کے خلاف استعمال کا معاملہ ہے تو یہ بات بالکل غلط ہے۔ پچھلے بیس سالوں کے دوران توہین رسالت اور توہین قرآن کے الزام میں 700 سے زائد مقدمات درج ہوئے جن میں نصف سے زیادہ مقدمات مسلمانوں نے مسلمانوں کے خلاف درج کرائے، لہٰذا یہ دعویٰ بالکل ہی غلط ہے کہ 295-C کا نشانہ صرف غیر مسلم اقلیت ہی بنتی ہے۔ اب رہ گئی بات اس قانون کی منسوخی کی تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی بے گناہ فرد کو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 کے تحت قتل کے مقدمے میں ملوث کر دیا جائے اور پھر اس دفعہ کی منسوخی کی بات کی جائے۔ آج تک کسی جانب سے کبھی یہ مطالبہ سامنے نہیں آیا کہ دفعہ 304,302 اور 307 کالے قانون ہیں، انہیں فی الفور ختم کیا جائے اور ملک بھر میں ان دفعات کے تحت سزا یافتہ افراد کو صدر صاحب معافی دے کر یورپ، امریکا اور جرمنی روانہ کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت میں کوئی خامی نہیں ہے، جہاں یہ قانون توہین رسالت کے مرتکب افراد کے لیے سزا کا تعین کرتا ہے، وہیں توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگانے والوں کے لیے بھی قانون میں سخت سزا کی دفعہ

موجود ہے۔ اگر شہباز بھٹی اور سلمان تاثیر اپنی دانست میں آسیہ کو بے گناہ سمجھتے ہیں تو ان کے لیے آسیہ کی سزا کے خلاف ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کا دروازہ کھلا ہوا ہے، وہ اس سزا کے خلاف اعلیٰ عدالتوں سے رجوع کریں، کیونکہ ماضی میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں، جن میں ہائی کورٹ نے توہین رسالت کے ملزمان کو الزام ثابت نہ ہونے پر رہا کیا ہے۔

mahmedtarazi@gmail.com

روزنامہ اسلام

۳۰ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ

۷ دسمبر ۲۰۱۰ء

شاتمین رسالت کے حامیوں کی مغالطہ آفرینی

حضرت مولانا محمد ازہر صاحب

راقم نے اپنے گزشتہ کالم ''توہین رسالت کے مجرم اوران کے پشت پناہ'' میں ضمناً اس سوال کا جواب بھی دیا تھا کہ توہین رسالت کا مجرم گردن زدنی اور ناقابل معافی کیوں ہے، جب کہ پیکر رحمت ومحبت اور مجسمۂ الفت ورأفت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خونی دشمنوں اور موذیوں کے لیے بھی عام معافی کا اعلان فرمایا تھا اور دشمنوں کی ایذا رسانی کے جواب میں ان کے لیے ہدایت کی دعائیں فرمائی تھیں بقول ماہر القادری مرحوم ع

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

جواب کا حاصل یہ تھا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار شانوں میں دو شانیں اور حیثیتیں بالکل ممتاز ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذاتی حیثیت سے بنی نوع انسان ہیں جو کہ اشرف المخلوقات ہے، اس اشرف مخلوق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اشرف ترین ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، صفات اور کمالات میں اولاد آدم علیہ السلام میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک وسہیم نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حیثیت خالق کائنات کے نمایندے اور پیغمبر کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب اور انسانوں کے لیے اسوہ نمونہ قرار دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت کہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے والوں کو ملعون اور جہنمی قرار دیا۔ ابولہب اور ابوجہل جیسے توہین رسالت کے مجرموں کو نسبی قرابت کے باوجود ابدالآباد تک عذاب الیم کا مستحق قرار دیا۔ چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور نبوت لازم وملزوم ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اور شخصی حیثیت سے اہانت بھی جرم عظیم اور حرام ہے۔ تاہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتی طور پر ایذا پہنچانے والوں سے اپنی حیات مبارکہ میں کوئی بدلہ نہیں لیا بلکہ ان کے لیے ہدایت کی دعا کی، لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ امت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازیبا کلمات سنے اور خاموش رہے، نہایت لغو اور شرم ناک ہے۔ معروف صحافی رؤف کلاسرا نے اپنے تازہ کالم میں

ننکانہ کی شاتمہ عیسائی عورت کی حمایت کرتے ہوئے واقعہ طائف کا ذکر کیا ہے۔اسی طرح جو عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتی اور گندگی پھینکتی تھی اس کا تذکرہ کیا ہے، ابو سفیان، ہندہ اور وحشی کو معافی دیے جانے کا ذکر کیا ہے، تمام اہل مکہ کے لیے عفو عام کا ذکر کر کے کالم نگار کہتا ہے: ''آسیہ مسیح کی موت کے حق میں مظاہرہ کرنے والوں سے صرف یہی درخواست ہے کہ کبھی وقت نکال کر مولوی کی تقریر سننے کی بجائے طائف کے شہر میں پتھروں کی برسات کے درمیان فرشتے کو دیے گئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کو پڑھ لیں یا پھر فتح مکہ کو ذہن میں لائیں جب ابوسفیان، ہندہ (صحیح ہند) اور اس کے حبشی غلام کو بھی اس عظیم ہستی نے معاف کر دیا تھا، جس کے نام پر آج ہم پانچ بچوں کی ماں کو پھانسی پر چڑھانا چاہتے ہیں'' (ایکسپریس 25 نومبر 2010ء)

کالم نگار کا یہ خود ملامتی انداز فکر نیا نہیں، دنیا میں پہلے بھی بہت سے ایسے لوگ گزرے ہیں جو اصل قصوروار کو غلط کہنے کی بجائے جائز اور فطری ردعمل ظاہر کرنے والوں ہی کو نشانہ تنقید بناتے ہیں، ممکن ہے بعض صورتوں میں یہ خود احتسابی قرار پائے، لیکن آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کسی غیر مسلم حتیٰ کہ کسی مسلمان کی دریدہ دہنی ایسا معاملہ نہیں ہے کہ اسے ایک لمحے کے لیے بھی برداشت کیا جائے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ کالم نگار کی اس تحریر کا جذبہ محرکہ کیا ہے لیکن یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جب کوئی شخص آپ کی کسی قابل احترام ہستی کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت آپ اس بات کا تجزیہ کرنے نہیں بیٹھ جاتے کہ اس گستاخی کے عمل میں آپ کے اپنے کردار کا کتنا حصہ ہے۔ آسان سی بات ہے کہ کوئی شخص کسی کے ماں باپ کو برا بھلا کہے تو دنیا کا کوئی بھی صحیح الدماغ شخص یہ مشورہ نہیں دے گا کہ برا بھلا کہنے والے کو بھول جائیں اور اپنے کردار کا پوسٹ مارٹم کر کے پتا چلائیں کہ آپ کے کردار و عمل میں کیا کیا خامیاں ہیں؟ زیر بحث مسئلہ میں مسلمانوں کو قصوروار ٹھہرانا مغرب کی اسلام دشمنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ان کی دشمنی و عداوت کی بالواسطہ تائید ہے، دشمنان اسلام روز اول سے نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے تعلق کو کمزور کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کی ناپاک کوشش ہے کہ مسلمانوں کی محبوب ترین ہستی کو متنازع بنا دیا جائے تاکہ اس کی عظمت و توقیر اور تعظیم کو زد پہنچائی جا سکے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں میں پائی جاتی ہے۔ اس سازش میں یہود سر فہرست ہیں، اور ان کی عداوت کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانی تعلق بنی اسرائیل سے نہیں تھا اور یہودیوں کا یہ خیال ہے کہ نبوت صرف اور صرف بنی اسرائیل کا حق ہے۔

ذاتی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موذیوں اور گستاخوں کو معاف فرما دینا ثابت شدہ

حقیقت ہے۔ کوئی مسلمان اس کا انکار نہیں کرتا، لیکن دوسری طرف کیا یہ حقیقت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن خطل، کعب ابن اشرف یہودی، ابورافع یہودی اور ملعونہ اسماء بنت مروان کو توہین رسالت کے جرم کی پوری سزا دی۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا ''ابن خطل متعلق باستار الکعبۃ'' یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابن خطل اپنی جان بچانے کے لیے کعبہ کے پردوں کے ساتھ چمٹا کھڑا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''فاقتلوہ'' اسے قتل کردو اس کا جرم ناقابل معافی ہے۔

وجہ یہ تھی کہ مذکورہ بالا مجرموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصی توہین و ایذا رسانی کے علاوہ انتخاب ربانی کی تنقیص و تخفیف بھی کی تھی۔ انتخاب ربانی کی اہانت و تمسخر کے جرم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاف نہیں فرمایا۔ آج جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کا ارتکاب کرتا ہے، وہ براہ راست انتخاب خداوندی پر تنقید کرتا ہے۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تالیف ''السیف المسلول علی شاتم الرسول'' میں اسی مسئلہ کو قرآن و سنت اور اجماع امت کے دلائل و براہین سے مدلل کیا ہے کہ شاتم رسول توبہ کے باوجود قتل کی سزا کا مستحق ہے۔ سچی توبہ کرنے سے وہ آخرت کی سزا سے بچ سکتا ہے مگر دنیا میں بہرحال اسے اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اگر توبہ کی وجہ سے سزا نہ دی جائے تو اسے اور دوسرے بدبختوں کو جرأت ہوگی کہ وہ جب چاہیں توہین رسالت کا ارتکاب کریں اور جب چاہیں توبہ کا اظہار کرکے اس کی سزا سے بچ جائیں۔ اس طرح اسلام دشمنوں کو مسلمانوں کی غیرت ایماں کو بازیچۂ اطفال بنالینے کا موقع ملے گا، جس طرح مذکورہ عیسائی عورت کے مسئلے میں ہوا ہے کہ ڈیڑھ سال تک اس نے اپنی گستاخی کی تردید نہیں کی، لیکن جونہی اسے عدالت نے سزائے موت دی اس نے ارتکاب جرم کا انکار کردیا۔

جو اخباری دانش ور اپنی تحریروں میں فلسفیانہ موشگافیاں چھوڑتے ہیں ان کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ مذکورہ عدالت کے فیصلے کے خلاف عدالت عالیہ میں جائیں، اپنا موقف پیش کریں، شاتمین رسالت کے ساتھ کھڑے ہوکر اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کریں پھر عدالت اور عام مسلمان جو فیصلہ کریں اسے برداشت کریں اور اگر ان میں یہ جرأت نہیں ہے تو خواہ مخواہ ایک اجماعی مسئلہ پر رائے زنی کرکے اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے ایمان کو خطرے میں نہ ڈالیں۔

روزنامہ اسلام
۲۰ ذی الحجہ ۱۴۳۱ھ
۲۷ نومبر ۲۰۱۰ء

دہر میں اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اجالا کر دے

پروفیسر طارق صدیق صاحب

میں کئی دنوں سے ایک عجیب خلجان میں مبتلا ہوں، ایک عجیب سی کھد بد ہے جو میرے دل کے اندر ہیجانی کیفیت کا سبب بن رہی ہے۔ کنفیوژن یہ ہے کہ پاکستان کلمہ طیبہ کے نعرے پر معرض وجود میں آیا، یعنی پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ...... پہلا اور دوسرا کلمہ ایمان کی اساس ہے، اسے پڑھ کر ہی ایک فرد ''اے لوگو!'' کے تخاطب سے ''اے مومنو!'' کے دائرے میں شامل ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم کی وحدانیت اور ختمی مرتبت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد آسمانی کتب، ملائکہ، یوم آخرت اور تقدیر پر یقین کا مرحلہ آتا ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر پاکستان دنیا کے نقشے پر ابھرا، قرارداد مقاصد (1944ء) سے لے کر دستور پاکستان (1973ء) تک یہی نصب العین ہے کہ پاکستان ایک اسلامی جمہوری اور فلاحی مملکت ہے، اقتدار اعلیٰ کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور ملکی نظام قرآن وسنت کے زریں اصولوں پر چلانا ہے۔ ان اصولوں میں روشن وتاباں نیر ودرخشاں قانون سرکار دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی عظمت اور حرمت ہے۔ ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون متفقہ طور پر منظور کرا کر قادیانیوں اور مرزائیوں کو کافر مطلق قرار دلوایا اور تاریخ اسلام کے صفحات میں اپنا نام ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں میں شامل کر لیا۔ میرا اضطراب اور بے چینی یہ ہے کہ بھٹو مرحوم کے سیاسی ورثے کے ٹکڑوں پر پلنے والے اقتدار کی کرسیوں پر براجمان توہین رسالت کی مرتکب ایک ملعونہ کی حفاظت، پشت پناہی پر کیوں مرے جارہے ہیں۔ تحفظ ناموس رسالت کا قانون درحقیقت 1974ء کے اسی قانون سے پیدا ہوا ہے، جس کے تحت مسلمان کی تعریف میں یہ صراحت کی گئی ہے جو شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری پیغمبر مانتا ہو...... میرا اضطراب یہی ہے کہ جو لوگ آج سیکولر ازم، روشن خیالی اور آزاد سوچ کا جھنڈا اٹھائے توہین رسالت کی مرتکب ایک لعنتی عورت کو استعماری قوتوں کی مہمان بنوانے پر دلالی کا کردار ادا کر رہے

ہیں، کل یہی لوگ ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون پر بھی حملہ آور ہوں گے۔

تف ہے ہمارے لادین سیاست پر جو مغربی سرپرستوں کو خوش کرنے کے لیے نعوذ باللہ رسالت پر بھی شب خون مارنے والے ہیں۔ دوسروں سے مجھے شکایت نہیں ہے، مگر ان سے سخت گلہ ہے جو خود کو بھٹو کا متوالا کہتے ہیں۔ اسی کے سیاسی دستر خوان سے نت نئے پکوان ڈکار رہے ہیں اور اسی کے بنائے ہوئے ختم نبوت کے قانون کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ پرویز مشرف ایسی چالبازیاں کر رہا تھا تو چوہدری شجاعت نے کھنڈت ڈال دی تھی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ وہ مارا مارا پھر رہا ہے اور چوہدری صاحب بہر حال عمر کے آخری حصے میں وطن عزیز کی مٹی پا لینے کے حقدار ہیں...... ہادی عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخریں ہے، رسالت ان کی تا یوم نشور۔

میرا کنفیوژن اس وقت فشار خون میں تبدیل ہو جاتا ہے جب سیکنڈری کلاس کا بچہ بھری کلاس میں پوچھ بیٹھتا ہے کہ سر! ہم نے پاکستان اسلام کے نام پر بنایا تھا مگر ہم اس میں اسلامی قانون کیوں نافذ نہ کر سکے؟ میری گردن شرم سے مزید نیچی ہو جاتی ہے جب کوئی طالب علم کہہ دیتا ہے کہ ہم سب مسلمان ہیں تو پھر آپس میں لڑتے کیوں رہتے ہیں؟ ان بچوں کو میں یہ نہیں سمجھا سکتا کہ دنیا بھر کے کافر یکجان اور ایک ہو گئے ہیں اور انہوں نے ہمارے ہی اندر سے مضبوط کالی بھیڑیں خرید لی ہیں۔ جو ڈالر کھاتی ہیں اور امت مسلمہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کرتی ہیں۔ ایک ایسا جال ہے جس میں ایک ارب مسلمانوں کو پھنسا دیا گیا ہے۔ افسوس ناک امر یہ ہے کہ مسلمان ریاستوں کے حکمران خود اس جال کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ یہود و نصاریٰ نیز ہندوؤں کے پے رول پر ہیں۔ ناموس رسالت کا قانون فطری اور درست ہے، جب امریکہ میں توہین مسیح علیہ السلام پر موت اور اس پر تنقید کرنے والے کو سخت سزا ملتی ہے۔ یورپ میں بھی توہین مسیح پر عمر قید کی سزا ہے، یورپی یونین بھی اس قانون کو نافذ کرانے کی حامی ہے تو پاکستان میں توہین، رسالت کے قانون پر اعتراض کر کے خود نام نہاد سیکولر مسلمان کس کی لیپا پوتی کر رہے ہیں؟ شاہ سے زیادہ اس کے وفادار بننے والے یہ بھول رہے ہیں کہ ناموس نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ضامن اللہ رب العزت اور قرآن مجید ہے۔ سورۃ الکوثر قرآن پاک کی سب سے مختصر سورت ہے۔ اس میں صرف 3 آیات ہیں۔ مونٹیسوری کلاس کے بچے بھی فر فر یہ سورت سنا دیتے ہیں۔ اس سورت میں ناموس رسالت کا فلسفہ صرف ایک لفظ میں سمو دیا گیا ہے۔ وہ لفظ ہے ''ابتر''۔ اس حوالے سے روزنامہ امت میں عزیزی کاشف حفیظ صدیقی صاحب کا مضمون ''ان شانئک ھوالابتر'' ایک حسین دستاویز ہے۔ یہ مضمون آج شدت سے یاد آ رہا ہے، کیونکہ میرے سامنے ایک کالم کی مختصر سی خبر رکھی ہوئی ہے، جس

میں درج ہے کہ برطانیہ کے 28لاکھ مسلمانوں کی اکثریت محمد نام پسند کرتی ہے۔ برطانیہ کی ایک تنظیم لیبر فورس نے اپنی حالیہ سروے رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ ملک میں مسلمانوں کی تعداد 28لاکھ سے تجاوز کر چکی ہے، جن کی اکثریت اپنے نام کے ساتھ لفظ محمد لگانا پسند کرتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق مسلمانوں کی آبادی برطانیہ کی آبادی کا4.6 فیصد ہے، جبکہ یورپ بھر کی مسلم آبادی کی شرح16.8 فیصد ہے۔آبادی میں اضافے کے لحاظ سے مسلمان قوم تیزی سے بڑھ رہی ہے، جبکہ گزشتہ 4 برسوں کے دوران عیسائیوں کی آبادی20لاکھ سے زیادہ کم ہوگئی ہے۔یورپ میں سب سے زیادہ مسلمان جرمنی میں آباد ہیں، جن کی تعداد 41لاکھ 19 ہزار ہے۔ دوسرے نمبر پر فرانس ہے، جہاں مسلمانوں کی تعداد 35لاکھ 74ہزار ہے، جبکہ برطانیہ تیسرے نمبر پر ہے، جہاں مسلمانوں کی تعداد28لاکھ ہے۔

کاشف حفیظ صدیقی صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا تھا، کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے قاسم رضی اللہ عنہ اور ابراہیم رضی اللہ عنہ کم عمری میں انتقال کر گئے تو یہودی، کفار اور مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ مقطوع النسل کہنا شروع کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنے دیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پسری اولاد نہیں ہے، اس لیے آنے والے وقت میں آپ کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا۔ طعنے مارنے والوں میں عاص بن وائل، عقبہ، کعب بن اشرف، ابوجہل اور ابو لہب پیش پیش تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس صورت حال سے رنجیدہ ہوئے تو اللہ پاک نے سورۃ الکوثر نازل فرمائی۔ اس سورت میں رب قدیر نے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان دو خوش خبریاں سنائیں۔ پہلی یہ کہ اللہ کریم نے آپ کو مقام محمود پر فائز فرمایا، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لیے شفاعت کبریٰ فرمائیں گے اور حوض کوثر عطا کیا گیا، جہاں سے ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم امتیوں کو ایک ایسا مشروب اپنے دست مبارک سے پلائیں گے، جس کی نظیر نہیں کہیں...... دوسری خوش خبری یہ دی گئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی ابتر ہوگا، یعنی اس کو قیامت تک ذلت، رسوائی اور خواری نصیب ہوگی۔ میں مذکورہ خبر پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے اعلان کردہ اس کائناتی قانون پر عش عش کر اٹھا۔ آپ غور تو کریں کہ 24 گھنٹے دنیا کے کسی نہ کسی حصے میں اذان گونجتی رہتی ہے اور نماز ادا کی جاتی ہے۔ اذان ہو یا نماز، دونوں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے معمور ہیں۔ قیامت تک اللہ پاک کے وعدے کے مطابق ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا رہے گا۔ اس حوالے سے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے برسوں پہلے ہر مسلمان کو باور کرا دیا تھا کہ اللہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں خود کو گم کر دے اور ساری دنیا

میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی روشنی پھیلا دے۔

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد سے اجالا کردے

پیارے قارئین! ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اللہ پاک نے عرشوں سے اوپر تک بلند فرما دیا ہے۔ نام نہاد روشن خیال، پونڈ، اسٹلنگ، ڈالر اور یورو کی ہڈیاں بھنبھوڑنے والے ان کا مقام رفعت کیا پامال کریں گے۔ یہ خود ریت کے ذرات بن کر اڑ جائیں گے۔ خشک پتوں کی طرح بکھر جائیں گے۔

ہم اس حوالے سے صرف دو کام کریں۔ پہلا یہ کہ جتنا زیادہ ہو سکے، درود شریف کا ورد کریں۔ دوسرا یہ کہ زبان، قلم، علم اور ذہن سے دنیا بھر کو یاد دلاتے رہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت محسن انسانیت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی۔ دنیا بھر کے منشور دراصل اس خطبے کے گرد گھومتے ہیں جو نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشد فرمایا: قلم کے ضمن میں مجھے یاد آیا کہ میرے مربی اور دعا گو عزیز خالد صاحب نے اپنی کتاب ''فارقلیط صلی اللہ علیہ وسلم'' میں مردان لوتھرن چرچ کے بشپ پیٹر مجید کے توہین آمیز خط کا جو مدلل جواب دیا ہے، وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

میں روزنامہ امت میں خالد محمود صاحب پر کئی کالم تحریر کر چکا ہوں، خالد 1985ء تک یوئیل کندن تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے نہ صرف عیسائیت سے دین اسلام کے دائرے میں داخل فرمایا، بلکہ اس نے ردعیسائیت پر دل و جان سے محنت کی اور متعدد کتب تحریر کیں۔ مذکورہ کتاب میں حدیث دل کے عنوان سے خالد محمود صاحب نے جی سنگھ دارا کی کتاب ''رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم'' سے ایک اقتباس تحریر کیا ہے کہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ ''ایک صاحب کمال آیا۔ جس نے جلوۂ حق دکھایا، جس کسی نے اسے پریم کی آنکھ سے دیکھا، اس کی تمنائے زندگی پوری ہوگئی، جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی، اسے منہ مانگی مراد مل گئی، جس بشر کو اس من موہن نے اپنا درشن دیا، اس کے جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔'' اس کتاب کا انتساب سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ہے، جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ اسی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آقائے دو جہاں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش خبری و بشارت دیتے ہوئے آئندہ تمام انسانیت کے لیے وصیت فرمائی تھی کہ ''لیکن جب وہ روح الحق آئے گا تو وہ ساری سچائی کے لیے تمہاری ہدایت کرے گا۔'' (مقدس

یوحنا باب 16 آیت 13 میں) آپ سے گزارش کروں گا کہ مکتبہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شائع کردہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے میری اور آپ کی کوششیں بارآور ہوں گی اور ہمارا نام بھی غلامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہو جائے گا۔ انشاء اللہ۔

روزنامہ امت کراچی

یکم دسمبر ۲۰۱۰ء

قانون توہین رسالت

حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مدظلہ

عالمی استعماری طاقتیں جن پر یہود ونصاریٰ کی حکمرانی ہے اور اسلام وپیغمبر اسلام سے جن کا عناد ڈھکا چھپا نہیں ہے، اب اس کی بھی روادار نہیں ہیں کہ پاکستانی قوم اس ذات کی حرمت وتقدس کی حفاظت کے لئے قانون بنائے جو ان کا مرکز عشق ومحبت ہے، جس پر ایمان ان کے اسلام کی شناخت ہے اور اس روئے زمین کے چپے چپے میں ہر مسلمان جس کے نام کا کلمہ پڑھ کر کائنات کی وسعتوں کو اپنی روح میں سمیٹ لیتا ہے۔

مغرب کا مادہ پرست خود تو ان احساسات سے کھوکھلا ہے لیکن اسے اس حقیقت کا علم ہے کہ عمل میں کمزور مسلمان بھی سرور کونین مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر اپنی جان قربان کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے، اس لئے مادہ پرست ہونے کے باوجود مغربی دنیا کے انسان میں چھپا ہوا مسیحی، اسے امت مسلمہ کی دل آزاری کے لئے بھڑکاتا رہتا ہے، کبھی تو وہ خود مسلمانوں ہی میں سے کسی بے ضمیر مرد یا عورت کو خرید کر ناموس رسالت پر حملہ آور ہو جاتا ہے، مرزا غلام احمد قادیانی جیسے دجال سے لے کر ملعون سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے مکروہ ذہنیت کے آوارہ لوگ آئے دن یا تو ڈالروں اور یا نیشنلٹی کے لالچ میں نہ صرف ایمان فروش بنتے رہے ہیں، بلکہ مسلمانوں کی دل آزاری اور اشتعال انگیزی سے بھی کبھی دریغ نہیں کیا، یورپ کا مسیحی، اعتدال پسندی اور بشری حقوق کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود، اب بھی مسلمانوں کے خلاف صلیبی ذہنیت رکھتا ہے، پہلے بیس سال کے دوران، پہلے بوسنیا اور اب عراق اور افغانستان میں مسلمانوں ہی کا خون درندگی اور بربریت کے ساتھ بہایا جا رہا ہے جبکہ فلسطین، کشمیر میں بھی مسلمان کرب کے شب وروز گزار رہے ہیں اور جب سے امریکی فوج افغانستان میں آئی ہے پاکستان بھی سازشوں کی لپیٹ میں ہے، ملک میں جگہ جگہ مسجدوں اور مزاروں پر ہونے والے خودکش حملے اور بم دھماکے، انہیں دشمنان اسلام کی دہشت گردانہ حرکتیں ہیں جس کا مقصد مسلمانوں کے اس ملک کو کمزور کرنا اور توڑنا ہے۔

پاکستان کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک بھی ہر طرح کے دباؤ میں ہیں، ان معاندین اسلام نے ہر جگہ دین حق کا راستہ روکنے، مسلمانوں کو دین سے بیگانہ کرنے، ان کی تہذیبی اقدار کو ملیا میٹ کرنے، ان کی معیشت پر ضرب لگانے اور انہیں سیاسی خلفشار کا شکار بنانے کا ایسا شیطانی چکر چلا رکھا ہے، جس سے اسلامی ممالک کے عوام شدید اضطراب میں ہیں...... جہاں تک حکمرانوں کا تعلق ہے، ان میں سے شاید ہی کوئی دینی حمیت رکھتا ہو، یہ طبقہ ہر طرح کے بیرونی دباؤ پر سر جھکاتا ہے کہ اس کے اپنے ذاتی مفادات اسی ''مغربی بت'' کی پرستش سے وابستہ ہیں۔ پاکستان میں کچھ عرصہ پہلے توہین رسالت کا سنگین واقعہ اور اس مجرمانہ حرکت پر سیشن کورٹ کی طرف سے جاری ہونے والی سزا کی خبر سے پورا یورپ چیخ اٹھا ہے، نام نہاد حقوق انسانی کی تنظیمیں، بیرونی سرمایہ کی پروردہ این جی اوز، یہاں تک کہ پوپ بینی ڈکٹ اور دیگر مسیحی و یہودی ممالک کی طرف سے حرمت رسول سے متعلق اس پاکستانی قانون کو تبدیل کرنے کے لئے واویلا شروع ہے جبکہ ملک میں موجود مغرب زدہ طبقہ بھی اس مطالبے میں پیش پیش ہے۔

پاکستان کی شہرت رکھنے والی آسیہ مسیح کے نام سے ایک مسیحی خاتون جس کا تعلق پنجاب میں ننکانہ صاحب کے نواحی علاقے سے ہے، اس پر الزام ہے کہ اس نے گزشتہ سال متعدد افراد کی موجودگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی، مقامی مسلمانوں کی شکایت پر پولیس نے اس کے خلاف تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت مقدمہ درج کر کے تفتیش شروع کی، تفتیش ایس پی سطح کے ایک ذمہ دار افسر نے کی، ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت میں مقدمہ چلا اور جج نے واقعاتی شہادتوں اور گواہوں کے بیانات کو سامنے رکھتے ہوئے ۸ نومبر ۲۰۱۰ء کو آسیہ کو سزائے موت اور ایک لاکھ روپے جرمانہ ادا کرنے کا فیصلہ سنایا۔

یہ تحتانی عدالت، سیشن کورٹ میں چلنے والے مقدمہ کا فیصلہ تھا، اگر مجرم کو اپنی بے گناہی کا دعویٰ ہے تو اس کے لئے فوقانی عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں آگے جا کر حتمی صورت سامنے آسکتی ہے...... لیکن قانون حرمت رسول کے تحت اس سزا کے خلاف مغربی خیالات رکھنے والے لا مذہب ذہنیت کے افراد سیخ پا ہو گئے اور یورپ کی طرف سے بھی آوازیں بلند ہوئیں کہ یہ قانون ظالمانہ ہے اس کو ختم کیا جائے۔

اس معاملے میں اگر مغرب کے میڈیا، مسیحی دنیا کے پوپ اور دیگر عیسائی و یہودی ممالک کی جانب سے آواز اٹھتی ہے تو خلاف توقع نہیں ہے کہ اسلام سے ان کا عناد کھلا ہے، یہ لوگ صدیوں سے کسی نہ کسی جگہ مسلمانوں کے خلاف سرد و گرم جنگ کے شعلے بھڑکائے رکھتے ہیں...... کابینہ میں

اقلیتی امور کے وزیر سے بھی خیر کی کوئی توقع نہیں ہے...... ان زرخرید لادین لوگوں کا بھی کیا شکوہ، جن کے دماغ مغربی خیالات سے مسموم ہیں، ان کو توہین رسالت کی مرتکب آسیہ بے گناہ نظر آتی ہے، لیکن ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے لئے، گوئنتاناموبے میں درندگی کا شکار بے گناہ مسلمانوں کے لئے، عراق اور افغانستان کے طول وعرض میں تڑپتی ہوئی لاشوں کے لئے، ڈرون حملوں میں شہید ہونے والے معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں کے لئے ان کی زبانوں پر ہمدردی یا احتجاج کا کوئی جملہ نہیں آتا...... لیکن کابینہ میں اقلیتی امور کے وزیر اور پنجاب کے گورنر سلمان تاثیر کا کردار زیادہ شرمناک ہے، اس نازک معاملے میں طریقہ کار کے مطابق مقدمہ کو منطقی نتیجے تک جاری رکھنے کے بجائے قانون توہین رسالت کو ظالمانہ قرار دینا، بجائے خود مسلمانوں کی دل آزاری کی بات ہے، سلمان تاثیر نے جس طرح ایک مجرم مسیحی عورت کے سر پر ہاتھ رکھ کر اس کو تھپکی دی ہے اور اس کو صدر مملکت کی طرف سے معاف کروانے کے جس عزم کا اظہار کیا ہے، پاکستان کے مسلمانوں کے لئے یہ حیرت انگیز ہی نہیں، اشتعال انگیز بات ہے ان کو گورنر پنجاب کی طرف سے یہ اندیشہ نہیں تھا کہ وہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین، تاجدار دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں سزا یافتہ آسیہ مسیح کے پاس جیل جاکر اور معافی کا اطمینان دلاکر ملعون سلمان رشدی کا کردار ادا کریں گے اور مسلمانوں کی دل آزاری کے مرتکب ہوں گے۔

یہ حقیقت ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مغربی دنیا پاکستان میں اسلام کی بالادستی اور وطن عزیز کے اسلامی تشخص کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، پرویز مشرف کے دور حکومت میں امریکا نے تعلیمی نصاب ونظام کی تبدیلی پر تقریباً چار ارب روپیہ خرچ کیا تھا، حدود آرڈیننس، جو بدکاری کے سدباب کا موثر قانون تھا، اس کے خلاف پاکستانی معاشرے کو بے حیا، عریاں بنانے اور یہود ونصاریٰ کی طرح دینی اور قانونی قیدوبند سے آزاد کرنے کی زبردست میڈیا مہم چلائی گئی، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر زنا بالجبر اور زنا بالرضا کے غلیظ مضامین ومباحثوں کا انتظام کر کے کھلے عام گفتگو کی گئی، اسمبلی ممبران کو خریدا گیا اور ''حقوق نسواں'' بل لاکر بدکاری کو تحفظ دیا گیا، یہ بھی امریکی ایجنڈا تھا، اس پر بھی اربوں روپیہ خرچ کیا گیا، یہود ونصاریٰ اب امتناع قادیانیت اور توہین رسالت کے قوانین کے درپے ہیں، ایک طرف شرعی قوانین کے خلاف حقوق انسانی کے نام پر جارحانہ پروپیگنڈا ہو رہا ہے جبکہ دوسری طرف ملک میں ایسی لابی بھی تیار کی گئی ہے جو فکری اور عملی طور پر اسلام سے بغاوت کی حد تک بیزار ہے، یہ افراد ملک میں شریعت کی بالادستی اور اسلامی تشخص کی جگہ یہود ونصاریٰ کے طرز زندگی اور انہی کے کلچر کو فروغ دینے کے پرچم بردار ہیں، یہ خودساختہ دانشور

جن کی سوچ وفکر مغربی جراثیم سے آلودہ ہے اور مغربی طرز زندگی ہی کی ترویج و برتری کو پاکستان کے لئے ناگزیر اور مثالی سمجھتے ہیں...... مغرب کے تنخواہ داران نام نہاد روشن خیالوں کو مغربی دنیا کے حکمرانوں اور وہاں کے عوام میں مسیحیت، یہودیت اور صلیبی ذہنیت کے وہ متعصّبانہ جراثیم نظر نہیں آتے جن کو دیکھنے کے لئے کسی خوردبین کی ضرورت نہیں ہے۔

مسیحی دنیا صدیوں سے اس لا حاصل کوشش میں ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کھرچ کھرچ کر نکال دی جائے، لیکن یہ خواب نہ ماضی میں شرمندہ تعبیر ہو سکا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ یہ آرزو رکھنے والے نامرادی کی حسرت لے کر پیوند خاک ہوں گے...... کہ ہر کلمہ گو کے دل کے دھڑکن کے ساتھ یہ صدا بلند ہوتی ہے۔

آبروئے ماز نام مصطفیٰ است

اس لئے مغرب کے لوگوں کو بھی اور مغرب زدہ عناصر کو بھی اس لا حاصل کوشش کے بجائے انسانیت کی فلاح کے لئے اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانی چاہئیں، جہاں تک حقوق انسانی، اعتدال پسندی، پرامن بقائے باہمی اور جمہوریت کے نعروں کا تعلق ہے تو یہ نعرے پرکشش ضرور ہیں لیکن امریکا اور اس کے حواری ان کو روندنے اور ملیامیٹ کرنے میں اس وقت ذرا سا بھی شرم وحیا محسوس نہیں کرتے جب ان کی خواہشات ومفادات آڑے آتی ہیں، عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویہ سفاکانہ جارحیت کا ہے وہ نہ مسلم عوام کی دینی خواہشات کو برداشت کرتے ہیں، نہ مسلمانوں کے ساتھ ان کا رویہ پرامن بقائے باہمی اور بشری حقوق کا ہے...... مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ کرنا اور انہیں زیردست بنانا، من گھڑت الزامات لگا کر ان پر لشکر کشی کرنا، بچوں، عورتوں اور بے گناہ انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارنا، ان کے شہروں اور بستیوں کو ملیامیٹ کرنا، مسلم ممالک کو سیاسی اور معاشی خلفشار میں مبتلا کرنا، ان ممالک میں زرخرید لوگوں سے جرائم اور دہشت گردی کرانا، سفارت کے پردے میں جاسوسی کرنا اور مسلمانوں کی اقدار وروایات کے خلاف سازشیں کرنا، یہ اور اس جیسی بہت سے دیگر معاندانہ اقدامات میں سے کون سا اقدام بشری حقوق اور پرامن بقائے باہمی کے دعوؤں اور نعروں کے تابع ہیں؟

قانون توہین رسالت اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-C کی عبارت ہے: ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت خلاف شان الفاظ استعمال کرنا: جو کوئی الفاظ سے خواہ وہ منہ سے بولے جائیں یا لکھے گئے ہوں یا نظر آنے والیے نمونوں سے یا کسی اتہام، چالاکی یا کنایہ سے بلا واسطہ یا بالواسطہ مقدس پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبرک نام کی بے حرمتی کرے تو اسے موت

کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

ضابطہ: قابل دست اندازی پولیس، نا قابل ضمانت، نا قابل راضی نامہ……‘‘

یہ قانون کسی خاص گروہ یا افراد کے خلاف نہیں ہے بلکہ کوئی بھی فوجداری یا دیوانی قانون کسی خاص طبقے کو فائدہ پہنچانے یا نقصان پہنچانے کے لئے نہیں بنایا جاتا، بلکہ جرم اور شکایت کے سد باب اور عام باشندگان کی بہبود کے لئے بنایا جاتا ہے۔

اگر کوئی شخص اس قانون کو کسی خاص طبقے کے خلاف قرار دیتا ہے تو یہ شر انگیز اور خلاف واقعہ بات ہے، قانون توہین رسالت کے نفاذ سے لے کر اب تک شاید ہی چند کیس غیر مسلموں کے خلاف درج ہوئے ہوں جبکہ اس کے برعکس اس طرح کے مقدمات سینکڑوں کی تعداد میں ایسے لوگوں کے خلاف درج ہوئے ہیں جو اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں، قانون معاشرے کے اجتماعی مفاد کے لئے بنایا جاتا ہے، اگر عدالتی طریقہ کار اور جرائم کے سد باب کا منصفانہ نظام موجود نہ ہو تو متاثر ہونے والا فریق مایوس ہو کر فیصلہ خود کرنے لگتا ہے جس سے افراتفری اور بدامنی پھیلتی ہے۔

توہین رسالت کے حساس معاملے میں پاکستان کا ہر کلمہ گو مسلمان متاثر ہو جاتا ہے، عہد رسالت وصحابہ رضی اللہ عنہم سے لے کر ماضی قریب تک اس طرح کے بہت سے واقعات تاریخ کا حصہ ہیں کہ نبی کی حرمت کی پامالی برداشت نہیں ہوئی۔ دیدہ دہن کو نمونہ عبرت بنا دیا گیا اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار خود بھی ناموس رسول پر قربان ہوا…… جہاں تک قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو یہ شکایت صرف قانون توہین رسالت سے متعلق نہیں، قتل، ڈکیتی، چوری اور دیگر جرائم کے خلاف نافذ العمل قوانین کا بھی ہے کہ شامت اعمال سے ملک کی انتظامیہ اور پولیس کا جو حال ہے وہ سب جانتے ہیں۔ ایسا بکثرت ہوتا ہے بے گناہ شخص پر قتل، چوری اور ڈکیتی وغیرہ کا الزام لگا کر تعزیرات سے متعلقہ دفعہ کے تحت گرفتار کیا جاتا ہے، ایک سابقہ دور حکومت میں مضحکہ طور پر، ایک نامور سیاست دان کے خلاف بھینس چرانے کا مقدمہ درج ہوا تھا، یہ عام سی بات ہے کہ رشوت، خیانت اور سفارش کے حربوں سے اصل مجرم کی جگہ بے گناہ پابند سلاسل ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ان افسوس ناک حالات کی اصلاح جرائم سے متعلق قوانین کو منسوخ کرنے میں نہیں ہے بلکہ نظام کی اصلاح میں ہے، یہ اصلاح تفتیش کی مادی مشینوں سے نہیں ہوسکتی ورنہ امریکا فرشتوں کا ملک ہوتا، اگر قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی اور حرمت رسول پامال کرنے والی مجرمہ کو معافی دی گئی تو ملک کے طول وعرض میں لگنے والی آگ پر قابو پانا مشکل ہوگا…… جہاں تک

قانون کے غلط استعمال کا تعلق ہے تو اس کا سد باب تعزیرات سے متعلق ہر دفعہ میں پیش نظر رہنا چاہئے، اس کے لئے فکر ونظر کی اصلاح، مادہ پرستانہ سوچ کے بجائے خوف خدا، محاسبہ آخرت کا استحضار، سادگی، قناعت اور فرض شناسی کی ترغیب اور جرائم کے خلاف موثر تدابیر ہی کار آمد ہو سکتی ہیں......خدا کرے کہ ملک کے دانشور، ارباب حکومت اور ملک وملت کا درد رکھنے والے اس ضرورت کا احساس کر کے کھڑے ہو جائیں تو یہ ملک امن وسکون کا گہوارہ بن سکے گا۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی
۵ تا ۱۱ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ
۸ تا ۱۵ فروری ۲۰۱۱ء

قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ صدر ضیاء الحق کا بنایا ہوا قانون ہے؟

محترم محمد متین خالد صاحب

قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین کا کہنا ہے کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا قانون صدر ضیاء الحق کا بنایا ہوا قانون ہے، لہٰذا اسے ختم ہونا چاہئے۔ صدر ضیاء الحق کی دشمنی کی آڑ میں قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت عجیب بات ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس قانون کے بننے کی وجہ معلوم کرنی چاہیے۔ 17 مئی 1986ء کی شام اسلام آباد کے ہوٹل میں ایک سیمینار کے دوران انسانی حقوق کمیشن کی چیئر پرسن (موجودہ سپریم کورٹ بار کی صدر) عاصمہ جہانگیر ایڈووکیٹ نے شریعت بل کے خلاف تقریر کرتے ہوئے حضور خاتم النبیین، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نہایت توہین آمیز اور گستاخانہ الفاظ استعمال کیے۔ میرا قلم اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ میں وہ ناپاک الفاظ یہاں رقم کروں۔ عاصمہ جہانگیر کی شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی کے ارتکاب پر راولپنڈی بار ایسوسی ایشن کے معزز اراکین جناب عباد الرحمٰن لودھی ایڈووکیٹ اور جناب ظہیر احمد قادری ایڈووکیٹ نے سخت احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ وہ ان توہین آمیز الفاظ کو واپس لے کر اس گستاخی پر معافی مانگے۔ عاصمہ جہانگیر کے انکار اور اپنے الفاظ پر مسلسل اصرار پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اگلے دن جب اس واقعہ کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو پورے ملک میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ مسلمانوں کی طرف سے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ فوری طور پر توہین رسالت کی سزا نافذ کی جائے اور اس جرم کا ارتکاب کرنے والے کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ دریں اثنا انہی دنوں عاصمہ جہانگیر نے برملا اعلان کیا کہ "میرے شوہر طاہر جہانگیر قادیانی ہیں۔ میں اس سلسلے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتی۔ وہ ہم سے بہت بہتر ہیں۔" (روزنامہ جنگ لاہور 26 جون 1986ء)

عاصمہ جہانگیر کی اس قابل اعتراض تقریر کا نوٹس سب سے پہلے قومی اسمبلی میں، اسلامی جذبہ سے سرشار خاتون ایم۔ این۔ اے محترمہ نثار فاطمہ نے لیا اور انہوں نے وہاں پوری قوت کے ساتھ آواز اٹھائی کہ عاصمہ جہانگیر کے ان توہین آمیز الفاظ کے خلاف حکومت فوری ایکشن

لے۔لیکن چوں کہ اس وقت تعزیرات پاکستان میں توہین رسالت کے جرم کی کوئی سزا مقرر نہیں تھی، اس لیے اس کے خلاف کوئی قانونی کارروائی نہ ہوسکی۔ بعدازاں محترمہ آپا نثار فاطمہ نے قومی اسمبلی میں ایک بل پیش کیا جس میں توہین رسالت کی اسلامی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی۔ اراکین قومی اسمبلی کی بھاری اکثریت نے اس بل کو منظور کیا، اس طرح تعزیرات پاکستان میں دفعہ 295-C کا اضافہ کیا گیا، جس کی رو سے ''اگر کوئی شخص زبانی یا تحریری الفاظ کے ذریعہ یا واضح انداز میں یا بذریعہ بہتان طرازی یا بذریعہ طعن آمیز اشارہ، کنایہ، براہ راست یا بالواسطہ طور پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی بے حرمتی کرتا ہے، سزائے موت کا مستوجب ہوگا یا اسے تاحیات سزا دی جائے گی اور اسے جرمانہ بھی کیا جاسکے گا۔''

اس قانون میں دو سزائیں تجویز کی گئیں، سزائے موت یا عمر قید سزا۔ حالانکہ محترمہ آپا نثار فاطمہ کی طرف سے پارلیمنٹ میں پیش کیے گئے بل میں توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا صرف سزائے موت تجویز کی گئی تھی، مگر وزارت قانون کی طرف سے اس بل میں یہ ترمیم کی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح تعزیرات پاکستان میں C-295 کا اضافہ کردیا گیا۔ چونکہ توہین رسالت کے مرتکب کی سزا ''عمر قید'' اسلامی قانون کے خلاف تھی۔ لہٰذا سپریم کورٹ کے سینئر ایڈووکیٹ، مجاہد تحفظ ناموس رسالت جناب محمد اسماعیل قریشی نے اس قانون کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کردیا کہ توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا بطور حد سزائے موت ہے اور حد کی سزا میں حکومت ہی نہیں، بلکہ پوری امت مسلمہ کو بھی سوئی کی نوک کے برابر کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم ہے۔ اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت نومبر 1989ء کو شروع ہوئی۔ وفاقی شرعی عدالت کا یہ فل بینچ جناب جسٹس گل محمد خان چیف جسٹس، جناب جسٹس عبدالکریم خان کنڈی، جناب جسٹس عبادت یار خاں، جناب جسٹس عبدالرزاق اے تھیم اور جناب جسٹس فدا محمد خاں پر مشتمل تھا۔ عدالت نے خاصے عرصے تک اس درخواست کی سماعت کی اور متعدد اسکالروں، تمام مسالک کے جید علمائے کرام اور اس موضوع پر دست رس رکھنے والے سینئر قانون دانوں کو بھی طلب کیا، تاکہ وہ اس موضوع پر اپنی آرا پیش کرکے عدالت کی قانونی معاونت کریں۔

30 اکتوبر 1990ء کو عدالت نے اس درخواست کا متفقہ فیصلہ سنایا۔ عدالت نے قرار دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین یا ان کے اسم مبارک کی بے حرمتی کے جرم میں متبادل، سزا، تاحیات قید، اسلام کی واضح نصوص (احکام کے منافی ہے)۔ عدالت نے مزید کہا کہ دفعہ 295-C میں ''تا عمر قید'' کا لفظ توہین رسالت کے حوالہ سے شریعت اسلامیہ کے خلاف ہے، اس لیے صدر

پاکستان کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ 30 اپریل 1991ء تک اس قانون کی اصلاح کریں اور ''یا عمر قید'' کے الفاظ ختم کریں اور یہ کہ اگر تاریخ مقررہ تک ایسا نہ کیا گیا تو پھر اس کے بعد یہ الفاظ خود بخود کالعدم متصور کیے جائیں گے اور صرف سزائے موت، ملک کا قانون بن جائے گا، چنانچہ مقررہ تاریخ تک یہ کام نہ ہوسکا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے مطابق یہ الفاظ خود بخود کالعدم ہوگئے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلہ میں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت کو قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کردہ اور درست قرار دیا (PLD-1991 FSC-10) یاد رہے کہ پاکستان کے آئین کی دفعہ D-203 کے تحت وفاقی شرعی عدالت ہی اس امر کی مجاز ہے کہ وہ کسی قانون کے اسلامی یا غیر اسلامی ہونے کا فیصلہ کرے۔ آئین کی شق D-203 کے مطالعہ کے بعد اس سلسلہ میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ اس آئینی شق میں کہا گیا ہے: ''عدالت از خود نوٹس پر یا پاکستان کے کسی شہری کی پٹیشن پر یا وفاقی یا کسی صوبائی حکومت کی پٹیشن پر یہ اختیار رکھتی ہے کہ وہ قرآن اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصولوں کی روشنی میں کسی بھی قانون یا اس کی شق کے اسلام کے مطابق یا اسلام سے متصادم ہونے کا فیصلہ کر سکے۔''

یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ پاکستان کی پارلیمنٹ قوانین وضع کرنے، ان پر نظر ثانی کرنے، ان میں ترمیم کرنے، ان کی تنسیخ کرنے کے وسیع تر اختیارات رکھتی ہے۔ پارلیمانی طریقہ کار اور قانون سازی کی روایات کے مطابق پارلیمنٹ کی طرف سے وضع کردہ قانون توہین رسالت کئی دہائیوں سے نافذ العمل ہے اور آئینی عدالت کے کڑے معیار پر پورا اتر چکا ہے۔ یہ کہنا کہ قرآن وسنت میں توہین رسالت کی سزا موت نہیں ہے، وفاقی شرعی عدالت اس اعتراض کا آئینی شق D-203 کی ذیلی شق 2 کے تحت پہلے ہی باریک بینی سے جائزہ لے چکی ہے اور اس کے فیصلہ کی رو سے موجودہ قانون قرآن وسنت کے عین مطابق ہے اور قرار دیا گیا ہے کہ گستاخ رسول کے لیے موت کی سزا کے علاوہ کسی بھی قسم کی متبادل سزا اسلامی تعلیمات سے متصادم ہوگی۔ آئین کی شق D-203 کی ذیلی شق 2 کی شق (b) کے تحت یہ فیصلہ فوری طور پر نافذ ہو چکا ہے۔

حکومت نے وفاقی شرعی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل کی، اس فیصلے کو چیلنج نہیں کیا گیا تھا، بلکہ اس کا مقصد فیصلہ کے بعض پہلوؤں کی وضاحت حاصل کرنا تھا۔ بعد ازاں حکومت نے سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی۔ بعض سیکولر اور قادیانی حضرات نے حکومت کے اس اقدام کو تنقید کا نشانہ بنایا اور اس سنگین جرم کے لیے صرف موت کی سزا قائم رکھنے پر اپنے ذہنی تحفظات کا اظہار کیا۔ لیکن ان لوگوں کے یہ ذہنی تحفظات عوامی سطح پر کوئی پذیرائی حاصل نہ

کرسکے۔ نہ صرف رائے عامہ کے رہنماؤں نے، بلکہ منتخب اداروں اور قانون ساز اسمبلیوں نے بھی عوامی جذبات کو زبان دی۔

2 جون 1992ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کی، جس میں حکومت سے کہا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین پر صرف اور صرف سزائے موت ہی دی جانی چاہیے۔ سینٹ نے بھی یہی راہ عمل اختیار کی۔ 8 جولائی 1992ء کو سینٹ میں ترمیمی قانون متفقہ طور پر منظور کیا گیا، جس میں اس جرم کے لیے صرف موت کی سزا دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر عوام کی مرضی پر عمل کرنے کے اصول کا کچھ مقصد ہے، اگر پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں کا متفقہ فیصلہ پاکستان کے عوام کے اجتماعی ضمیر کا اظہار ہے تو یہ قانون ہماری قومی تاریخ میں ایک سب سے زیادہ عوامی قانون تسلیم کیا جانا چاہیے۔ افسوس ہے کہ اس قانون کے مخالفین (قادیانی اور سیکولر حضرات) پارلیمنٹ کے اس متفقہ فیصلے کو تسلیم کرنے سے یکسر انکاری ہیں، بلکہ وہ اس سلسلہ میں وفاقی شرعی عدالت کے تاریخی فیصلہ کو بھی تسلیم نہیں کرتے۔ وہ مسلمانوں کی اکثریت کے مذہبی جذبات کو رائی برابر بھی وقعت نہیں دیتے، بلکہ اس قانون پر تنقید کرتے ہوئے بعض دفعہ ایسی دل آزار اور اشتعال انگیز گفتگو کرتے ہیں جس سے لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال پیدا ہونے کا خدشہ رہتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ سابق وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ حالانکہ قادیانیوں کو 7 ستمبر 1974ء (وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی موجودگی میں) ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اس طرح قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم صدر ضیاء الحق نے نہیں، بلکہ ملک کی منتخب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر بنایا۔ سیکولر اور بے دین عناصر اس قانون کی مخالفت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ ایک آمر ضیاء الحق کے دور میں بنا، ان سے پوچھنا چاہیے کہ عائلی قوانین بھی تو ایک آمر صدر ایوب خاں کے دور میں بنائے گئے تھے، آپ اس کی مخالفت تو نہیں کرتے۔ مزید ان بزرجمہروں سے یہ بھی دریافت کرنا چاہیے کہ کیا صدر ضیاء الحق کے دور میں بنائے گئے دیگر تمام قوانین ختم ہو گئے ہیں یا ان پر اب بھی من وعن عمل ہو رہا ہے؟ آپ انہیں ختم کرانے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ آخر یہ تضاد بیانی اور منافقت کیوں اور کب تک......؟

ماہنامہ الفاروق کراچی
جمادی الثانیہ 1432ھ

گستاخ رسول کی سزا اور مسلمانوں کی ذمہ داری

حضرت حافظ عبدالقدوس قارن صاحب

اسلام اپنی حقانیت، اعلیٰ اقدار اور فطرت انسانی کے مطابق ہونے کی بدولت جس قدر تیزی سے دنیا میں پھیل رہا ہے، اسی قدر مخالف قوتیں اس کا راستہ روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں اور ''الکفر ملة واحدة'' کفر ایک ہی جماعت ہے کے فرمان نبوی کے تحت تمام باطل ادیان اس میں شریک ہیں، مگر سب سے بھونڈا انداز اس میں یہود ونصاریٰ اور ان کی آلۂ کار جماعتوں کا ہے۔ تاریخ کا مشہور واقعہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ تجارتی قافلہ کے ہمراہ شام جا رہے تھے تو بحیرہ نامی راہب نے اس قافلہ میں خرق عادت کے طور پر پیش آنے والے کچھ حالات معلوم کر کے قافلہ والوں سے ملاقات کی اور اپنی کتاب میں بیان کردہ نبی آخر الزمان کی علامات حضور علیہ السلام میں دیکھ کر آپ کے چچا سے کہا کہ اس بچے کو شام لے کر نہ جائیں بلکہ یہاں سے ہی مکہ واپس بھیج دیں، ایسا نہ ہو کہ یہود ونصاریٰ ان کو تکلیف پہنچا دیں، حالانکہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال تھی، اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی یہود ونصاریٰ کے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بغض وعناد سے بھرے ہوئے تھے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو یہود ونصاریٰ نے آپ کو پریشان کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا، کبھی خود سامنے آتے اور کبھی مشرکین کو اپنا آلۂ کار بنا کر پریشانی کا سامان مہیا کرتے، آپ کو زہر دے کر شہید کرنے کی سازش کی گئی۔ (بخاری، جلد:۲، صفحہ:۶۱۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں آ کر السلام علیکم کہنے کی بجائے بددعائیہ انداز میں السام علیکم کہتے، جس کا معنی ہے کہ تم پر موت آئے۔ (بخاری، جلد:۲، صفحہ:۸۵۰) مسلمان جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کسی وقت نہ سمجھ سکتے تو کہتے ''راعنا'' کہ حضور ہماری رعایت فرما دیں مگر یہود اپنی اصطلاح کے مطابق آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راعنا کہتے جو ان کی اصطلاح میں ایک گالی تھی، وہ یہ کلمہ بول کر آپس میں ہنستے اور مذاق اڑاتے، ایک مرتبہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

نے یہود سے یہ کلمہ سنا اور وہ ان کی اصطلاح کو جانتے تھے تو فرمانے لگے: "عَلَيْكُمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ لَئِنْ سَمِعْتُهَا مِنْ رَجُلٍ مِّنْكُمْ يَقُولُهَا لِلنَّبِي صلى الله عليه وسلم لَأَضْرِبَنَّ عُنُقَهُ." (تفسير قرطبي، جلد: ۲، صفحه: ۵۷) تم پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں نے تم میں سے کسی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں یہ کلمہ کہتے ہوئے سن لیا تو میں ضرور اس کی گردن اڑا دوں گا۔"

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جن نعمتوں سے نوازا ہے، ان تمام نعمتوں میں دو نعمتیں سب سے عظیم ہیں، ایک قرآن کریم اور دوسری حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی اور یہی ہر مسلمان کا عقیدہ ہے اور مسلمان ان دونوں نعمتوں کی قدر نہ صرف اپنے ایمان کا حصہ اور اپنی زندگی کا اصل سرمایہ سمجھتے رہے اور سمجھتے ہیں بلکہ ان کے بارہ میں مسلمانوں کے جذبات ہمیشہ انتہائی حساس رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس دور میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے حضور علیہ السلام کی شان میں کوئی نازیبا کلمات کہہ دیئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے منہ پر اتنے زور سے تھپڑ مارا کہ وہ بے ہوش ہونے کے قریب ہو گئے۔ (تفسیر قرطبی، جلد: ۱۷، صفحہ: ۳۰۷)

ایک یہودی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت کا دعویٰ کیا تو پاس بیٹھے مسلمان نے اس کو زوردار تھپڑ مارا۔ (بخاری، جلد: ۲، صفحہ: ۶۶۸)

ایک نابینا صحابی نے یہودیہ عورت کو جو اس کے بچوں کی ماں بھی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا تھا اور حضور علیہ السلام نے اس عورت کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا (ابو داؤد، جلد: ۲، صفحہ: ۶۰۰، نسائی، جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۴) اس طرح کے بہت سے واقعات احادیث اور تاریخ کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے ان دونوں عظیم نعمتوں کی شان میں گستاخیاں کر کے ہمیشہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی ہے۔ مصر کے ایک بہت بڑے عالم امیر شکیب ارسلان المتوفی ۱۹۴۶ء لکھتے ہیں کہ: "یورپ اور امریکا کے عیسائیوں نے قرآن کریم اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریباً چھ لاکھ کتابیں شائع کی ہیں۔" (بحوالہ معالم العرفان فی دروس القرآن، جلد: ۳، صفحہ: ۵۷۷) برصغیر میں غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بہت مشہور ہے کہ جب ہندو راجپال نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر مشتمل کتاب لکھی تو غازی علم الدین نے ایمانی غیرت و جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا، غازی علم الدین کا عدالتی مقدمہ مسٹر محمد علی جناح صاحب نے لڑا جو بعد میں

بانی پاکستان اور قائداعظم کے القابات سے نوازے گئے۔

مسٹر جناح نے اپنی پوری استطاعت وصلاحیت گستاخ رسول کے خلاف اور غازی علم الدین کی حمایت میں صرف کی، یہ الگ بات ہے کہ غازی علم الدین کے مقدر میں شہادت تھی، اس لئے تمام تر کوششوں کے باوجود وہ اعزاز واکرام کے ساتھ پھانسی کے پھندے پر جھول گئے، مگر مسٹر جناح صاحب کا اس کی جانب سے مقدمہ لڑنے کا کارنامہ ہمیشہ تاریخ کے اوراق میں سنہری حروف سے لکھا جاتا رہے گا، حال ہی میں ایک عیسائی خاتون آسیہ مسیح نے برسرعام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی جس کا مقدمہ چلا تو سیشن کورٹ نے جرم ثابت ہونے پر اس کو قانون کے مطابق سزائے موت سنائی، قانون کے مطابق سزا پر عمل درآمد کرنے کی بجائے کچھ حکومتی اہلکاروں اور بے دین تنظیموں نے نہ صرف اس کی سزا رکوانے کی کوشش کی بلکہ سرے سے گستاخ رسول کی سزا سے متعلق قانون کو تبدیل کروانے کی اسکیمیں بنانی شروع کردیں، جس سے ملکی فضا انتہائی خراب ہوگئی، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ سرکاری عمارات اور حکومتی دفاتر میں مسٹر جناح صاحب کی تصویر کے نیچے بیٹھنے والے اور جناح صاحب کی جماعت کے وارث ہونے کا دعویٰ کرنے والے تمام مسلم لیگی اپنی تمام تر صلاحیتیں گستاخ رسول کے خلاف صرف کر کے مسٹر جناح صاحب کی تقلید کرتے اور قانون کی حفاظت اور اس کے مطابق عمل کا حلف اٹھانے والے قانون کا ساتھ دیتے مگر بیرونی آقاؤں کو خوش کرنے والے مفاد پرستوں نے اپنا وزن گستاخ رسول کی حمایت میں ڈال دیا اور ان کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، امریکی وبرطانوی حکمرانوں اور پاپائے روم کو تحفظ ناموس رسالت قانون کو تبدیل کرانے کے لئے پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی جرأت ہوئی۔

مذہبی جماعتیں بھی اپنے طور پر کام کررہی ہیں مگر مخالف لابیاں اخبارات رسائل اور الیکٹرونک میڈیا میں عوام الناس کے اذہان کو تشویش میں ڈالنے کے لئے زہرآلود پروپیگنڈا میں مصروف ہیں اور کچھ متفکرین عجیب قسم کی الجھنیں ڈال کر اس متفقہ مسئلہ کو اختلافی ثابت کر کے اس کی اہمیت گھٹانے کی ناکام کوشش میں ہیں، اس طبقہ کی جانب سے کچھ اعتراضات سامنے آئے، جن کی حقیقت واضح کرنا ضروری سمجھا گیا۔

...... پہلا اعتراض ......

قرآن کریم میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ تمہیں اہل کتاب اور مشرکین کی طرف سے بہت

سی اذیت ناک باتیں سننا پڑیں گی:" وَاِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ" (آل عمران: ١٨٦) "اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرو گے تو بے شک یہ مقصودی کاموں میں سے ہے۔"

قرآن کریم نے صبر کا حکم دیا ہے، اس لئے یہ جلسے کرنے والے اور جلوس نکالنے والے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔

......الجواب......

قرآن کریم میں مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی گئی ہے بے غیرتی کی نہیں، ناموس رسالت اور قرآن کریم کے خلاف دیکھ اور سن کر کسی ردعمل کا مظاہرہ نہ کرنا انتہائی بے غیرتی ہے اس کو صبر نہیں کہتے، بیماری میں صبر کی تلقین ہے، مگر بیماری کا علاج کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، مصائب مین صبر کی تلقین ہے مگر مصائب کو دور کرنے کے اسباب اختیار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، اسی طرح مخالفین اسلام کی اذیت ناک باتوں پر ردعمل ظاہر کرنا بھی صبر کے منافی نہیں ہے، ہاں ایسے اشتعال کی اجازت نہیں جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی بلکہ ایسی صورت میں ردعمل ظاہر نہ کرنا جرم ہے، قرآن کریم میں ہے:"اِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ مِنْكُمْ" (التوبہ: ٦٦) "اگر ہم ان میں سے ایک گروہ کو معاف کردیں گے۔" علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ "سمع المنافقین فضحک لهم ولم ینکر علیهم" (تفسیر قرطبی جلد: ٨، صفحہ: ١٩٩) "منافقوں کی بات سنی اور ان کی تردید کی بجائے ان کی بات پر ہنس پڑا۔"

تو اس کے بارے میں کہا گیا:"قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ" "کہ تم نے ایمان کے بعد کفر کیا" جب تک اس نے سچے دل سے معافی نہ مانگی اس وقت تک وہ اسی حکم میں رہا، توبہ کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمایا۔

قرآن کریم پر اصل عمل حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہی کرکے دکھایا، وہ اس جیسی آیت پڑھنے پڑھانے کے باوجود گستاخ رسول کو قتل کردینے کا نظریہ اور عقیدہ رکھتے تھے، علامہ ابن الہمام نے لکھا ہے کہ:"امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ ان کے سامنے ایک آدمی نے کہا کہ میں نے ایک عیسائی راہب (پادری) کو سنا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے رہا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا:"لَوْ سَمِعْتُهُ لَقَتَلْتُهُ اَنَا لَمْ نُعْطِهِمُ الْعُهُوْدَ عَلٰى هٰذَا" (فتح القدیر،

جلد: ۵،صفحہ: ۳۰۳)''اگر میں سن لیتا تو ضرور اس کو قتل کر دیتا، ہم نے اس پر ان کے ساتھ معاہدہ نہیں کیا۔''

......دوسرا اعتراض......

کئی واقعات میں ملتا ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنی شان میں گستاخی کرنے والے کو سزا نہیں دی۔

......الجواب......

کئی گستاخوں کو حضور علیہ السلام نے قتل کروایا، کعب بن الاشرف کے قتل کی وجہ تھی: ''**فَاِنَّهٗ قَد آذیٰ اللہ وَرَسُولَه**'' (بخاری، جلد: ۲،صفحہ: ۵۷۶)''کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دی'' ابورافع کے قتل کی وجہ تھی: ''**کَان اَبُو رَافِعٍ یُوذِی رَسُولَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم**'' (بخاری، جلد: ۲،صفحہ: ۵۷۷)''کہ ابو رافع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتا تھا''

پھر جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو قتل کیا تو آپ نے اس کی تحسین فرمائی اور مقتولین کے خون رائیگاں قرار دیئے، اس بارہ میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ ایسی حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شان میں گستاخی کرنے والے سے درگزر کرنے کا اختیار تھا، اسی لئے آپ اپنی ذات کی خاطر کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے ساتھ خاص تھا، امت کے لئے حکم الگ ہے، جس کی تعلیم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دی ہے۔

جس روایت میں یہ آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات کی خاطر بدلہ نہیں لیتے تھے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں: ''**اَلا اَنْ تَنتَهِکَ حُرمَةَ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمُ اللّٰہُ بِهَا**'' (بخاری، جلد: ۲،صفحہ: ۹۰۴)''مگر جب اللہ تعالیٰ کی حرمت والی چیزوں کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سب سے زیادہ حرمت والی ذات ہے''

اس لئے ان کی بے حرمتی پر غضبناک ہونا ایمان کا حصہ ہے، امتی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو برداشت ہی نہیں کرسکتا، اسی لئے علامہ شامی گستاخ رسول کی سزا کی بحث میں لکھتے ہیں: ''**فَنَفْسُ الْمُومِنِ لاَ تُشْفٰی مِنْ هٰذَا السَّابِّ اللَّعِیْنِ**'' (رسائل ابن عابدین، جلد: ۱،صفحہ: ۳۴۸)''اس گالی دینے والے ملعون کو ٹھکانے لگائے بغیر مومن آدمی کا نفس آرام ہی نہیں پاتا۔''

......تیسرا اعتراض......

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کی سزا کے بارے میں ائمہ فقہاء کے نظریات مختلف ہیں، احناف کے نزدیک اس کی حد قتل نہیں ہے، پاکستان میں اکثریت احناف کی ہے، اس لئے ان کے نظریہ کے مطابق اس کی حد قتل نہیں ہونی چاہیئے۔

......الجواب......

یہ اعتراض مکروفریب کا جال اور احناف کے مسلک سے بے خبری کا نتیجہ ہے، اس مسئلہ میں احناف کی بعض عبارات کو لے کر تحفظ ناموس رسالت قانون میں تبدیلی کا مطالبہ کرنے والے مفاد پرستوں کو کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ۱۹۵۶ء سے نافذ عائلی قوانین بھی تو احناف کے نظریہ کے خلاف ہیں، ان کو تبدیل کروانے کے لئے کیوں آواز نہیں اٹھائی جاتی؟ حالانکہ ان میں سے بعض مسائل میں نوبت واضح حرام کے ارتکاب تک جا پہنچی ہے، پھر یہ غلط بیانی بھی ہے کہ گستاخ رسول کی حد قتل کی صورت میں احناف کے نظریہ کے خلاف ہے، اس پر یہی دلیل کافی ہے کہ اس قانون کو منظور کروانے والوں میں حنفی دیوبندی مکتب فکر کے جید عالم دین استاذ المحدثین حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک والے بھی تھے جن کی تدریسی خدمات نصف صدی سے زائد ہیں اور ان کے سینکڑوں شاگرد شیخ الحدیث اور استاذ الحدیث کے مناصب پر فائز ہیں اور حنفی بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری تھے جو اپنے طبقہ میں مایہ ناز مدرس اور مفتی تھے پھر ان کو اپنے اپنے طبقہ کے تمام علماء کرام کی حمایت بھی حاصل تھی، اگر یہ قانون حنفی نظریہ کے مخالف ہوتا تو اس کو حنفی علماء کی حمایت حاصل نہ ہوتی جبکہ کسی ایک قابل شمار عالم کی مخالفت نظر سے نہیں گزری، موجودہ دور کے احناف سے پہلے بھی فقہاء احناف گستاخ رسول کے قتل کا نظریہ رکھتے تھے۔

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں..... ''اگر کوئی مسلمان نشہ کی حالت میں مرتد ہو جائے تو اس پر مرتد ہونے کا حکم لگانا صحیح نہیں، البتہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے گا تو اس پر مرتد ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔'' **فانہ یقتل ولا یعفیٰ عنہ** ''(الاشباہ والنظائر، جلد:۱، صفحہ:۲۸۹) اس کو قتل کیا جائے گا، اس کو معافی نہیں دی جائے گی۔''

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں..... ''جو مسلمان مرتد ہو جائے، پھر توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی مگر ایسی جماعت کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی جو بار بار مرتد ہو جاتی ہو، اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کو گالی دینے کی وجہ سے جو کافر ہوا'' **فانہ یقتل حدا ولا تقبل**

تـوبتـه مطلقاً ‘‘(فتاویٰ شامی، جلد:۲، صفحہ:۳۵۶) تو اس کو حد کے طور پر قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بالکل قبول نہیں کی جائے گی۔‘‘

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ...... ’’اگر کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی تو اس کو توبہ کا موقع دیئے بغیر قتل کرنے پر اجماع ہے:’’فَعُلِمَ اَنَّ الْمُرَادَ مِنْ نَقْلِ الْاِجْمَاعِ عَلٰی قَتْلِہٖ قُبِلَ التَّوبَۃُ ثُمَّ قَالَ وَبِمِثْلِہٖ قَالَ اَبُو حَنِیْفَۃَ وَّاَصْحَابُہٗ ‘‘(فتاویٰ شامی، جلد:۶، صفحہ:۳۵۷) یہی نظریہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کا ہے۔

علامہ ابوالطیب سندھی الحنفی لکھتے ہیں...... ’’کہ کسی بھی انداز میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات میں عیب لگانے والا گالی دینے والے کے حکم میں ہے۔’’وَحُکْمُ السَّابِّ یُقْتَلُ ‘‘(حاشیہ سندھی علی النسائی، جلد:۲، صفحہ:۱۵۳) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اس کو قتل کر دیا جائے۔

علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ......’’اِذَا اَظْھَرَہٗ یُقْتَلُ بِہٖ وَیَنْتَقِضُ عَھْدُہٗ‘‘(فتح القدیر، جلد:۵، صفحہ:۳۰۳) اگر کوئی ذمی (مسلمان ملک میں رہنے والا کافر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دیتا ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کا معاہدہ ٹوٹ جائے گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں......’’فَلَوْ اَعْلَنَ بِشَتْمِہٖ اَوْ اعْتَادَہٗ قُتِلَ وَلَوِ امْرَأۃً وَبِہٖ یُفْتٰی الْیَوْمُ ‘‘(فتاویٰ شامی، جلد:۶، صفحہ:۳۳۱) پس اگر ذمی علانیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اس کو عادت بنالے تو اس کو قتل کیا جائے گا، اگرچہ عورت ہو اور آج کے دور میں اسی کے مطابق فتویٰ دیا جائے گا۔

علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ......’’مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ذمی مرد یا ذمیہ عورت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دے یا دین اسلام میں طعن کرے’’فَلَا خِلَافَ بَیْنَ الْعُلَمَاءِ فِیْ قَتْلِ الذِّمِّیْ اَوِ الذِّمِّیَۃِ ‘‘(اعلاء السنن، جلد:۱۲، ص:۵۰۵) تو ایسے ذمی یا ذمیہ کو قتل کرنے میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

علامہ شہاب الدین الشلبی لکھتے ہیں......’’اِذَا اَظْھَرَہٗ یُقْتَلُ بِہٖ‘‘(حاشیہ تبیین الحقائق، ص:۲۸۱) جب ذمی علانیہ گستاخی کا ارتکاب کرے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں......’’ذمی اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو اس کو تعزیر لگائی جائے:’’وَھُوَ یَدُلُّ عَلٰی جَوَازِ قَتْلِہٖ زَجْرًا لِغَیْرِہٖ اِذْ یَجُوزُ التَّرَقِّیْ فِی التَّعْزِیْرِ اِلَی الْقَتْلِ ‘‘(رسائل ابن عابدین، ص:۳۵۳) اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو قتل

کرنا جائز ہے تا کہ اوروں کو تنبیہ ہو جائے، اس لئے کہ تعزیر قتل تک ہو سکتی ہے۔

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں...... ''وَالْحَقُّ اَنَّهُ يُقْتَلُ عِنْدَنَا اِذَا اَعْلَنَ بِشَتْمِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ صَرِيْحٌ فِي سِيَرِ الذَّخِيْرَةِ حَيْثُ قَالَ وَاسْتَدَلَّ مُحَمَّدٌ لِبَيَانِ قَتْلِ الْمَرْأَةِ اِذَا اَعْلَنَتْ بِشَتْمِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'' (اعلام السنن، جلد:۱۲،ص:۵۰۵) حق بات یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ذمی کو قتل کیا جائے گا، جبکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دے اور سیر الذخیرہ میں اس کی صراحت مصنف نے کی ہے، جہاں اس نے کہا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے عورت کو قتل کرنے کے بیان میں استدلال کیا ہے جبکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دے اور اسی کے مطابق علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔ (رسائل ابن عابدین، ص:۳۵۵)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول بھی علامہ عثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے...... ''قَالَ مُحَمَّد فِي السِّيَرِ الْكَبِيْرِ وَكَذَالِكَ اِنْ كَانَتْ تعلق بِشَتْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا بَأْسَ بقتلها'' (اعلاء السنن، جلد:۱۲،ص:۵۰۵) امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے السیر الکبیر میں فرمایا ہے اور اسی طرح اگر عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دے تو اس کے قتل میں کوئی حرج نہیں ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں...... ''وَاخْتِيَارِي فِي السَّبِّ اَنْ يُقْتَلَ'' (فتاویٰ شامی، جلد:۶، صفحہ:۳۳۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کے بارے میں میرے نزدیک راجح نظریہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے۔

......چوتھا اعتراض......

احناف کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے ذمی کا ذمہ نہیں ٹوٹتا، جب ذمہ نہیں ٹوٹتا تو اس کا قتل کیسے جائز ہوگا؟

......الجواب......

ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا قتل جائز نہیں، اس لئے کہ ذمہ باقی رہتے ہوئے بھی اس کو سزا دی جا سکتی ہے، جیسا کہ اس کو قصاص میں قتل کیا جاتا ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: ''وَيُقْتَلُ قِصَاصًا'' (ہدایہ، جلد:۲، صفحہ:۴۹۱) ذمی کو قصاص میں قتل کیا جائے گا اور حضرات فقہاء کرام نے یہی وضاحت فرمائی ہے، جیسا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں ''وَاَجَابَ الْعَلَّامَةُ

الشَّیۡخُ خَیۡرُ الدِّیۡنِ الرَّمَلِیُّ فِی حَوَاشِیۡهِ عَلَی الۡبَحۡرِ بِاَنَّهٗ لَایَلۡزَمُ مِنۡ عَدَمِ النَّقۡضِ عَدَمُ الۡقَتۡلِ ''(رسائل ابن عابدین، ص:۳۵۳) شیخ خیر الدین الرملی نے البحر کے حاشیہ میں جواب دیا ہے کہ ذمہ نہ ٹوٹنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کا قتل نہ ہو...... پھر احناف میں سے کئی حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے ذمی کا ذمہ ٹوٹ جانے کے قائل ہیں، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ذمہ ٹوٹ جاتا ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وبه یَتَأَیَّدُ مَابِحَثَهُ الۡاِمَامُ الۡعَیۡنِی وَالۡمُحَقِّقُ ابنُ الۡهُمَام من حَیۡثُ الۡاَنۡتِقَاضِ اَیۡضاً فَلَیۡسَ خَارِجاً عَنِ الۡمَذۡهَبِ بِالۡکُلِّیَّةِ نَعَمۡ هُوَ خِلَافُ الۡمَشۡهُوۡرِ.'' (رسائل ابن عابدین، صفحہ:۳۵۴)

ہماری بحث سے اس بحث کی تائید ہو جاتی ہے جو امام عینی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے کہ ذمہ بھی ٹوٹ جاتا ہے تو یہ نظریہ بالکلیہ مذہب سے خارج نہیں البتہ غیر مشہور ہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ بعض احناف ذمی کے ایسی حالت میں ذمہ کے ٹوٹ جانے کے بھی قائل ہیں اور جو ذمہ کے نہ ٹوٹنے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بھی اس کا قتل جائز ہے اور اس کا قتل احناف کے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وَالۡحَاصِلُ اَنۡ الذِّمِّیَّ یَجُوۡزُ قَتۡلُهٗ عِنۡدَ نَا لٰکِنۡ لَاحداً بَلۡ تَعۡزِیۡراً اَفَقَتۡلُهٗ لَیۡسَ مُخَالِفًا لِّلۡمَذۡهَبِ'' (رسائل ابن عابدین، صفحہ:۳۵۴)

اس بحث کا خلاصہ یہی ہے کہ ہمارے نزدیک گستاخ رسول ذمی کو قتل کرنا جائز ہے لیکن حد کے طور پر نہیں بلکہ تعزیر کے طور پر۔ تو اس کا قتل ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے۔

احناف کا مفتی بہ قول...... علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پہلے یہ بات گزری ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علانیہ گالی دینے والے کے قتل کا فتویٰ ہی دیا جائے گا۔ نیز علامہ شامی لکھتے ہیں: ''وَلِهٰذَا اَفۡتٰی اَکۡثَرُهُمۡ بِقَتۡلِ اَکۡثَرَ مَنۡ سَبَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ مِنۡ اَهۡلِ الذِّمَّةِ وَاِنۡ اَسۡلَمَ بَعۡدَ اَخۡذِهٖ'' (رسائل ابن عبادین، ص:۳۵۴) اس لئے اکثر احناف نے اہل ذمہ میں سے بہت سے ایسے لوگوں کے قتل کا فتویٰ دیا، جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، اگرچہ وہ پکڑنے جانے کے بعد مسلمان ہو جائے۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ احناف کے نزدیک مفتی بہ قول یہی ہے کہ جس ذمی کے بارے میں ظاہر ہو جائے کہ اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن کریم کے بارے میں گستاخی کی ہے تو اس کو قتل کیا جائے گا۔

...... پانچواں اعترا......

احناف کے نزدیک مرتد کوتوبہ کا موقع دیا جاتا ہے، اس لئے گستاخ رسول کو بھی موقع دیا جانا چاہئے؟

......الجواب......

عام مرتد اور گستاخ رسول میں فرق ہے۔ گستاخ رسول کسی نرمی کا مستحق نہیں ہے، پھر مرتد کو توبہ کا موقع دینا احناف کے نزدیک واجب نہیں ہے بلکہ صرف مستحب ہے، صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: ''مرتد پر اسلام پیش کرنا مشائخ کے قول کے مطابق واجب نہیں ہے، (ہدایہ صفحہ: ۵٦۵، جلد: ۲) اور ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں: ''فَيُسْتَحَبُّ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ يُسْتَتَابُ الْمُرْتَدُّ وَيُعْرَضُ عَلَيْهِ الاِسْلَامُ لِاحْتِمَالِ أَنْ يُسْلِمَ لٰكِنْ لَا يَجِبُ'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ، جلد: ۷، صفحہ: ۵۵۸۱) پھر احناف کے نزدیک مستحب ہے کہ مرتد سے توبہ طلب کی جائے اور اس پر اسلام پیش کیا جائے، اس احتمال سے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے لیکن ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔

...... چھٹا اعتراض......

گستاخ رسول کی سزا کے قانون میں قتل کو حد کے طور پر لیا گیا ہے، جبکہ احناف کے نزدیک یہ حد نہیں بلکہ تعزیر ہے، اس لئے اس کے حد ہونے کی حیثیت کو ختم کرنا چاہئے۔

......الجواب......

احناف کے ہاں قاعدہ ہے کہ اگر اپنے مسلک سے زائد پر عمل کرنے کی وجہ سے اپنے مسلک پر زد نہ آتی ہو تو زائد کو لیا جاسکتا ہے، مثلاً احناف کے نزدیک وضو میں سر کے مسح کے لئے نیا پانی لینا ضروری نہیں ہے بلکہ ہاتھ دھونے کے بعد ہاتھ پر جو تری رہ جاتی ہے، اس کے ساتھ بھی مسح کیا جاسکتا ہے، مگر کہا گیا ہے کہ احتیاط نیا پانی لینے میں ہے جیسا کہ علامہ ابوالطیب سندھی الحنفی کے حوالہ سے مبارکپوری صاحب نے لکھا ہے۔ (تحفہ الاحوذی، جلد: ۱، صفحہ: ۴۷) ''احناف کے نزدیک نماز کی ہر رکعت کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے مگر کہا گیا ہے کہ احتیاطاً پڑھی جائے، لِيَكُونَ ابعَدَ عَنِ الْاِخْتِلَافِ (ہدایہ، جلد: ۱، صفحہ: ۱۷، حاشیہ: ۲۴) تاکہ جمہور سے موافقت کر کے اختلاف سے دور رہے۔''

اس طرح کی بہت سی مثالیں کتب احناف میں ملتی ہیں، جب جمہور کے ساتھ موافقت کی

صورت میں احناف کے نظریہ پر کوئی زد نہیں آتی، بلکہ ان کا مفتی بہ قول بھی گستاخ رسول کو قتل کرنے کا ہے اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے کہ گستاخ رسول کا قتل ہمارے مذہب کے خلاف نہیں ہے تو اس کو تعزیر کہنے یا حد کہنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، جب قانون بن چکا ہے تو محض اس لئے کہ احناف کے نزدیک یہ حد نہیں کہلاتا، اس کو بہانہ بنا کر قانون کی تبدیلی کا مطالبہ کرنا نری حماقت ہے۔

......ساتواں اعتراض......

کہ دیگر اسلامی ممالک میں ایسی سزا نہیں ہے۔

......الجواب......

اللہ تعالیٰ نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے پاکستانی قوم کو توفیق دے کر ایسا قانون بنانے کی ہمت دی ہے تو یہ اس کا خاص فضل و کرم ہے کوشش یہ کرنی چاہئے کہ دیگر اسلامی ممالک کو بھی اس کا احساس پیدا ہو اور وہ بھی اپنے ممالک میں اسی جیسا قانون بنا کر ناموس رسالت کا تحفظ کریں، اس نعمت کو ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ اس کو پھیلانے کی جدوجہد کرنی چاہئے، اس لئے جو لوگ، باقی اسلامی ممالک میں ایسا قانون نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ملک کے تحفظ ناموس رسالت قانون کو تبدیل کروانے کی کوشش کر رہے ہیں، ان کو اپنے اسلامی ضمیر کا از سر نو جائزہ لینا چاہئے۔

......آٹھواں اعتراض......

اس قانون کا غلط استعمال کیا جاتا ہے۔

......الجواب......

یہ کوئی عقلمندی نہیں کہ مسجد سے جوتے چوری ہوتے ہیں تو مسجد ہی گرادی جائے، قانون کا غلط استعمال ہوتا ہے تو قانون ہی تبدیل کر دیا جائے بلکہ عقلمندی کا تقاضا ہے کہ اس کو صحیح استعمال کرنے کا طریقہ طے کیا جائے اور غلط استعمال کو روکنے کا معقول انتظام کیا جائے۔

قادیانیوں کی شاطرانہ چال......موجودہ دور میں انبیاء کرام علیہم السلام کے اصل گستاخ قادیانی ہیں، جن کے لیڈر ملعون مرزا غلام قادیانی کی کتابیں انبیاء کرام کی گستاخیوں سے بھری ہوئی ہیں، گستاخ رسول کی سزا کے قانون کی اصل تکلیف بھی ان ہی کو ہے کہ ان کو اپنے لیڈر کی کتابیں منظر عام پر لانا دشوار ہو گیا ہے، اسی لئے جب کسی جگہ کوئی کلیسائی حماقت کا مظاہرہ کرتا ہے تو یہ اپنی تمام

توانائیاں اس قانون کو تبدیل کروانے میں صرف کرتے ہیں، اس لئے مسلمانوں کو ان کی شاطرانہ چالوں سے خبردار رہنا چاہئے اور سرکاری محکموں اور میڈیا میں گھسی ہوئی کالی بھیڑوں پر خاص نظر رکھنی چاہئے۔

اب ۲۹۵ سی میں تبدیلی ناموس رسالت کا استخفاف ہے...... قانون کی تیاری کے دوران اور اس کے نفاذ سے پہلے تو بحث مباحثہ کی گنجائش تھی، مگر قانون بن جانے کے بعد اب اس میں تبدیلی ناموس رسالت کا استخفاف ہے، اس لئے کہ معمولی عقل والا بھی جانتا ہے کہ اگر کسی عہدہ پر فائز کو یہ کہہ کر نچلے عہدہ پر بھیج دیا جائے کہ تو اس عہدہ کے لائق نہیں ہے تو اس میں اس کی تذلیل اور اس کا استخفاف ہے، اسی طرح جب ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے قانون بنادیا گیا ہے تو اب اس میں نرمی کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ناموس رسالت کا مسئلہ اتنی اہمیت کا حامل نہ تھا کہ اس کی سزا قتل ہوتی تو یہ اس کی اہمیت کو گھٹانے کی مکروہ سازش ہے جبکہ مسلمان تو ناموس رسالت کی خاطر ساری دنیا قربان کرنے کو تیار ہوتا ہے، اگر قتل سے بڑھ کر کوئی سزا ہوسکتی ہے تو حکمران ایمانی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سزا میں اضافہ تو کریں مگر نرمی کا سوچیں بھی نہیں، اس لئے کہ یہ ناموس رسالت کا استخفاف ہے اور کوئی مسلمان ناموس رسالت کا استخفاف قطعاً برداشت نہیں کرسکتا۔

آسیہ مسیح کو فی الفور سزائے موت دی جائے...... یہ آسیہ مسیح عیسائی خاتون نے سارے ملک کی فضا مکدر کردی ہے، اس کی حمایت کرنے والے انتہا پسند اور اس کی مخالفت کرنے والے آمنے سامنے آچکے ہیں اور اس کی حمایت میں انتہا پسندی کا مظاہرہ کرنے والا ایک گورنر جان سے ہاتھ بھی دھو بیٹھا ہے، اس لئے حکومت کی ذمہ داری ہے کہ آسیہ مسیح کو سزائے موت دینے میں تاخیر کرکے حالات کو مزید خراب نہ کرے، اس لئے کہ اس نے اپنی ہم مجلس عورتوں کے سامنے برملا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں، پھر مقامی پنچائت کے سامنے اور سیشن کورٹ میں اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے تو وہ کسی قسم کی نرمی اور رعایت کی مستحق نہیں ہے، نام نہاد انسانی حقوق کی آڑ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والی خاتون کو مزید مہلت دینا سولہ کروڑ پاکستانی مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے والی بات ہے، مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر لحاظ سے اس قانون کی حفاظت کریں اور کسی قسم کی سستی کا مظاہرہ نہ کریں تاکہ مخالف قوتوں کو اپنے مکروہ عزائم پورا کرنے کا موقع نہ مل سکے۔

ہفت روزہ ختم نبوت کراچی

۲ تا ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۲ھ

۸ تا ۱۵ مارچ ۲۰۱۱ء

قانون ناموس رسالت......حقائق اور پروپیگنڈا

انصار عباسی صاحب

گورنر پنجاب سلمان تاثیر کے قتل کو پاکستان میں موجود ایک مغرب زدہ سیکولر طبقہ اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کر رہا ہے تاکہ قانون ناموس رسالت کو ختم کیا جا سکے۔ایک انگریزی اخبار نے تو اس قانون کو ہی سلمان تاثیر کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا دیا۔موم بتیاں جلا کر مقتول کو خراج تحسین پیش کرنے والے روشن خیالی کے علمبردار قانون ناموس رسالت کو انسانوں کا بنایا ہوا قانون کہہ کر جھٹلانے کی کوشش میں ہیں جیسا کہ وہ دوسرے اسلامی قوانین اور دینی شعائر پر مکمل عمل پیرا ہوں۔ قارئین کی رہنمائی کے لئے اس قانون کی شرعی حیثیت کے متعلق محترم علامہ ابتسام الٰہی ظہیر نے اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا: ''توہین رسالت کی سزا پاکستان کے قانون کے مطابق قتل ہے، کیا یہ سزا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟''

اس حوالے سے ایک نئی بحث اس وقت سامنے آئی جب آسیہ نامی عورت کو ڈسٹرکٹ کورٹ ننکانہ نے توہین رسالت کے جرم میں مجرم قرار دیا۔اس واقعہ کے کافی عرصے کے بعد پنجاب کے مقتول گورنر سلمان تاثیر ڈسٹرکٹ جیل ننکانہ میں گئے، جہاں انہوں نے آسیہ سے ملاقات کی اور ملاقات کے بعد عدالتی فیصلہ کو غلط قرار دیا اور قانون توہین رسالت کو کالا قانون قرار دیا۔انہوں نے آسیہ کی معافی کی اپیل کو صدر پاکستان تک پہنچانے کے عزم کا بھی اظہار کیا۔بعض علماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ اللعالمین قرار دے کر عام معافی کے فلسفے کو پروموٹ کرنے کی کوشش بھی کی اور دانستہ یا نادانستہ گورنر کی رائے کو بھی تقویت دینے کی کوشش کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس مسلمانوں کے لئے دنیا کے تمام رشتوں اور مال ومتاع سے زیادہ اہم ہونی چاہئے اور قرآن مجید نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے والے شخص کی بہت شدید انداز میں مذمت کی ہے۔سورۂ مجادلہ کی آیت نمبر ۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''یقیناً جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہی ذلیل ترین لوگ ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۂ کوثر کی آخری آیت میں ارشاد فرمایا: ''یقیناً تمہارا دشمن ہی جڑ کٹا ہے۔'' جہاں تک تعلق ہے توہین رسالت کی سزا کا تو میں سب سے پہلے اس بات کو واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا نہیں بلکہ قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت یا واضح ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ کی سزا قتل ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں سورۂ فرقان کی ان تین آیات کو پیش کرنا چاہتا ہوں: اللہ تعالیٰ ۲۷ تا ۲۹ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''جس دن ظالم اپنے ہاتھ کو کاٹے گا اور کہے گا: اے کاش! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راستہ پکڑ لیا ہوتا، ہائے میری شامت، کاش! میں فلاں کو دوست نہ بناتا، البتہ اس نے مجھے نصیحت سے بہکایا، اس کے بعد جبکہ وہ میرے پاس پہنچ گئی اور شیطان انسان کو (عین وقت پر) تنہا چھوڑ جانے والا ہے۔''

تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ، تفسیر جلالین، تفسیر ابن کثیر کے مطابق یہ آیات اس وقت نازل ہوئیں جب ابی بن خلف کے اکسانے پر عقبہ بن ابی معیط نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تنبیہ کی کہ اگر تو مکہ کے باہر مجھے ملا تو میں تجھے قتل کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی جنگ کے موقع پر اس کو گرفتاری کی حالت میں قتل کیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے اور اپنے رسول سے جنگ کرنے والوں اور زمین پر فساد پھیلانے والوں کی سزا سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۳۳ میں بتلائی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا صرف یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں، مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا ان کو ملک سے باہر نکال دیا جائے، یہی ان کے لئے دنیا کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔''

اس آیت مبارکہ میں فساد کی سزا، واضح طور پر قتل بتلائی گئی ہے۔ عرف عام میں فسادی اس شخص کو کہا جاتا ہے جو خاندانوں اور برادریوں کے مابین الٹی سیدھی باتیں پھیلا کر اشتعال پیدا کرتا ہے، جس سے نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہوتی ہیں اور بات دشمنی تک جا پہنچتی ہے۔ اس شخص سے بڑھ کر فسادی کون ہوسکتا ہے؟ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الٹی سیدھی باتیں کر کے مسلمانوں کو طیش دلاتا ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض نام نہاد دانشور زنا، ڈکیتی اور قتل کرنے والے کو فساد فی الارض کا مرتکب قرار دیتے ہیں، لیکن مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکا ڈالنے اور ان کے عقیدے کی بنیاد پر حملہ کرنے والے کو فسادی ماننے کے لئے تیار نہیں۔ یقیناً توہین رسالت کا جرم ہر

اعتبار سے قتل اور ڈکیتی سے زیادہ سنگین ہے۔

اسی طرح سورۂ توبہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے دین میں طعن کرنے والے شخص کے بارے میں کہا ہے کہ ایسا شخص اپنے عہد کو توڑنے کا مرتکب ہوتا ہے، یعنی مسلم ریاست کا غیر مسلم ریاست یا اپنی ریاست میں رہنے والی اقلیتوں سے جو امن کا معاہدہ ہوتا ہے، وہ دین میں طعن کرنے کی وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے اور دین میں طعنہ دینے کی کوئی قسم بھی توہین رسالت سے بڑی نہیں ہوسکتی اور ایسا طعن کرنے والے کی سزا بھی اللہ نے قتل ہی تجویز کی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۂ توبہ کی آیت نمبر۱۲ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اور اگر اپنے عہد کے بعد وہ اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں عیب لگائیں تو کفر کے علمبرداروں کو قتل کرو۔ یقیناً ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید کہ وہ باز آجائیں۔'' یہ اور واضح دلیل ہے کہ دین میں طعن کرنے والا بندہ قتل کی سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اگر وہ قسمیں بھی اٹھائے تو اسکی قسم کو نہیں مانا جاسکتا۔ یہ تو قرآن مجید کے بعض مقامات ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کی سزا موت ثابت ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں اس سلسلے میں دو احادیث وارد ہوئی ہیں۔

پہلی حدیث میں کعب بن اشرف کے قتل کا ذکر ہے۔ کعب بن اشرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا تھا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کے ساتھ اس کو قتل کردیا۔ جب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ یہ کام کر کے پلٹے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: وہ چہرے کامیاب ہوئے جنہوں نے یہ کام کیا اور جواب میں جناب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اور آپ کا چہرہ بھی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کامیاب ہوا)۔''

دوسری حدیث میں ابورافع یہودی کا ذکر ہے۔ ''یہ بدگو یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی پر عبداللہ ابن عتیق رضی اللہ عنہ کو مامور کیا تھا۔ عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ اس کو قتل کرنے کے لئے اس قلعہ میں داخل ہوئے، جہاں وہ مقیم تھا۔ اس قلعہ میں وہ اپنی دانست یں مکمل طور پر محفوظ تھا لیکن شع رسالت کے پروانے نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر اسے جہنم واصل کیا۔ واپس آتے ہوئے تیز رفتاری میں اندازے کی غلطی کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ سیڑھی سے نیچے گرے اور آپ رضی اللہ عنہ کی پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کی ہڈی پر ہاتھ پھیرا تو وہ اس طرح ہوگئی جیسے کبھی ٹوٹی ہی نہیں تھی۔''

سنن ابو داؤد اور نسائی شریف میں ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ موجود ہے: ''جنہوں نے اپنے دو بیٹوں کی ماں اور خدمت گزار لونڈی کو صرف توہین رسالت کے جرم کی پاداش میں قتل کر دیا تھا۔ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ اس کو تنبیہ کرتے رہے، جب وہ باز نہ آئی تو انہوں نے گھریلو سطح پر کی جانے والی گستاخی کو بھی برداشت نہ کیا اور اس کا پیٹ چاک کر دیا۔ معاملہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: گواہ رہو اس خون کا کوئی تاوان اور بدلہ نہیں ہے۔'' اسی طرح ایک اور ملعونہ اسماء بنت مروان کو عمیر ابن عدی نے توہین رسالت کے جرم میں قتل کیا تھا۔

فتح مکہ کے روز جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عفو و درگزر کے مقام بلند پر فائز تھے اور ہر کسی کو معاف کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توہین آمیز شاعری لکھنے کی پاداش میں عبداللہ بن خطل اور اس کی غلیظ شاعری کو پڑھنے والی اس کی لونڈیوں کے قتل کا حکم جاری کیا۔ عبداللہ بن خطل کو اس حالت میں قتل کیا گیا کہ وہ حرم شریف میں پناہ گزین تھا۔

یہیں ایک اور سوال بھی اٹھایا جاتا ہے کہ کیا توبہ سے توہین کا جرم معاف ہوسکتا ہے؟ یقیناً سچی توبہ انسان کے اُخروی فائدہ کا سبب بن سکتی ہے لیکن دیگر جرائم کی طرح جب معاملہ عدالتی یا عوامی سطح پر آ جائے گا تو دنیا میں اس کو اس جرم کی سزا سہنا ہی پڑے گی، جس طرح سچی یا جھوٹی توبہ سے زنا، قذف، چوری، شراب اور قتل کی سزا معاف نہیں ہوسکتی تو ان سے کہیں زیادہ سنگین جرم کی سزا فقط توبہ سے کس طرح معاف ہوسکتی ہے؟

کہا جاتا ہے کہ ناموس رسالت کا قانون جنرل ضیاء الحق نے بنایا۔ یہ بھی پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ یہ قانون اقلیتوں کو نشانہ بنانے کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس قانون کے متعلق کئی اور شکوک وشبہات بھی پیدا کئے جا رہے ہیں۔ اس تناظر میں اس حوالے سے محترم محمد اسماعیل قریشی جنہوں نے ایک طویل جدوجہد اور قانونی جنگ کے بعد اس قانون کو موجودہ شکل دینے میں اہم کردار ادا کیا، کتاب ''ناموس رسول اور قانون توہین رسالت'' سے کچھ اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں، جو اس سلسلے میں پیدا ہونے والے شکوک کو دور کرنے میں مدد دیں گے۔ ''اسلام دشمن قوتوں نے پاکستان کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لئے سازشوں کا جال سارے ملک میں بچھا دیا۔ زرخرید ایجنٹوں کے ذریعہ یہاں کے نوجوانوں کو دین سے برگشتہ کرنے کے لئے لادینی لٹریچر بھی پھیلانا شروع کر دیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک کمیونسٹ ایم (مشتاق) راج کا ذکر ضروری ہے جس کی اشتعال انگیزی قانون توہین رسالت اور اس کتاب کی تصنیف کا باعث بنی۔ اس کی خدمات روس کی

حکومت نے حاصل کی ہوئی تھیں۔‘‘

ایم راج نامی ایک کٹر کمیونسٹ ایڈووکیٹ نے۱۹۸۳ء میں(Heavenly Communisim)(آفاقی اشتمالیت)ایک کتاب لکھی جوملک کے تعلیم یافتہ طبقہ میں مفت تقسیم کی گئی...... میں نے کتاب پڑھنا شروع کی۔ جیسے جیسے کتاب پڑھتا گیا، میری قوت برداشت جواب دیتی چلی گئی، مجھ پرغم وغصہ کی جو کیفیت طاری ہوئی وہ نا قابل بیان ہے۔اس کتاب میں نہ صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ساتھ تمسخر کیا گیا بلکہ مذاہب اورادیان کا بھی مذاق اڑایا گیا تھا۔ دینی پیشواؤں کو’’مذہبی شیطان‘‘ کہا گیا،انبیاء کرام علیہم السلام پرنہایت گھٹیااورسوقیانہ حملے کئے گئے اور انتہا یہ کہ حضور ختمی مرتب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بھی گستاخی کی جسارت کی گئی۔ میں نے نہایت صبر وضبط سے کام لیتے ہوئے ورلڈایسوسی ایشن آف مسلم جیورسٹس کا اجلاس طلب کیا......سب علماء کا متفقہ فتویٰ تھا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے،لہٰذا حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اس ناپاک کتاب کوفوری طور پر ضبط کر لے اور بغیر کسی تاخیر کے توہین رسالت کا قانون بنا کرا سے نافذ العمل کر دیا جائے تاکہ آئندہ کسی بھی بدبخت کو اہانت رسول کی جرأت نہ ہوسکے پاکستان کے قومی اخبارات نے بھی اس کی تائید کی اوراس کی حمایت میں اداریئے لکھے۔ بالآخراسلامی نظریاتی کونسل نے اسلامیان پاکستان کے اس مطالبہ کا نوٹس لیا اور جناب شیخ غیاث محمد، سابق اٹارنی جنرل کی تحریک پرحکومت سے سفارش کی کہ توہین رسالت اورارتداد کی سزا، سزائے موت مقرر کی جائے۔ اس کے باوجود حکومت وقت (ضیاء حکومت) نے اس نازک مسئلہ کو مستحق توجہ نہ سمجھا، لہٰذا راقم الحروف نے فیڈرل شریعت کورٹ میں اس وقت کے صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق ادر تمام صوبوں کے گورنرز کے خلاف اسلامی جمہوریت پاکستان کے آئین کی دفعہ 203 کے تحت1984 میں اپنے ساتھ تمام مکاتب فکر کے علماء، سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے سابق جج صاحبان، سابق وزرائے قانون، سابق اٹارنی جنرل ،ایڈووکیٹ جنرل،صدر لاہور ہائی کورٹ بار اور دیگر بار کونسلوں کے صدر صاحبان اور نمائندہ شہریوں کوشامل کر کے شریعت پٹیشن نمبرایل اے 1984ء دائر کی۔مقدمہ کی سماعت کا آغاز راقم الحروف کی بحث سے شروع ہوا۔عدالت نے عوام الناس کے نام نوٹس جاری کر دیئے۔کمرہ عدالت اوراس کے باہ ہرروز عوام کا ہجوم اس مقدمہ کی کارروائی کی سماعت کے لئے موجود ہوتا۔اس مقدمہ کی سماعت کے دوران عجیب وغریب واقعات پیش آئے، جن میں دو بڑے دلچسپ اور قابل ذکر ہیں۔ اس پٹیشن میں سابق جج لاہور ہائی کورٹ جناب جسٹس چوہدری محمد صدیق بحیثیت مدعی ہمارے ساتھ شامل تھے جبکہ حکومت کی طرف سے ان کے

صاحبزادے جناب جسٹس خلیل الرحمٰن رمدے، جو اس وقت جسٹس رمدے ایڈووکیٹ جنرل تھے پیش ہوئے۔ میں نے عدالت کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ اس تاریخی مقدمہ میں باپ، بیٹا ایک دوسرے کے مقابل ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ لائق بیٹے نے شریعت پٹیشن کی مکمل طور پر حمایت کی اور تمام صوبوں کے ایڈووکیٹ جنرلز نے بھی اس پٹیشن کی تائید میں دلائل پیش کئے اور عدالت سے درخواست کی کہ اس درخواست شریعت کو منظور کرلیا جائے۔ ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی ڈپٹی اٹارنی جنرل نے، جو حکومت پاکستان کی جانب سے پیش ہوئے، ہمارے اس موقف سے اتفاق کیا کہ شاتم رسول واجب القتل ہے، لیکن یہ قانونی اعتراض اٹھایا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کو اس کی سماعت کا اختیار نہیں...... بہر حال فریقین کے دلائل کی سماعت کے بعد وفاقی شرعی عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ کرلیا، اسی اثناء میں ایک اور سنگین واقعہ رونما ہوا۔ جولائی 1984ء میں ایک خاتون ایڈووکیٹ، جن کے شوہر ایک بڑے صنعت کار اور سرمایہ دار قادیانی ہیں، انہوں نے اسلام آباد میں منعقدہ ایک سیمینار میں تقریر کرتے ہوئے معلم انسانیت حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ ایسے نازیبا الفاظ استعمال کئے جو سامعین اور امت مسلمہ کی دل آزاری کا باعث تھے، جس پر سیمینار میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔ جب یہ خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو ورلڈ ایسوسی ایشن آل مسلم جیورسٹس نے اپنے خصوصی اجلاس میں پاکستان کے تمام سربرآوردہ علماء اور وکلاء کی جانب سے اس کی پرزور مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر شاتم رسول کے بارے میں سزائے موت کا قانون منظور کرے اور فیڈرل شریعت کورٹ سے بھی درخواست کی گئی کہ وہ شریعت پٹیشن پر اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی جذبے سے سرشار خاتون مرحومہ آپا نثار فاطمہ نے اس قابل اعتراض تقریر کا قومی اسمبلی میں سختی سے نوٹس لیا اور راقم الحروف کے مشورے سے قومی اسمبلی میں تعزیرات پاکستان میں ایک مزید دفعہ 295-C کا بل پیش کیا، جس کی رو سے شاتم رسول کی سزا، سزائے موت تجویز کی گئی۔ مسلمانوں کے متفقہ مطالبہ کے پیش نظر کسی کو اس کی مخالفت کی جرأت نہ ہوسکی، البتہ وزیر قانون اقبال احمد خان کی طرف سے اس بل میں ترمیم کی کردی گئی کہ شاتم رسول کی سزا، سزائے موت یا عمر قید ہوگی۔ اس طرح دفعہ 295-C کا تعزیرات پاکستان میں اضافہ کردیا گیا لیکن اس سے راقم الحروف اور مرحومہ آپا نثار فاطمہ، علماء کرام، وکلاء اور مسلمان عوام مطمئن نہیں تھے، اس لئے دوبارہ فیڈرل شریعت کورٹ میں 295-C کو راقم نے مسلم ماہرین قانون کی تنظیم کی جانب سے اس بنا پر چیلنج کردیا کہ توہین رسالت کی سزا بطور حد سزائے موت مقرر ہے اور حد کی سزا میں کمی یا اضافہ کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں اور یہ ناقابل معافی جرم

ہے۔اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت یکم اپریل 1987ء کو شروع ہوئی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء کو بھی معانت کی دعوت دی گئی۔

علمائے کرام کے علاوہ حکومت پنجاب کی جانب سے جناب خلیل الرحمٰن رمدے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، جواب سپریم کورٹ کے آنریبل جج ہیں، حکومت سرحد کی جانب سے جناب جسٹس محمد اجمل میاں، جو اس وقت سپریم کورٹ کے فاضل جج ہیں، سندھ اور بلوچستان کی طرف سے وہاں کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل صاحبان نے بھی ہمارے موقف کی مکمل تائید اور حمایت کی۔ملک کے ممتاز اسکالر مولانا سید محمد متین ہاشمی اور جناب ریاض الحسن نوری مشیر وفاقی شرعی عدالت نے عمر قید کی سزا کے اسلامی احکام سے منافی ہونے کے بارے میں موثر دلائل پیش کیے۔سندھ کی حکومت نے بھی شاتم رسول کی سزا، سزائے موت کو تسلیم کیا۔ڈاکٹر طاہر القادری کا موقف تھا کہ سزا کے لئے نیت کی ضرورت نہیں ہے، اسے فی الفور قتل کیا جائے۔ بالآخر وہ ساعت سعید بھی آ گئی جب فیڈرل شریعت کورٹ نے متفقہ طور پر، اس گدائے شہہ عرب وعجم کی، پٹیشن منظور کرتے ہوئے توہین رسالت کی متبادل سزا عمر قید کو غیر اسلامی اور قرآن وسنت کے خلاف قرار دیا اور حکومت پاکستان کے نام حکم نامہ جاری کیا کہ عمر قید کی سزا کو دفعہ 295-C سے حذف کیا جائے، جس کے لئے حکومت کو 30 اپریل سال 1991ء تک مہلت دی گئی، اس فیصلہ کے بعد پھر ایک عجیب مرحلہ پیش آیا کہ فیڈرل شریعت کورٹ کے اس فیصلے کے خلاف اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت نے جو کہ نفاذ اسلام اور قرآن وسنت کے قانون کی بالادستی کا منشور لے کر برسر اقتدار آئی تھی، سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔جس پر راقم نے وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف کو پیغام بھجوایا کہ حکومت اس اپیل کو فوری طور پر واپس لے ورنہ اس انتہائی حساس مسئلہ پر مسلمانوں کے جذبات اس حکومت کے خلاف مشتعل ہو جائیں گے۔اللہ کا شکر ہے کہ وزیر اعظم پاکستان جناب میاں محمد نواز شریف نے توجہ مبذول کرانے پر فوری اور بروقت نوٹس لیا اور برسر عام اعلان کیا کہ اس اپیل کا انہیں قطعی علم نہ تھا ورنہ ایسی غلطی کبھی سرزد نہیں ہو سکتی تھی، اگر اس جرم کی سزا، سزائے موت سے بھی سنگین تر ہوتی تو ہم اسے بہر صورت نافذ کرتے، چنانچہ ان کے حکم سے توہین رسالت کی سزائے موت کے خلاف سپریم کورٹ سے یہ اپیل واپس لے لی گئی جو بوجہ دستبرداری خارج ہوگئی، جس کے بعد یہ قانون مکمل طور پر سارے ملک میں نافذ ہو گیا۔اس طرح نہ صرف عاجز، مرحومہ آپا نثار فاطمہ اور مولانا سید محمد متینؒ ہاشمی مرحوم کی بلکہ پوری امت مسلمہ کی دلی آرزو پوری ہوئی۔ اس فیصلہ کی بدولت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی سنت تازہ ہوئی جس پر تمام مسلمانوں کے ایمان کا

دارومدار ہے، جس کے لئے فیڈرل شریعت کورٹ کے فاضل چیف جسٹس جناب گل محمد خان مرحوم اوران کے تمام رفقاء جج حضرات بھی پوری امت مسلمہ کی جانب سے مستحق مبارکباد ہیں۔

اسلامی قانون تعزیر میں کسی جرم کی جتنی سنگین سزا مقرر ہے، اسی قدر کڑی شرائط بھی اس کے ثبوت کے لئے درکار ہیں، چنانچہ حد کی سزا میں شہادت کا معیار عام شہادت کے معیار سے بہت زیادہ سخت اور غیر معمولی ہے۔ حدود کی سزا کے لئے ایسے گواہوں کی شہادت قابل قبول ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ سے اجتناب کرتے ہوں...... حد کی سزا کا ایک بنیادی رکن ملزم کی ''نیت'' ارادہ اور ''قصد'' ہے۔ ایسی تحریر یا تقریر جو انبیائے کرام علیہم السلام یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی نیت سے قصداً ہو تو اسے قابل مواخذہ جرم قرار دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ ''شک'' کا فائدہ بھی اسلامی قانون کی رو سے ملزم کو پہنچتا ہے۔ جس کا ماخذ بھی وہ حدیث مبارک ہے، جس میں حکم دیا گیا ہے: ''ادرو الحدود بالشبہات'' حدود کی سزاؤں کو شبہات کی بنا پر ختم کیا جائے۔''

سال 1991ء سے اس قانون کے نافذ ہونے کے بعد سے آج تک کسی ایک شخص کو پاکستان کی اعلیٰ عدلیہ نے قانون توہینِ رسالت کے جرم میں سزائے موت نہیں دی۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ قانون توہین رسالت ان تمام لوگوں کی زندگی کے تحفظ کی ضمانت ہے جن کے خلاف فرد جرم ثابت نہ ہو، ورنہ سلطنت مغلیہ کے سقوط کے بعد 1960ء میں جب برطانوی حکومت نے ہندوستان میں قانون توہین رسالت کو منسوخ کیا تو اس کے بعد مسلمان سرفروشوں نے اس قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور گستاخان رسول کو قتل کر کے کیفر کردار تک پہنچاتے رہے...... قانون توہین رسالت کے پاکستان میں نافذ ہو جانے کے بعد اب اس کی سزا کا معاملہ افراد کے ہاتھوں کے بجائے عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آ گیا جو تمام حقائق اور شہادتوں کا بغور جائزہ لے کر جرم ثابت ہونے کے بعد ہی کسی ملزم کو مستوجب سزا قرار دے گی۔ مسیحی برادری کو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہئے تھا کیونکہ اس قانون کی رو سے جناب مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں، ان کی شان میں گستاخی اور اہانت قابل تعزیر جرم بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبروں کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں، اس لئے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔''

روزنامہ جنگ کراچی

۱۲، جنوری ۲۰۱۱ء

سرحدی لوتھرن چرچ مردان کے بشپ پیٹر مجید کا
نومسلم خالد محمود (سابق یوئیل کندن) کے نام توہین آمیز خط اور اُس کا جواب

محترم جناب خالد محمود صاحب!

خداوند کی سلامتی آپ کے ساتھ ہو (تاکہ آپ راہ حق کو پہچان سکیں اور حیات ابدی کے وارث بن سکیں)!

آپ کی تالیف کردہ کتاب ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' مجھے گزشتہ سال ملی لیکن اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی بناء پر میں اسکا مطالعہ نہ کرسکا۔ اب تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے اس کتاب کا مطالعہ بڑی سنجیدگی سے کیا ہے اور اس نتیجہ پر رسائی حاصل کی ہے کہ آپ کو ایک عدد خط تحریر کیا جائے۔

آپ جناب نے کم ظرفی کا اعلیٰ ترین ثبوت دیتے ہوئے محترم جناب پادری شمعون ناصر کے خط کا جواب بڑے ہی بھونڈے، عجیب اور خط کے اصل متن سے کوسوں دُور اپنی اس تالیف کردہ کتاب میں دیا ہے۔ پادری شمعون ناصر نے انتہائی خوبصورتی اور دلیری سے آپ کے بھیجے ہوئے پمفلٹ یا کتابچے (عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود) کے جواب میں آپ کے نئے قبول کردہ مذہب اسلام اور مسلم طرز حیات فی دور جدید کی حقیقت کو عیاں کیا ہے، گو کہ آپ نے اس خط کا جواب تالیف کیا یا محمود اشرف عثمانی صاحب سے کروایا، کیوں کہ آپ کے ماضی میں اگر جھانکا جائے تو آپ اس لائق نہیں کہ آپ اس انداز تحریر جو کہ اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کو تحریر کرسکیں، کیوں کہ یہ انداز تحریر خالصتاً مفتی یا قابل مولوی صاحبان یا پیدائشی اور تعلیم یافتہ مسلمان افراد استعمال کرسکتے ہیں۔ بحرحال آپ کی منافقت کی حقیقت کو جانتے ہوئے بھی ہم اس کو آپ کا دل رکھنے کے لیے آپ کی تالیف تسلیم کرتے ہیں۔ چند الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جسکا جواب آپ جناب یقیناً سطر بہ سطر یا کوئی نئی کتاب تالیف کریں گے یا کرائیں گے، میں دیں گے۔

سابقہ ادیان کا نچوڑ: جناب آپ ضرور مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، لیکن آپ کی مسیحیت سے ناواقفیت کا ثبوت ہی آپ کا خالد محمود ہونا ہے۔ جس کا اظہار آپ نے خود ان الفاظ میں کیا

ہے، کہ میں سیاہ کار اور نا کارہ شخص تھا۔ جہاں تک لفظ (فارقلیط) کی بات آپ نے کی ہے تو عرض جناب یہ ہے کہ مولانا کیرانوی یا مولانا تقی عثمانی یا دیگر اسلامی دانشور حضرات اس لفظ کو بڑی ہی منافقت اور عیاری سے اپنے ہی پیرائے میں اور اپنے ہی تشریکی لباس میں زیب تن کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے گزارش آپ سے یہ ہے کہ سابق یوئیل کندن صاحب، آپ خود اس لفظ کی حقیقت کو اسلامی سکالرز سے ہٹ کر اور تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے تحقیق و تفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل مائیت و ماخذ تک رسائی حاصل کریں اور صرف (اسلام اور عیسائیت اور اظہار الحق) پر ہی تکیہ نہ کریں تا کہ آپ پر سچائی منکشف ہو اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو روح القدس کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔تو ساتھ ہی آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کر دی ہے کہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔

استفسار: آپ نے کتاب کی ضخامت اور قیمت کو بڑھنے کے لیے آپ جناب نے ایس کے داس کی کتاب ''تاریخ کلیسیاء'' کو پورا نہیں تو کم از کم آدھے سے زیادہ اپنی تالیف میں انتہائی عمدہ اور شاندار طریقے سے لکھ ڈالا ہے۔

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حیات ،سوالات: جناب سابق یوئیل کندن صاحب! کیا آپ نے اسلامی تاریخ میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام عمر ایسا ہی کرتے رہے کہ جس قوم کی تلاش میں نکلے اور اُسے کمزور پایا تو اُن کے قافلے کو لوٹ لیا اور تمام مال چھین کر اُن کے آدمیوں میں سے جہاں تک ممکن ہو سکا قتل کیا، اور جسے زبردست پایا، اس سے دب گئے اور پیٹھ پھیر بھاگ گئے۔حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ذات سے ۳۶ لڑائیاں لڑے اور جاسوس جو راتوں کو نکلتے تھے اور سوار جو دن کو پھرتے تھے اور وہ حملے جو ۹ لڑائیوں میں ہوئے اور گشت وخون بہاوہ اس سے الگ ہیں۔تو پھر وہ کس طرح امن وسلامتی کے پیامبر ہو سکتے ہیں؟

کیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گروہِ آدم کی طرف سے رحمت و مہربانی سے معبوث ہوئے؟

کیا نبیوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لوٹ کریں اور لوگوں کا مال چھیننے کو راہوں پر جائیں اور گھیر لیں؟

حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کون سی ایسی بات قزاقوں اور راہزانوں کے لیے چھوڑ رکھی تھی؟

یہ ایسے سوالات ہیں جو کہ اسلام کی اصل تصویر کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو لوگ آپ کی طرح اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرتے ہیں اُن کو ان کمزور اسلامی اقدار کا تو کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔ہم جیسے عالمِ دین یا مسیحی ان باتوں کو اس لیے منظر عام پر نہیں لاتے کہ ہم امن پسند ہیں جیسا کہ ہمارے یسوع مسیح نے فرمایا، اور ہم کسی قسم کا فساد نہیں چاہتے۔

قرآن کی حقیقت وقوانین: آپ نے جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مصلوبیت کو اپنی بیان کردہ

قرآن کے مطابق، مسیحی عقیدہ کفارہ بلکہ نجات کے واحد راستے سے اور سچائی سے روپوشی ہے۔ میرے اس خط سے یقیناً آپ کا اسلام تو خطرے میں پڑ جائے گا، اور یقیناً عدالتوں کی گھنٹیاں بھی بجنے لگے گی۔ لیکن انجیل مقدس میں لکھا ہوا ہے ''جان دینے تک وفادار رہ تو میں تجھے زندگی کا تاج دوں گا'' (مکاشفہ ۲: ۱۰)۔ آپ جناب نے انتہائی دانشمندی اور پوشیدہ انداز میں (اسلام کے خلاف پمفلٹوں پر عدالتوں سے رجوع کو دین اسلام کی تعلیم کا بہترین اُصول اور ضابطہ کہہ کر) دھمکی بھی دے دی ہے اور اسکے پس منظر میں 295-C کا بے ایمانہ اور غلط قانون ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کیساتھ ناانصافیوں کا انتہائی منحوس، کالا اور اذیت ناک قانون کا بنایا جانا، درحقیقت اسلام کی مذہبی اقدار کا انتہائی کمزور ہونا ہے، کیوں کہ اگر اقلیتوں کو مکمل تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی تو آپ کے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ اس لیے آپ حضرات فکرمند اور پریشان ہی کیوں کہ آپ اپنی اندرونی کیفیت سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے آپ ننگی لٹکتی ہوئی تلوار (295-C) سے اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کو تعصب، رنگ و نسل کا نشانہ بنا کر اپنی کمزور اسلامی اقدار کو ملک پاکستان میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

مذھبی جنون: 295-C یعنی گستاخِ رسول کے کالے قانون کا استعمال آج تک مسلمان بھائیوں نے صرف اپنے ذاتی و کاروباری رقابتوں اور اقلیتی بھائیوں کی ترقی کو تنزلی میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے، جس کو بڑی مکاری و عیاری سے اور مذہبی جنون و جوش کا نام دے کر، مسلمان بھائی اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کا قلع قمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ بقول آپ کے یورپین ممالک میں بھی ایسے قوانین ہیں، لیکن آج تک وہاں کسی مسلمان سے ذاتی دشمنی کے لیے ان قوانین کا استعمال کی مثال نہیں ملتی یقیناً یورپ میں اخلاقی آزادی اور سیکولرازم کے نام پر نجانے کیا کیا ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی ہر میدان میں کامیابی اور ترقی کسی سے پوشیدہ نہیں اس کی بنیادی وجہ ان کی مذہبی اقدار کی مضبوطی ہے، جس کو سہارا دینے کے لیے 295-C جسے کالے قوانین اور بیساکھیوں کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس ملک میں ہے۔

اس لیے جناب سابق یوئیل کندن صاحب اگر واقعی آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ سننے کا حوصلہ بھی رکھیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ......

''تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیوں کر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا دوں؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔'' (متی ۷: ۳-۵)

آپ اور آپ کے مدارس: اس ملک میں دینی مدارس اور اداروں کا فرض اور فعل یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ کمزور اسلامی اقدار کو ڈھانکنے کے لیے خود کوئی ضابطۂ حیات وجود میں لاتے تاکہ امن اور

سلامتی کی جانب یہ ملک گامزن ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ مدارس وادارے اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کے خلاف تعصب کو ہوا دینے والی بھرپور کتب کو تحریر کرنے اور فسادات کو پھیلانے والا جہاد کا فلسفہ وجذبہ عوام میں غلط طریقے سے اُبھارنے میں اپنی ساری توانیاں صرف کرنے میں مصروف ہیں جوکہ درحقیقت اسلام کے واضح پہلوؤں اور آئین کے ہی عین مطابق ہے۔

آخر میں امید ہے کہ آپ جناب وسعت دل سے اس کڑوے خط کی سچائیوں کو قبول کرتے ہوئے اور اس خط کو عوام میں اشتعال دلانے کے لیے استعمال نہ کرتے ہوئے میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں، بیشک آپ اپنی مرضی کے مطابق وقت اور مقام کا تعین کریں اس مناظرے میں مکمل مذہبی کے ساتھ دلائل بازی کی اجازت ہوتا کہ روبرو ہوتے ہوئے آپ سچائی سے واقف ہوں جوکہ آپ کو آزاد کروائے گی، دوسری صورت میں آپ میرے ای میل یا ویب سائٹ پر میرے ساتھ رابطہ کر سکتے ہیں تا کہ ہم تعصب کی لعنتی بیماری سے نجات حاصل کرتے ہوئے اور 295-C جیسے کالے قوانین کا خاتمے کے لیے ملکر آواز اُٹھائیں اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرتے ہوئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیں اور اس ملک میں اقلیت اور اکثریت مل جل کر پُر امن طور پر بھائیوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے لیے ایک مثال بنیں۔

بشپ پیٹر مجید

ناردرن ڈائیوسیس مردان چرچ آف پاکستان

ای میل:info@northerndiocesemardan.org

ویب سائٹ:www.northerndiocesmardan.org

پوسٹل ایڈریس: سرحدی لوتھرن چرچ مردان

التماس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معزز قارئین! بشپ پیٹر مجیڈ کا خط آپ پڑھ چکے، اب سنیں میری التماس، اور وہ یہ کہ......

جنوری ۱۹۹۵ کے شروع میں ماہنامہ ''محقق'' (لاہور) کے مدیر اعلیٰ جناب کرنل (ر) محمد ایوب خانصاحب نے اپنا تحریر کردہ کتابچہ بنام ''عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود'' کے چند نسخے میرے نام اس غرض سے روانہ کئے تھے، کہ بحیثیت نومسلم میں اس کتابچہ کی کاپیاں جان پہچان رکھنے والے مسیحی لوگوں میں تبلیغی انداز پر تقسیم کردوں، چھتیس صفحات پر مشتمل مذکورہ کتابچہ ردِ عیسائیت پر مختلف عنوانات پر اجمالی حیثیت سے ایک اچھی اور عام فہم تحریر ہے۔ لہٰذا میں نے جان پہچان رکھنے والے مسیحیوں اور پاکستان میں کراچی کی سطح پر کام کرنے والے ان عیسائی مشنری اداروں کو بھی یہ کتابچہ بذریعہ ڈاک روانہ کردیا، جن کو یہ احقر جانتا ہے۔ اس کتابچہ کی کچھ کاپیاں بچیں، تو کراچی میں عیسائیت کی تبلیغ کرنے والے چند عیسائی پادری جو مشنری بھی ہیں، ان کو بھی بذریعہ ڈاک یہ کتابچہ بھیج دیا، اس نیت کے ساتھ کے اللہ تعالیٰ ہدایت کی راہ کسی کو بھی دکھا سکتا ہے، چنانچہ جن عیسائی پادریوں کو یہ کتابچہ بھیجا گیا تھا، چند دنوں بعد ان میں سے ایک عیسائی پادری شمعون ناصر صاحب نے اس کتابچہ کے جواب میں دین اسلام اور اہل اسلام پر اعتراضات کرتے ہوئے ایک خط میرے نام روانہ کیا۔

پادری شمعون ناصر کا خط پڑھکر دل میں تحریک پیدا ہوئی، کہ اسکا جواب لکھا جائے، چناں چہ انیس ۱۹ صفحات پر موصوف کے خط کا جواب لکھا، اور اس جواب کو لے کر حضرت مولانا اسلم شیخوپوری صاحب زید مجدھم کی خدمت میں پیش ہوا، تو اُنھوں نے ''ماہ نامہ الاشرف'' (کراچی) میں میرے ان انیس ۱۹ صفحات کے اس جواب کو ''ایک پادری کے خط کا جواب ایک نومسلم کے قلم سے'' کے زیر عنوان دو قسطوں میں شائع کردیا، مگر میرے دل میں خواہش رہی، کہ پادری شمعون ناصر صاحب کے خط کا جواب مزید

تفصیلی لکھوں، لہٰذا محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ’’اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ‘‘ کے زیر عنوان پادری شمعون ناصر کے خط کا تفصیلی جواب لکھا، جو پہلے جامعہ فاروقیہ کے ترجمان ’’الفاروق‘‘ میں قسط وار شائع ہوتا رہا، اور اس کے بعد ’’اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام‘‘ ہی کے زیر عنوان ادارہ اسلامیات نے ماہ جنوری ۲۰۰۰ میں اسے کتابی شکل میں شائع کیا، میری اس کتاب کو شائع ہوئے آج تقریباً آٹھ دس سال کا عرصہ ہو چلا، اور اس عرصہ میں میری اس کتاب کے دو ایڈیشن بھی چھپ گئے، کتاب کی شروع اشاعت میں، میں یہ محسوس کرتا رہا، کہ شاید پادری شمعون ناصر صاحب اس حوالہ سے رابطہ کرینگے، مگر ایسا نہ ہوا، بلکہ ہوا تو صرف یہ ہوا، کہ اس آٹھ، دس سال کے عرصہ کے بعد پادری شمعون ناصر صاحب کی جگہ سرحدی لوتھرن چرچ مردان کے بشپ پیٹر مجید صاحب نے میری مذکورہ کتاب کا مطالعہ فرما کر مجھے دو ۲ صفحات پر مشتمل ایک خط لکھا ہے، جو مجھے فروری ۲۰۰۹ میں موصول ہوا ہے۔ مگر مجھے افسوس ہے کہ بشپ پیٹر مجید صاحب نے بھی اپنے سلف کی روش کو قائم رکھتے ہوئے، میری تالیف کے مضمون یا اس کی کسی سطر سے تعرض نہیں فرمایا، مگر یہ کہ سرور دو عالم ﷺ کی ذاتِ مقدس پر بے حقیقت الزام تراشیاں، اور قانون توہینِ رسالت (ﷺ) 295-C کو بے ایمانہ اور غلط قانون لکھنے کے ساتھ بشپ پیٹر مجید صاحب کا قلم حضرت مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کیرانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کو مغلاطات لکھتا رہا۔ جیسا کہ اس کتاب میں موجود بشپ پیٹر مجید صاحب کے خط کو پڑھ کر بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

مجھے افسوس ہے، کہ پیٹر مجید صاحب عہدہ ’’بشپ‘‘ پر فائز ہونے کے باوجود اپنے خط کے محض دو صفحات کو ادبی چاشنی دینے سے محروم رہے، اور ان کی تحریر پڑھنے والوں کو مغالطہ آفرینی کے سواء کچھ نہ دے سکی، بہر حال بشپ صاحب کی خواہش کے مطابق ان کے خط کا جواب کتاب کی صورت حاضر خدمت ہے، اُمید ہے، کہ بشپ صاحب نظر انصاف سے ملاحظہ فرمائیں گے۔

خالد محمود

سابق، یوئیل کندن

۱۴ محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب بشپ پیٹر مجید صاحب!

سلام علٰی من اتبع الھدیٰ!

جناب بشپ صاحب! اس سے پہلے کہ میں آپ کے خط کے مکمل جواب کی طرف آؤں، مجھے اجازت دیجئے، کہ میں آپ کے خط کی ان سطروں کی طرف آؤں جس میں آپ مجھے مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ:

> ''یہ ایسے سوالات ہیں جو کہ اسلام کی اصل تصویر کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو لوگ آپ کی طرح اپنے لئے نیا مذہب اختیار کرتے ہیں، ان کو ان کمزور اسلامی اقدار کا کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔''

بشپ صاحب! موجودہ عیسائیت سے بتوفیق الٰہی تائب ہوکر مذہب اسلام اختیار کرنے کے سلسلہ میں عرض ہے، کہ الحمدللہ ''دین اسلام'' کی بنیادی اساس کتاب اللہ یعنی قرآن مجید فرقانِ حمید ہے، اور اس کی عملی اور علمی تفسیر سرورِ دوعالم صلی اللہ اور آپ کی ''احادیث مبارکہ'' ہیں یعنی قرآن مجید اور احادیث نبوی ﷺ ایک ایسے ''لازوال مجموعہ'' کا نام ہے، جو آئندہ قیامت تک کیلئے بنی نوع انسانیت کیلئے ''مکمل ضابطہ حیات'' اور ابدی کامیابی کی کنجی وقندیل اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے مرتب کردہ تمام سابقہ شریعتوں کا نچوڑ ہے اور مکمل ''دین مبین'' اور ''دین فطرت'' ہے۔

الحمدللہ دین اسلام اپنے اندر ایک ایسا نظم لئے ہوئے ہے، کہ اسکی ''پاکیزہ تعلیمات'' کی روشنی میں گھر سے لے کر معاشرت اور حکومتوں کے احکامات مرتب شدہ ہیں، اور ان احکامات کا مکمل تعلق وحی الٰہی سے جڑا ہوا ہے، نماز، روزہ، حج وزکوٰۃ، اور دیگر ظاہری اور باطنی عبادات، حقوق اللہ، حقوق العباد اور ان حقوق کی جتنی اقسام ہوسکتی ہیں، یا ہیں، دین اسلام علمی، عملی اور روحانی طور پر ان سب باتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

الحمدللہ ثم الحمدللہ قربِ قیامت اور آج کے اس پُرفتن دور میں بھی دین اسلام قرآن وحدیث کی

بنیاد پر مکمل اور محفوظ دین متین ہے، یعنی ایسا دین عظیم جو قرآن کریم کی صورت ھادی اعظم رحمت للعالمین محمد مصطفیٰ ﷺ کے قلبِ اطہر پر نازل کیا گیا، اور آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے جاری ہوا، لہٰذا دین اسلام اپنی مضبوط بنیاد میں ایک عظیم الشان اور کامل و مکمل دین ہے، اور یہی وہ بات ہے، جسکو قرآن مجیدِ فرقانِ حمید بیان کرتا ہے، کہ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کر لیا'' مگر بشپ صاحب! آپ میں سے اکثر یہود و نصاریٰ بغض و حسد کی بنا پر ''دین اسلام'' اور سیرت طیبہ ﷺ پر اعتراضات کرتے ہیں، تاکہ وہ نومسلم جو ضمیر کی آواز پر لبیک کہہ کر دین اسلام قبول کر چکے ہیں، ایسے نومسلموں کو واپس ''کفر'' پر لے آئیں، وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا، حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ. ترجمہ: ''(مسلمانو!) بہت سے اہلِ کتاب اپنے دلوں کے حسد کی بناء پر یہ چاہتے ہیں کہ تمھارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنا دیں، باوجودیکہ حق اُن پر واضح ہو چکا ہے۔'' (سورہ بقرہ، آیت ۱۰۸)

اسی طرح ایک اور مقام قرآن کریم اسلام کے خلاف یہود و نصاریٰ کے عزائم کو بے نقاب کرتے ہوئے فرماتا ہے، کہ: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ، هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ، يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ. ترجمہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، حالاں کہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے (الآیۃ، ۳۲) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اسے ہر دوسرے دین پر غالب کر دے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ناپسند ہو، (الآیۃ، ۳۳) اے ایمان والو! (یہودی) اَحبار اور (عیسائی) راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ (سورۃ توبہ، آیت ۳۲، ۳۴)

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، کہ: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ، هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. ترجمہ: ''یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے

اللہ کے نور کو بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کر کے رہے گا، چاہے کافروں کو یہ بات کتنی بری لگے، (الآیۃ، ۸) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا دین دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اسے تمام دوسرے دینوں پر غالب کر دے، (الآیۃ، ۷) چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔" (الآیۃ، ۹، سورۃ الصف آیت ۹،۸)

اور اوپر کی دو آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ جو فرمایا کہ: "وہی تو ہے جس نے اپنے رسول (ﷺ) کو ہدایت اور سچائی کا دین دے کر بھیجا ہے۔" اس حوالہ سے حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت پہلے "بشارت وخوشخبری" دیتے ہوئے آئندہ تمام انسانیت کیلئے "وصیت" فرما گئے تھے، کہ: "لیکن جب وہ یعنی "روح الحق" آئے گا تو وہ ساری سچائی کیلئے تمہاری ہدایت کرے گا۔" (مقدس یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۳)

اور جب حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کے مطابق رحمت للعالمین ﷺ کوہِ فرحان کی چوٹیوں سے جلوہ گیر ہوئے، تو ایک دفعہ پھر یہود و نصاریٰ اپنے بغض، حسد اور عناد کی بناء پر خاتم النبیین ﷺ کی نبوت کے انکاری ہو گئے، قرآن کریم اس بارے میں فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ، وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ، اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ. ترجمہ: "جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ رسول (ﷺ) کو (اسی طرح) پہچانتے ہیں جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بلاشبہ ان میں سے ایک جماعت ایسی ہے جو ضرور حق کو چھپاتی ہے حالانکہ وہ لوگ جانتے ہیں، کہ حق آپ (ﷺ) کے پروردگار کی طرف سے ہے۔" (سورۃ البقرہ آیت، ۱۴۶)

"اس آیت میں حضور ﷺ کے بارے میں اہل کتاب کے عناد کا ذکر ہے کہ وہ اپنی کتابوں کی روشنی میں حق کو جاننے اور سمجھنے کے باوجود اس کا انکار کرتے ہیں، جس میں حضور ﷺ کی نبوت و رسالت اور بیت اللہ کا قبلہ ہونا بھی شامل ہے، تورات اور انجیل میں حضور ﷺ کے بارے میں جو نشانیاں آئی ہیں ان کی بنیاد پر وہ حضور ﷺ کی نبوت اور بیت اللہ کے قبلہ ہونے کو اپنے بیٹوں سے بھی بہتر جانتے ہیں لیکن ضد (Stubborn) اور عناد کی وجہ سے اسے نہیں مانتے۔" (تفسیر روح القرآن، جلد اول صفحہ ۳۶۵) لہٰذا بشپ صاحب! مذکورہ بالا آیاتِ قرآنیہ کی روشنی میں یہ اندازہ لگانا ذرا مشکل نہیں، کہ آپ کا خط دین اسلام، سیرت الانبیاء ﷺ اور دین اسلام قبول کرنے والے نومسلموں سے حسد، بغض اور عناد اور تنقید جمع مغلظات پر مشتمل ہے۔ اب آتا ہوں آپ کے خط کی تفصیلی جواب کی طرف۔

بشپ صاحب! میری تالیف ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' جو درحقیقت پادری شمعون ناصر کے خط کا جواب ہے، کو پڑھکر جو خط آپ نے مجھے تحریر کیا ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ ایک مسیحی پیشواء اور بشپ عہدہ پر فائز آدمی اپنی تحریری گفتگو میں ایسا انداز بھی اپنا سکتا ہے، جس کی اجازت کم از کم خود بائبل بھی نہیں دیتی،

''کسی کی بدگوئی نہ کریں۔ تکراری نہ ہوں بلکہ نرم مزاج ہوں اور سب آدمیوں کے ساتھ کمال حلیمی سے پیش آئیں۔'' (طِطُس باب ۳ آیت ۲)

دو صفحات پر مشتمل آپ کے خط کی ابتداء:

''محترم جناب خالد محمود صاحب!

خداوند کی سلامتی آپ کیساتھ ہو (تاکہ آپ راہ حق کو پہچان سکیں اور حیات ابدی کے وارث بن سکیں)!

آپ کی تالیف کردہ کتاب ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام'' مجھے گزشتہ سال ملی لیکن اپنی تعلیمی سرگرمیوں کی بناء پر میں اسکا مطالعہ نہ کرسکا۔ اب تعلیم مکمل کرنے کے بعد میں نے اس کتاب کا مطالعہ بڑی سنجیدگی سے کیا ہے اور اس نتیجہ پر رسائی حاصل کی ہے کہ آپ کو ایک عدد خط تحریر کیا جائے۔

آپ جناب نے کم ظرفی کا اعلیٰ ترین ثبوت دیتے ہوئے محترم جناب پادری شمعون ناصر کے خط کا جواب بڑے ہی بھونڈے، عجیب اور خط کے اصل متن سے کوسوں دُور اپنی اس تالیف کردہ کتاب میں دیا ہے۔ پادری شمعون ناصر نے انتہائی خوبصورتی اور دلیری سے آپ کے بھیجے ہوئے پمفلٹ یا کتابچے (عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام بزبان خود) کے جواب میں آپ کے نئے قبول کردہ مذہب اسلام اور مسلم طرز حیات فی دور جدید کی حقیقت کو عیاں کیا ہے، گو کہ آپ نے اس خط کا جواب تالیف کیا یا محمود اشرف عثمانی صاحب سے کروایا، کیوں کہ آپ کے ماضی میں اگر جھانکا جائے تو آپ اس لائق نہیں کہ آپ اس انداز تحریر جو کہ اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کو تحریر کرسکیں، کیوں کہ یہ انداز تحریر خالصتاً مفتی یا قابل مولوی صاحبان یا پیدائشی اور تعلیم یافتہ مسلمان افراد استعمال کرسکتے ہیں۔ بحرحال آپ کی منافقت کو جانتے ہوئے بھی ہم اس کو، آپ کا دل ر[illegible] کے لیے، آپ کی [illegible]لیف تسلیم کرتے ہیں۔ چند الفاظ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، جس کا جواب آپ جناب یقیناً سطر بہ سطر یا کوئی نئی کتاب تالیف کریں گے یا کرائیں گے میں دیں گے۔''

بشپ صاحب! اس سلسلہ میں چند باتیں آپ کے لائق توجہ ہوں:

اوّل...... یہ سچ ہے، کہ ردِ عیسائیت پر میری تحریری دینا کے ''ماخوذ'' حضرت مولانا رحمت اللہ

کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم مغفور اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم جیسے عظیم اور بابرکت حضرات ہیں، کیوں کہ علم وعمل میں یہ حضرات اپنی مثال آپ ہیں۔

دوم...... مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ پادری شمعون ناصر صاحب کے خط کے جواب جیسے ادنیٰ کام کے لیے میں حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدھم یا حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کو زحمت دوں، ان عظیم حضرات سے تو اللہ تعالیٰ درس وتدریس، تصنیف وتالیف، فتاویٰ، اور لوگوں کی روحانی اور اخلاقی تربیت واصلاح اور اسی طرح کے دیگر کئی اعلیٰ وعظیم اور بابرکت کام لے رہا ہے، تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں ایک مختصر اور ادنیٰ سے خط کے لیے ان حضرات کو زحمت دیتا پھیروں، وہ بھی ایسی صورت میں جبکہ وہ خط شمعون ناصر پادری صاحب نے میرے نام لکھا تھا، تو جواب دینا ولکھنا بھی میرا کام ہے، نا کہ ان عظیم لوگوں کا۔

سوم...... رہی بات حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدھم سے شمعون ناصر پادری صاحب کے خط کے جواب کے سلسلہ میں ان سے کچھ لکھوانے یا تالیف کروانے والی بات، تو اس بارے میں عرض یہ ہے کہ پیٹر صاحب! آپ اپنے اس خط میں میری کتاب ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کے بارے میں یہ کہہ آئے ہیں، کہ: ''میں نے اس کتاب کا مطالعہ بڑی سنجیدگی سے کیا ہے'' مگر مجھے حیرت ہوئی کہ آپ کی ''سنجیدگی'' سے میری کتاب کا صفحہ نمبرے کیونکر اوجھل رہا، کہ اس صفحہ پر ''پیش لفظ'' کے علاوہ پوری کتاب میں حضرت مولانا محمود اشرف صاحب کا لکھا ہوا ایک لفظ موجود نہیں لیکن اس حقیقت پر آپ کو یقین کی کیفیت اس لئے بھی حاصل نہیں، کہ آں جناب کے نزدیک معیار میرا ''ماضی'' ہے، جیسا کہ آپ نے میرے بارے میں ارشاد فرمایا ہے، کہ:

> ''کیوں کہ آپ کے ماضی میں اگر جھانکا جائے تو آپ اس لائق نہیں کہ آپ اس انداز تحریر جو کہ اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کو تحریر کرسکیں، کیوں کہ یہ انداز تحریر خالصتاً مفتی یا قابل مولوی صاحبان یا پیدائشی اور تعلیم یافتہ مسلمان افراد استعمال کرسکتے ہیں۔''

یہ تو آپ کی مہربانی ہے، کہ آپ نے کسر نفسی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف میرے ''ماضی'' کو سامنے رکھ کر فیصلہ فرمایا ہے، اجی جناب! مجھ غبی کے ''ماضی'' و ''حال'' کو تو رکھیں ایک طرف، یہ تو بتوفیق الٰہی ''عقیدہ کفارہ اور عقیدہ تثلیث'' سے تائب اور ''دین اسلام'' لانے کی برکت ہے، کہ میری تالیف۔ (اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام) باوجود کج مج ہونے کے آپ سے ''تعلیم یافتہ مسلمان'' اور ''مولوی اور مفتی'' کے ''اندازِ تحریر'' کی ''سند'' پاتی ہے،

اب آپ اسی سے اندازہ کرلیجئے کہ اگر یہ تالیف یا تحریر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب یا

حضرت مولانا محمود اشرف صاحب زید مجدھم زیب قرطاس فرماتے، تو وہ کسقدر بلند پایہ اور علم سے بھرپور ہوتی، اس کا اندازہ آپ خود لگا سکتے ہیں،

آپ اپنے خط کے اگلے حصّہ میں فرماتے ہیں:

''سابقہ ادیان کا نچوڑ: جناب آپ ضرور مسیحی مذہب سے تعلق رکھتے تھے، لیکن آپ کی مسیحیت سے ناواقفیت کا ثبوت ہی آپ کا خالد محمود ہونا ہے۔ جس کا اظہار آپ نے خود ان الفاظ میں کیا ہے، کہ میں سیاہ کار اور ناکارہ شخص تھا۔ جہاں تک لفظ (فارقلیط) کی بات آپ نے کہ ہے تو عرض جناب یہ ہے کہ مولانا کیرانوی یا مولانا تقی عثمانی یا دیگر اسلامی دانشور حضرات اس لفظ کو بڑی ہی منافقت اور عیاری سے اپنے ہی پیرائے میں اور اپنے ہی تشریحی لباس میں زیب تن کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے گزارش آپ سے یہ ہے کہ سابق یوئیل کندن صاحب، آپ خود اس لفظ کی حقیقت کو اسلامی اسکالرز سے ہٹ کر اور تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل ماہیت وماخذ تک رسائی حاصل کریں اور صرف (اسلام اور عیسائیت اور اظہار الحق) پر ہی تکیہ نہ کریں تا کہ آپ پر سچائی منکشف ہو اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد ﷺ کو روح القدس کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ساتھ ہی آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کردی ہے کہ آپ حضرت محمد ﷺ کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔''

آپ نے میری تالیف ''اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام'' کا اگر باغور مطالعہ فرمایا ہوتا تو، اپنے قبول اسلام کی روداد ''میں مسلمان کیوں ہوا'' کے تحت صفحہ ۲۰۳ کے حاشیہ پر میرا یہ اقرار موجود ہے کہ............ ''میں یہاں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا چلوں کہ عیسائی ہوتے ہوئے مجھے خود بھی عیسائیت کا واجبی سا علم تھا۔'' تو شاید آپ کو میرے بارے میں یہ جملہ لکھنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑتی کہ:

''آپ کی مسیحیت سے ناواقفیت کا ثبوت ہی آپ کا خالد محمود ہونا ہے۔''

بشپ صاحب! کیوں کہ میں تو اپنی تالیف میں پہلے ہی یہ گزارش کر آیا ہوں، کہ: ''میں یہاں اس حقیقت کا بھی اعتراف کرتا چلوں کہ عیسائی ہوتے ہوئے مجھے خود بھی عیسائیت کا واجبی سا علم تھا، لیکن جب میں نے ''دین اسلام'' قبول کیا اور عیسائی برادری نے میرے قبول اسلام کے حوالے سے جب ''اسلام'' پر اعتراضات کیے تو مجھے تجسس پیدا ہوا کہ میں نہ صرف عیسائی برادری کے اعتراضات کے جوابات دوں بلکہ ان کے عقائد باطلہ کی نفی بھی کروں۔ چناں چہ اہل اسلام کی

جانب سے ردعیسائیت کی کتب کی تلاش نے مجھے مناظرے اسلام حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم ومغفور کی کتاب ''اظہارالحق'' اور ''اعجاز عیسوی'' سے جا ملایا۔ یہ وہی رحمت اللہ کیرانوی مرحوم ومغفور ہیں کہ جن کی تصانیف کے بارے میں حضرت مولانا سید انوار شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ: ''اللہ مولوی رحمت اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان کی کتابیں عقائد اسلا □ کے تحفظ میں اپنی مثال آپ ہیں۔ خدانخواستہ وقت پڑنے پر ہمارے علماء کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''میں مسلمان کیوں ہوا'' میں جگہ میں یہ بھی عرض کر آیا ہوں، کہ: ''ان ہی دنوں یہاں عیسائی بستی میں میری جن لوگوں سے واقفیت ہوئی تھی۔ ان میں سے میرے بالکل سامنے والے گھر میں جو تین بھائی عیسائی رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھ سے یہ معلوم کرنے کے بہانے کہ میں عیسائی سے مسلمان کیوں ہوا تھا، مذہبی بحث شروع کردی۔ میں ان دنوں صرف اور صرف اسلامی معلومات کی کتابیں پڑھ رہا تھا۔ مذہبی بحث کے دوران جو سوالات ان لوگوں نے اسلام کے خلاف کئے اور تثلیث پرستی کے حق میں کئے تھوڑی بہت معلومات کے تحت میں نے ان سوالات کے جوابات دیئے۔ اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ انہی دنوں میں کسی اسلامی کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اس کتاب کے آخر میں چند کتابوں کی فہرست چھپی ہوئی نظر سے گزری۔ اس فہرست میں موجود حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''عیسائیت کیا ہے'' تھی۔ اسی کتاب کے مطالعے سے پتہ چلا کہ ردعیسائیت پر ایک تین جلدوں والی کتاب ''اظہارالحق'' (بائبل سے قرآن تک) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مرحوم مغفور کی لازوال اور بے مثال کتاب بھی ہے۔'' (اسلام، عیسائیت اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، ص ۲۰۲،۲۱)

میرے قبول اسلام کی روداد کے ان دو اقتباسات کے ملاحظہ سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مسیحیت سے میری ناواقفیت اور واقفیت کی کیا وجوہات ہو سکتی تھیں، ورنہ سچی بات ہے کہ دین اسلام کے قبول کے بعد میں اِسی ڈگر پر گامزن تھا کہ قبول اسلام کے بعد مجھ پر عملی طور سے جو فرائض وواجبات بنتے ہیں، ان کو سیکھوں اور پڑھوں، اور اپنی روحانی جستجو وتسکین کے لیے، اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ''آخری کتاب'' قرآن مجید فرقانِ حمید اور خاتم الانبیاء آقا دو جہاں نبی کریم ﷺ کی سیرت واحادیث اور حیات صحابہ کرام رضوان اللہ کا مطالعہ کرتا رہوں، مگر میرے قبول اسلام اور دین اسلام پر مسیحی برادری کے اعتراضات نے تنگ آمد، بجنگ آمد کے مصداق مجھے ردِعیسائیت کی کتب کے مطالعہ پر بھی مجبور کر ڈالا، ورنہ میری خواہش یہی رہی اور ہے، کہ میں اسلامی موضوعات پر لکھوں پڑھوں، اور اسلام پر مسیحی پادری صاحبان کے جس قدر فضول اور بے معنی مناظرے اور مناقشے ہیں

ان سے دور رہوں، ایک تو اس لیے بھی کہ ان کی حقیقت کچھ نہیں اور دوسرا یہ کہ دین اسلام، آقا دو جہاں احمد مصطفےٰ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ پر مسیحی پادری جو، جو اعتراض کرتے آئے ہیں، ان سب کے جوابات حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا آل حسن مہانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہم عصر علماء کرام مکمل طور پر حجت اتمام کے ساتھ دے آئے ہیں، فی زمانہ حضرت مولانا بشیر احمد حسینی صاحب زید مجدھم، مولانا محمد اسما □ عارفی صاحب، حضرت مولانا عبدالرؤف فاروقی صاحب زید مجدھم، سربراہ ''مرکز تحقیق اسلامی'' لاہور، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم ردِعیسائیت پر کسی تعارف کے محتاج نہیں، خصوصاً حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم نے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اظہار الحق'' المعروف ''بائبل سے قرآن تک'' اور ''اعجاز عیسوی'' کی جس اہتمام سے اشاعت کی ہے، اور ''اظہار الحق'' پر ''عیسائیت کیا ہے؟'' کے زیر عنوان جو مقدمہ تحریر فرمایا ہے، وہ کسی بھی حق کے متلاشی مسیحی دوست کو ''راہِ حق'' دکھا سکتا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ منصب ''بشپ'' پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے دیگر اسلامی دانشوروں سمیت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کے لیے ''منافقت'' اور ''عیاری'' جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے،

کیا؟ ایک ''بشپ'' جو مسیحی عوام الناس کا مذہبی راہنما اور مقتداء ہو، اور جو بائیبل کے اس حکم کو جانتے ہوئے، کہ ''لیکن اب تم بھی ان سب کو یعنی غُصّہ اور قہر اور بدخواہی اور بدگوئی اور مُنہ سے گالی بکنا چھوڑ دو۔'' (کلسیوں باب ۳ آیت ۸) کیا؟ یہ جائز اور رواء ہے کہ وہ ''بدگوئی'' اور ''گالی بکے'' حالانکہ اپنے خط میں آپ نے ''امن اور سلامتی'' ''مذہبی ہم آہنگی'' اور ''پُرامن'' جیسے دلفریب الفاظ کا استعمال فرمایا ہے۔ اور اپنے اسی خط میں آپ نے اہل اسلام کے لیے ''مکاری وعیاری'' ''بھونڈے'' اور ''منافقت'' جیسے الفاظ کا ذخیرہ جمع کیا ہے، اب دیکھ لیں، کہ کہاں آپ کی ''امن وسلامتی'' کی باتیں اور کہاں عیاری ومکاری، بھونڈے اور منافقت جیسے الفاظ، بشپ صاحب! کیا آپ یہ محسوس نہیں کرتے، کہ آپ کے مذکورہ بالا الفاظ آپ کے ''امن وسلامتی'' والے ''فارمولے'' کی چغلی کھا رہے ہیں،؟ رہی میری ''مسیحیت سے ناواقفیت'' والی بات تو جناب بشپ صاحب! آپ جناب! مجھے جس مسیحیت سے واقف کرانا چاہتے ہیں، اُس مسیحیت سے میری ناواقفیت ہی میرے حق میں بھلی ہے، خصوصاً اس حوالہ سے بھی کہ موجودہ مسیحیت پولس صاحب کے ''نظریات وافکار'' کے مجموعہ کا نام ہے، اور یہ بات میں خود نہیں کہتا بلکہ جناب آرنلڈ میر صاحب اپنی کتاب ''Jesus or Paul'' صفحہ ۱۲۳، ۱۲۲ پر فرماتے ہیں:

"If Christianity we understand faith in Christ the heavanly son of God who did not belong to earthly humanity, but who lived in the divine likeness and glory,who came down from heavan to earth, who entered into humanity and look upon Himself a human form that He might make propitiation for men's sin by His own blood upon the cross, who was then awakened from death and raised to the right hand of God as the lord of His own people, who now intercedes for those who believe in Him, hears their prayers, guards and leads them, who moreover, dwels and works personally in each of those who believe in Him, who will come again with the clouds of Heavan to judge the world, who will cast down all the foes of God, but will bring His own people with Him into the home of heavanly light so that they may become like unto His glorified body- if this is Christianity, then such Christianity was founded principally by St. Paul and not by our Lord."

''اگر ہم عیسائیت کا مطلب مسیح پر (اس طرح) ایمان سمجھتے ہیں' کہ وہ خدا کا آسمانی بیٹا ہے جو زمینی انسانوں میں سے نہ تھا' بلکہ خدائی صورت اور شان میں رہتا تھا۔ (پھر) وہ آسمان سے زمین پر اتر آیا اور انسانی شکل اختیار کی تا کہ وہ صلیب پر اپنے خون کے ذریعہ لوگوں کے گناہ کا کفارہ ادا کرے۔ جسے پھر موت سے جگا کر اوپر اٹھایا گیا اور ماننے والوں کے خداوند کے طور پر خدا کے دائیں ہاتھ بٹھایا گیا۔ جو اب خود پر ایمان رکھنے والوں کی شفاعت کرتا ہے' ان کی دعائیں سنتا ہے ان کی حفاظت اور رہنمائی کرتا ہے۔ علاوہ بریں اپنے آپ پر یقین کرنے والوں میں سے ہر ایک کے اندر ذاتی طور پر رہتا اور کام کرتا ہے' جو دنیا کا انصاف کرنے کے لیے آسمان کے بادلوں کے ساتھ دوبارہ آئے گا' جو خدا کے سب دشمنوں کو گرائے گا مگر اپنے لوگوں کو اپنے ساتھ آسمانی نور کے گھر لے جائے گا' تا کہ وہ اس کے معظم بدن کی طرح بن جائیں۔ اگر یہ عیسائیت ہے تو ایسی عیسائیت کی بنیاد زیادہ تر مقدس پولس نے رکھی تھی نہ کہ ہمارے خداوند (مسیح) نے۔''

(Arnold Meyer: Jesus or Paul? pp.122-123)

لفظ ''فارقلیط'' کے حوالہ سے آپ فرماتے ہیں کہ:

''جہاں تک لفظ (فارقلیط) کی بات آپ نے کی ہے تو عرض جناب یہ ہے کہ مولانا کیرانوی یا مولانا تقی عثمانی یا دیگر اسلامی دانشور حضرات اس لفظ کو بڑی منافقت اور عیاری سے اپنے ہی پیرائے میں اور اپنے ہی تشریحی لباس میں زیب تن کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ اس لیے گزارش آپ سے یہ ہے کہ سابق یوئیل کندن صاحب، آپ خود اس لفظ کی حقیقت کو اسلامی سکالرز سے ہٹ کر اور تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل مائیت وماخذ تک رسائی حاصل کریں اور صرف (اسلام اور عیسائیت اور اظہار الحق) پر ہی تکیہ نہ کریں تاکہ آپ پر سچائی منکشف ہو اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو روح القدس کی جگہ دینا چاہتے ہیں۔ تو ساتھ ہی آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کردی ہے کہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔''

بشپ صاحب! لفظ ''فارقلیط'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں آپ نے مجھے جو تحقیق وتفسیر کی روشنی میں اس لفظ کی اصل مائیت وماخذ تک رسائی حاصل کرنے کے لیے جو مشورہ عنایت فرمایا ہے، اس مشورہ کا بہت بہت شکریہ، مگر اس کی تحقیق وتفسیر اور اس لفظ کو اپنے ہی انداز سے جو تشریحی لباس مسیحی دنیا نے زیب تن کرایا ہے، اس کی حقیقت بھی سن لیجئے، تو آپ کو خود ہی اندازہ ہوجائے گا، کہ جو گراں قدر مشورہ آپ نے مجھے عنایت فرمایا ہے، وہ کسقدر حقیقت پر مبنی ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اہل کتاب خواہ اگلے ہوں یا پچھلے، ان کی یہ عام عادت ہے کہ وہ اپنے تراجم میں ناموں کا بھی ترجمہ کرتے ہیں، اور اصل ناموں کے عوض میں اُن کے معانی بیان کرتے ہیں یہ بڑا بھاری خبط ہے، جو تمام خرابی کی بنیاد ہے، کبھی کبھی تفسیر کے طور پر اس کلام میں جو اُن کے نزدیک خدائی کلام ہے، اپنی جانب سے کچھ بڑھا دیتے ہیں، اور دونوں میں امتیاز کے لیے کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں کرتے، یہ دونوں چیزیں تقریباً ان کی عادتِ ثانیہ بن گئی ہیں، اور جو شخص اُن کے مختلف زبانوں میں پائے جانے والے ترجموں میں غور کرے گا اس کو ہمارے اس دعوے کے بہت سے شواہد مل سکتے ہیں۔ ہم بھی نمونہ کے طور پر اس مقام پر کچھ نقل کرتے ہیں۔'' (بائبل سے قرآن تک، ص ۲۰۶، ۲۰۷)

پھر ایک اور مقام پر مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اعلام واسماء اور ناموں کا ترجمہ

کر دینا یا ان کو دوسرے الفاظ میں تبدیل کر دینا یا اپنی جانب سے تفسیروں کا ا□ق، یہ ان کے اگلوں پچھلوں سب کی جبلی خصلت ہے، یہ کوئی بعید نہیں کہ ایسے لوگ حضور ﷺ کے ناموں میں سے کسی نام کا ترجمہ کر ڈالیں، یا کسی دوسرے لفظ سے بدل دیں، یا تفسیر کے طور پر بڑھا دیں، یا بغیر تفسیر ہی کوئی چیز ایسی بڑھا دیں جس کی موجودگی میں بظاہر استدلال کرنے میں خلل اور کھنڈت پڑ جائے۔اور ظاہر بات ہے کہ یہ تحریف وترمیم کا اہتمام عیسائیوں نے جس قدر مسلمانوں کے خلاف کیا ہے وہ خود اپنے مخالف فرقوں کے خلاف تحریف کے اہتمام سے کہیں زیادہ ہے۔'' (بائبل سے قرآن تک ،ص،۲۲۱،۲۲۲)

اور اس کے حاشیہ پر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم لکھتے ہیں کہ:''یعنی یہ بات ثابت ہے کہ عیسائیوں نے خود اپنے بعض فرقوں کا رَد کرنے کے لیے بائبل میں تحریفیں کی ہیں تو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تو اس قسم کی تحریفیں یقیناً زیادہ کی گئی ہوں گی۔'' (بائبل سے قرآن تک،ص،۲۲۲) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کے قلم سے نکلے ہوئے یہ وہ مذکورہ بالا حقائق ہیں کہ جن کی شہادت پروفیسر بارٹ ڈی ہرمن اپنی کتاب رحمہ اللہ تعالیٰ میں بھی دے رہے ہیں، پروفیسر صاحب لکھتے ہیں کہ:''چند حوالوں سے جن تبدیلیوں کا ہم نے جائزہ لیا، عہد نامۂ جدید کے ابتدائی مسودوں کی عبارت کی تلاش کرتے ہوئے انہیں پہچاننا اور ان کا تدارک کرنا آسان ہے۔لیکن جان بوجھ کر کی گئیں تبدیلیوں کی پہچان مشکل کام ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ چوں کہ یہ تبدیلیاں جان بوجھ کر کی گئی تھیں لہٰذا انہیں اس طرح کیا گیا تھا کہ یہ جملے میں غیر مناسب نہ محسوس ہوں۔ چوں کہ یہ تبدیلیاں مناسب ہیں لہٰذا کوئی نہ کوئی ناقد ایسا ضرور ہوگا جو اصرار کرے گا کہ اس سے زیادہ مناسب لفظ ہو ہی نہیں سکتا......یعنی اس کا استدلال ہوگا کہ یہ جان بوجھ کر کی گئی تبدیلیاں نہیں بلکہ اصل ہیں۔ یہ تنازعہ یہ سمجھنے والے اسکالروں، کہ مقدس متن میں تبدیلیاں ہو چکی ہیں اور یہ سمجھنے والے اسکالروں، کہ مقدس متن کسی تبدیلی سے محفوظ رہا ہے، کے درمیان کا نہیں۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ مقدس متن بدلا جا چکا ہے لہٰذا سوال اگر ہے، تو یہ کہ کون سی عبارت تبدیل شدہ ہے اور کون سی ایسی ہے جسے ممکن حد تک ابتدائی ترین سمجھا جا سکتا ہے۔ اور یہی وہ مسئلہ ہے جس پر اسکالروں میں اختلاف ہو سکتا ہے۔'' (ترجمہ:ظفر احمد روزنامہ ''امت'' کراچی، منگل ۲۸، مارچ ۲۰۰۶ء)

بشپ پیٹر مجید صاحب! اُوپر مذکوران شہادتوں کو نظرِ عدل سے ملاحظہ فرما کر آپ خود ہی انصاف کیجیے، کہ بائبل مقدس کے ترجموں اور اصل متن میں اس قدر تحریف وترمیم کر دی گئی ہو، کہ اصل ناموں تک کے ترجمے کر کے نبی کریم ﷺ کی ''آمد مبارک'' کی ''بشارات'' کو مسیحی پادری

صاحبان ''روح القدس'' پر چسپاں کرتے ہوں، تو مجھے ایسی جسارت سے معاف رکھیں کہ میں اسلامی اسکالرز (حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم) سے ہٹ کر اور نہ جانے کونسے نام نہاد تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کرتے ہوئے لفظ فارقلیط کی تحقیق وتفسیر کرتا پھیروں، کیوں کہ ایسی تحقیق وتفسیر جو علماء اہل اسلام سے ہٹ کر ہو وہ لازمی طور پر خاتم النبیین ﷺ پر ایمان ویقین کے منافی ہوگی، اور حضرت یسوع مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان ارشادات کے خلاف ہوگی، جو وہ اپنے رفع آسمانی سے پہلے آئندہ تمام انسانوں کے لیے سید الانبیاء احمد مصطفےٰ ﷺ کی آمد مبارک کی ''خوشخبری'' وصیت کے طور پر تاکیداً ارشاد فرما گئے ہیں کہ:

''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنا ہے مگر اب تم انکی برداشت نہیں کرسکتے۔ لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔'' (یوحنا باب ۱۶ آیت ۷ تا ۱۳)

خاتم النبیین احمد محمد ﷺ کے بارے حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مذکورہ بالا بشارتی اور کھلے ہوئے الفاظ کے بعد آپ کے اس جملہ ''اور بے مقصد اور فضول دلیلوں سے آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو روح القدس جگہ دینا چاہتے ہیں۔'' کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے، اور جن حقائق کو آپ ''بے مقصد اور فضول دلیلیں'' بتلا رہے ہیں، ان کی بنیاد حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ اور ارشادات ہیں، اب یہ آپ ہی کی ہمت اور حوصلہ ہے، کہ آپ اُن حقائق کو بے مقصد اور فضول دلیلوں کا نام دیں، اور اس پر بھی آپ کا کمال یہ، کہ اپنے خط میں جہاں آپ نے دیگر الزامات کے ثبوت کے لیے کوئی حوالہ یا دلیل دینا پسند نہیں فرمایا، یہاں بھی آپ نے بے مقصد اور فضول دلیلوں کے بارے میں کسی اسلامی یا کم از کم مسیحی تحریرات کا حوالہ دینے کی زحمت نہیں فرمائی۔

لیکن میں یہاں اس موقع پر لفظ فارقلیط (ﷺ) کے سلسلہ سے دو چار باتیں باحوالہ عرض کرنا چاہونگا، لفظ فارقلیط کے بارے میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحبؒ نے اپنی کتاب اظہار الحق جلد سوم میں اُوپر مذکور یوحنا باب ۱۶ کی بشارت پر مختلف عنوانات سے دلائل

دیئے ہیں، ایک مقام پر حضرت کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ: ''ان عبارتوں سے استدلال کرنے سے پہلے ہم دو باتوں کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں، پہلی تو یہ کہ آپ تمہید کے ساتویں امر میں معلوم کر چکے ہیں کہ اہل کتاب اگلے ہوں یا پچھلے عموماً اسماء اور ناموں کا ترجمہ کرنے کے عادی ہیں۔ ادھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام عبرانی زبان بولتے تھے نہ کہ یونانی، اس کے بعد اس بات میں کوئی بھی شک باقی نہیں رہتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس شخص کی تشریف آوری کی بشارت دی تھی، چوتھے انجیلی نے اس کے نام کا اپنی عادت کے مطابق یونانی میں ترجمہ کر ڈالا، پھر عربی ترجمہ کرنے والوں نے یونانی لفظ کو معرب کر کے فارقلیط بنا دیا، ہم کو ایک اردو رسالہ جو کسی پادری کا لکھا ہوا ہے ۱۲۶۸ھ میں ملا جو کلکتہ میں طبع ہوا تھا، اور جس میں لفظ فارقلیط کی تحقیق کی گئی تھی، اس کے مؤلف نے دعویٰ کیا تھا کہ ہمارا مقصود اس رسالے کی تحریر سے مسلمانوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنا ہے، جو فارقلیط کے لفظ سے پیدا ہوئی ہے، اس کے بیان کا خلاصہ یہ تھا کہ: ''یہ لفظ یونانی لفظ سے عربی بنایا گیا ہے، لہٰذا اگر ہم یہ فرض کریں کہ اصل یونانی لفظ ''پاراکلی طوس' ہے تو اس کے معنی معین و مددگار اور کارساز و وکیل کے ہیں، اور اگر یہ کہا جائے کہ اصل لفظ ''پیرکلوطوس'' ہے تو پھر اس کے معنی ''محمد'' اور ''احمد'' کے قریب ہو جاتے ہیں' علماء اسلام میں سے جس کسی نے اس بشارت سے استدلال کیا ہے، یہ ہی سمجھ کر کیا ہے کہ اصل لفظ ''پیرکلوطوس'' ہے جس کے معنی ''محمد'' اور ''احمد'' کے معنی کے قریب ہیں، اس لیے اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ''محمد'' اور ''احمد'' کی پیشن گوئی کی ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ پاراکلی طوس ہے۔''

ہم کہتے ہیں کہ دونوں لفظوں میں بہت ہی معمولی فرق ہے، کیوں کہ یونانی حرف آپس میں بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں، اس لیے ''پیرکلوطوس'' کسی نسخہ میں ''پاراکلی طوس'' سے بدل گیا، پھر عیسائی حضرات نے اس نسخہ کو دوسرے نسخوں پر ترجیح دینی شروع کر دی، اور جو شخص بھی اس کتاب کے باب ۲ اور مسلک نمبر ۶ کے امر نمبر ۷ میں انصاف کی نگاہ سے غور کرے گا وہ یقینی طور پر مان لے گا کہ اس قسم کی چیز دیندار عیسائیوں سے کچھ بھی بعید نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے کہ ان کے یہاں اس کو مستحسن اور بہتر شمار کیا جاتا ہو۔'' (اظہار الحق، جلد سوم، ص ۳۲۳ تا ۳۲۵)

اور اس جگہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم کے حاشیہ کو بھی نقل کر لیا جائے تو بات بہت ہی واضح ہو جاتی ہے، آپ حضرت مولانا کیرانوی صاحبؒ کے دلائل کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ''گویا مصنف کا دعویٰ یہ ہے کہ اصل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنے والے کا نام ''احمد'' ذکر کیا تھا لیکن چوں کہ عہد قدیم و جدید کے مصنفوں کی

ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کرڈالتے ہیں اس لیے انہوں نے یونانی زبان میں لفظ ''احمد'' کا ترجمہ ''پیرکلوطوس'' سے کردیا، عربی مترجمین نے اس لفظ کو معرب کر کے ''فارقلیط'' بنادیا۔'' (بائبل سے قرآن تک،ص،۳۲۴)

اسی طرح ایک اور مقام پر حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس تنبیہ کے بعد اب ہماری گذارش یہ ہے کہ وہ اصل عبرانی لفظ جو عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا قطعی معدوم ہے، اور جو یونانی لفظ موجود ہے وہ صرف ترجمہ ہے، مگر ہم اصل لفظ کی بحث کو چھوڑتے ہوئے اس یونانی لفظ ہی پر بحث کرتے ہیں، کہ اگر اصل یونانی لفظ ''پیرکلوطوس'' ہے، تب تو ظاہر ہے کہ یہ مسیح کی بشارت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ایسے لفظ کے ساتھ دی گئی ہے جو ''محمد'' و ''احمد'' کے قریب قریب ہم معنی ہے، یہ چیز اگرچہ عیسائیوں کی عام عادت کے پیش نظر قرین قیاس ہے، مگر ہم اس احتمال کو چھوڑتے ہیں، کیوں کہ اس صورت میں مخالفین پر پورے طور پر حجت قائم نہ ہو سکے گی، بلکہ ہم کہتے ہیں کہ چلیے آپ ہی کا دعویٰ کہ اصل یونانی لفظ ''پاراکلی طوس'' ہے، اگر مان لیا جائے تب بھی ہمارے استدلال کے لیے مضر نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ اس کے معنی ''منسوب کیا گیا'' اور ''مددگار'' اور ''وکیل'' کے ہیں، یا پھر اس کے معنی ''سفارش کرنے والا'' جیسا کہ ترجمہ عربی مطبوعہ ۱۸۱۶ء میں موجود ہے، اور یہ سب اوصاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پورے پورے صادق آتے ہیں۔'' (بائبل سے قرآن تک،ص،۳۲۸)

بشپ صاحب! ان حقائق کو پڑھ لینے کے بعد آپ خود ہی فرمائیں، کہ لفظ فارقلیط کی تحقیق وتفسیر میں، مجھے مزید کسی تعلیمی سمندر میں غوطہ زنی کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے، وہ بھی ایسی صورت میں جب بائبل کے مترجمین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی ''احمد'' کو ''پیرکلوطوس'' اور فارقلیط سے بدل ڈالا ہو۔ اپنے خط میں آپ مزید فرماتے ہیں کہ: ''آپ نے اپنے نئے مذہب کی اصل روح بھی عیاں کردی ہے کہ آپ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غلاموں کے غلام ہیں، لیکن اسکے برعکس عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے لوگوں کو غلام نہیں بناتے اور نہ ہی بنانا چاہتے ہیں۔''

بشپ پیٹر مجید صاحب! آقا دوجہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے غلام ہونا بڑی خوش بختی اور سعادت کی بات ہے، ورنہ بائبل تو لوگوں کو بلا واسطہ حضرت مسیح علیہ السلام کا غلام بتلاتی ہے، ''کیوں کہ جو شخص غلامی کی حالت میں خداوند میں بلایا گیا ہے وہ خداوند کا آزاد کیا ہوا ہے اسی طرح جو آزادی کی حالت میں بلایا گیا ہے وہ مسیح کا غلام ہے۔'' (کرنتھیوں اوّل باب ۷، آیت ۲۲)

آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں:

''آپ ... کتاب کی ضخامت اور قیمت کو بڑھانے کے لیے آپ جناب نے ایس کے داس کی

کتاب ''تاریخ کلیسیاء'' کو پورا نہیں تو کم از کم آدھے سے زیادہ اپنی تالیف میں انتہائی عمدہ اور شاندار طریقے سے لکھ ڈالا ہے۔''

بشپ صاحب! اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ ایس کے داس صاحب نے ''تاریخ کلیسیاء پاکستان'' میں، پاکستان میں ''مسیحی مشنریوں'' کے مکمل عزائم اور ان مشنریوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر بہت تفصیل سے لکھا ہے، نیز ان مسیحی مشنریوں کے عزائم اور تبلیغی حقائق اگر میں کسی مسلمان عالم یا دانشور کی کتاب سے لکھتا تو یقیناً آپ انہیں بھی جھٹلاتے اور بہت ممکن تھا کہ ایسے مسلمان مصنف کو آپ ''عیار'' و ''منافق'' جیسے خطابات سے نواز ڈالتے، جیسا کہ آپ کے اس خط سے بھی عیاں ہے، لہٰذا اس بناء پر یہی ٹھیک بات تھی، کہ مسیحی مشنریوں کی کارگزاریوں کو مسیحی مصنف ایس کے داس صاحب کی زبانی ہی لکھا پڑھا جائے، تا کہ ''سند'' رہے،

اور اس حوالے سے وہ مسلمان مصنفین جنہوں نے پاکستان میں عیسائی یا مسیحی مشنریوں کے بارے میں لکھا ہے، آپ کی مغلظات سے محفوظ رہیں۔ ''حضرت محمد ﷺ کی حیات وسوالات''، اس عنوان کے ذیل میں آپ اپنے خط میں لکھتے ہیں کہ:

''جناب سابق یوئیل کندن صاحب! کیا آپ نے اسلامی تاریخ میں یہ نہیں پڑھا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمام عمر ایسا ہی کرتے رہے کہ جس قوم کی تلاش میں نکلے اور اُسے کمزور پایا تو اُن کے قافلے کو لوٹ لیا اور تمام مال چھین کر انکے آدمیوں میں سے جہاں تک ممکن ہو سکا قتل کیا، اور جسے زبردست پایا، اس سے دب گئے اور پیٹھ پھیر بھاگ گئے۔ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی ذات سے ۳۶ لڑائیاں لڑے اور جاسوس جو راتوں کو نکلتے تھے اور سوار جو دن کو پھرتے تھے اور وہ حملے جو ۹ لڑائیوں میں ہوئے اور گشت وخون بہا وہ اس سے الگ ہیں۔ تو پھر وہ کس طرح امن وسلامتی کے پیامبر ہو سکتے ہیں؟

کیا حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) گروہِ آدم کی طرف سے رحمت ومہربانی سے معبوث ہوئے؟
کیا نبیوں کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ لوٹ کریں اور لوگوں کا مال چھیننے کو راہوں پر جائیں اور گھیر لیں؟
حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کونسی ایسی بات قزاقوں اور راہزنوں کے لیے چھوڑ رکھی تھی؟
یہ ایسے سوالات ہیں جو کہ اسلام کی اصل تصویر کو ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں اور جو لوگ آپ کی طرح اپنے لیے نیا مذہب اختیار کرتے ہیں اُن کو ان کمزور اسلامی اقدار کا کچھ علم ہی نہیں ہوتا۔ ہم جیسے عالمِ دین یا مسیحی ان باتوں کو اس لیے منظر عام پر نہیں لاتے کہ ہم امن پسند ہیں جیسا کہ ہمارے یسوع مسیح نے فرمایا، اور ہم کسی قسم کا فساد نہیں چاہتے۔''

بشپ صاحب! پہلے تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں، کہ نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر

جس طرح کے بے بنیاد اور عامیانہ الزامات آپ نے لگائے ہیں، یہ کونسی اسلامی تاریخ کے اوراق ہیں؟، اور وہ کونسی قوم اور قبیلہ تھا، جس سے آپ ﷺ نے پیٹھ پھیر لی؟

لہٰذا ایسی کسی نام نہاد اسلامی تاریخ کا موجد کوئی مسیحی پادری یا مسیحی تاریخ ساز ہی ہو سکتا ہے، کیوں کہ اس طرح کی یاوہ گوئی پادری صاحبان کی پرانی عادت ہے، اور بحیثیت نومسلم مجھے اسکا بخوبی تجربہ ہے، کہ مسیحی پادری محض عداوت کی بناپر نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ پر تنقیص کرتے ہیں، لہٰذا آقا دوجہاں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر یہ وہ رٹی رٹائی بے بنیاد باتیں ہیں، جو آپ سے قبل آپ کے اساتذہ کرتے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے، کہ حق کا متلاشی جب کوئی غیر مسلم یا مسیحی آنحضرت ﷺ کی حیاتِ مبارکہ پر پادریوں کی بے بنیاد باتوں کی تحقیق آپ ﷺ کے شمائلِ مبارکہ سے کرتا ہے، تو ایسے باضمیر حضرات کلمۂ حق پڑھ کر خاتم النبیین ﷺ کے اُمتی بن جاتے ہیں، کیوں کہ جب حق آجائے تو باطل مٹ ہی جایا کرتا ہے، نیز یہ کہ ہم اہل اسلام اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ جب مسیحی پادری آں حضرت ﷺ کی بشارات میں تبدیلی کے لیے اپنی بائیبل مقدس میں تحریف و ترمیم کر سکتے ہیں، تو یہ لوگ آقا دوجہاں سرورِ دو عالم ﷺ کی کردار سازی کے لیے کچھ بھی تحریری اختراع کر سکتے ہیں، ورنہ دنیا اور عالم اسلام کی تاریخ گواہ ہے، کہ رسالت مآب ﷺ کے تمام غزواتِ مبارکہ کی غرض وغایت ایک عظیم اور لافانی مقصد کے تحت تھی، اور وہ یہ کہ:

''جہاد، جہد بمعنی طاقت سے مشتق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اپنی طاقت کو حاشا مال و دولت کے لیے نہیں۔ عصبیت اور قومیت اور وطنیت اور اظہار مردانگی و شجاعت اور توسیع سلطنت و مملکت کے لیے نہیں بلکہ محض اللہ کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی طاقت کو پانی کی طرح بہا دینا اس کو اصطلاح شریعت میں جہاد کہتے ہیں۔

اعلاء کلمۃ اللہ (یعنی اللہ کا بول بالا کرنا) اگر مقصود نہ ہو بلکہ فقط مال و زر مطلوب ہو یا قطع نظر حق اور باطل سے وطن اور قوم کی حمایت مقصود ہو یا اپنی بہادری اور شجاعت کا اظہار منظور ہو تو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک وہ جہاد نہیں جہاد تو وہ ہے جو محض خالص اللہ جل جلالہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے ہو دنیاوی اور نفسانی اغراض کے شائبہ سے بالکلیہ پاک ہو۔ یہ کہ خدا تعالیٰ کے وفاداروں کا خدا تعالیٰ کے باغیوں سے محض خدا کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جانبازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے، بشرطیکہ وہ جانبازی اور سرفروشی محض اس لیے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا کا کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ ایسی جانبازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں۔'' (سیرتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوم، ص، ۱۹، ۲۰)

’’نیز یہ کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لیے جو جنگ کی جائے اس کا نام جہاد ہے اور وطنی کافروں کے ساتھ مل کر غیر وطنی کافروں سے بلالحاظ اسلام محض وطن کی آزادی کے لیے جنگ کرنے کا نام ہرگز ہرگز جہاد نہیں، حضرات انبیاء کرام نے اپنے ہم وطن کافروں سے نہ کبھی اتحاد کیا اور نہ ان کی ساتھ مل کر کوئی مشترک حکومت بنائی بلکہ اپنے اصحاب کو لے کر ہجرت فرمائی اور اپنی قوم کے کافروں سے ہٹ کر اپنا الگ ٹھکانہ بنایا اور جہاد کی تیاری کی اور سب سے پہلے اپنی کافر قوم پر حملہ آور ہوئے اور اس کو فتح کیا۔ ہر رسول نے سب سے پہلے اپنی قوم کے کافروں سے جہاد کیا غیر قوم کے کافروں سے بعد میں جہاد کیا۔ کَمَا قَالَ تَعَالٰی قَاتِلُوا الَّذِیْنَ یَلُوْنَکُمْ مِّنَ الْکُفَّارِ وَلْیَجِدُوْا فِیْکُمْ غِلْظَۃً حضور پُرنور کے تمام غزوات اور جہادات اپنی ہی قوم اور اپنے ہی خویش واقارب اور اپنے ہی اعزاء اور احباب ہی سے تو تھے کسی غیر ملکی اور اجنبی قوم سے تو نہ تھے، جنگ بدر میں مہاجرین کے سامنے کسی کا باپ تھا اور کسی کا لختِ جگر اور کسی کا بھائی اور کسی کا چچا اور کسی کا ماموں اور عام رشتہ داری تو سبھی سے تھی محض اللہ اور اس کے رسول اور اس کے دین کے لیے صحابہ کرام کی تیغ بے دریغ بے نیام تھی رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ واہ واہ۔ ایمان ایسے ہی عشق کا نام ہے جس کے سامنے لیلیٰ اور مجنوں کی تمام داستانیں گرد ہیں اور قرآن وحدیث جو ہجرت کے فضائل سے بھرا پڑا ہے اس ہجرت کا مطلب یہی تو ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے لیے اپنے ماں اور باپ اور بیوی اور بچوں اور خویش واقارب سب کو چھوڑ دینا قوم کا تو ذکر ہی کیا ہے، صحابہ کرام نے جب ہجرت کی تو جس کی رفیقۂ حیات اور محبوب بیوی نے کفر کو اسلام کے مقابلے میں ترجیح دی طلاق دے دی اور بیوی، بچوں اور مال دولت اور گھر بار چھوڑ کر نبی کے پیچھے ہوئے اور مدینہ کا راستہ پکڑا رضی اللہ عنہم وحشرنا فی زمرتہم واماتنا علی حُبہم وسیرتہم آمین یارب العالمین۔ اے میرے عزیز والے میرے دوستو قومیت اور وطنیت ایک فتنہ ہے بُت پرستی کے بعد قوم پرستی اور وطن پرستی کا درجہ ہے۔ اور کُفرٌ دون کفرٍ اور شرکٌ دون شرکٍ اور ظلمٌ دون ظلمٍ کا مصداق ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ اور اِنَّ الْکَافِرِیْنَ کَانُوْا لَکُمْ عَدُوًّا مُّبِیْنًا، کو پیش نظر رکھ کر مسلمانوں کو اپنا بھائی اور روئے زمین کے کل کافروں کو اپنا ایک دشمن سمجھو (نکتہ) حق تعالیٰ نے ان الکافرین (جو کہ جمع ہے) اس کی خبر عدوا مبینا ذکر فرمائی ہے جو کہ مفرد ہے اعداء نہیں فرمایا، اشارہ اس طرف ہے کہ روئے زمین کے تمام کافر مسلمانوں کی عداوت میں بمنزلہ ایک دشمن اور بمنزلہ شخص واحد کے ہیں جس میں ذرّہ برابر تعدد اور اختلاف نہیں۔ وَاللّٰہ لقد صدق اللّٰہ العظیم وانا علی ذٰلک من الشاھدین والمشاھدین۔‘‘ (سیرتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوم ص ۲۳،۲۴)

اور اب اقسام جہاد کا حکم بھی سن لیجئے: ''جہاد کی مختلف قسمیں ہیں، جہاد کی ایک قسم دفاع ہے جس کو دفاعی جہاد کہتے ہیں یعنی کافروں کی کوئی قوم ابتداءً تم پر حملہ آور ہو تو تم اس کی مدافعت کے لیے ان کا مقابلہ کرو جہاد کی اس قسم کو حق تعالے نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ o اور قتال کرو خدا کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے جنگ کرتے ہیں اور زیادتی مت کرو تحقیق اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ o الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ. مسلمانوں کو ان کافروں سے جہاد وقتال کی اجازت دی گئی جو کافر مسلمانوں سے لڑتے اس وجہ سے کہ مسلمان ستم رسیدہ اور بیشک اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی مدد پر قادر ہے یہ مسلمان اپنے گھروں سے محض بے وجہ نکالے گئے سوائے اس کے کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار ایک اللہ ہے۔

جہاد کی دوسری قسم اقدامی جہاد ہے یعنی جبکہ کُفر کی قُوت اور شوکت سے اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو ایسی حالت میں اسلام اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتا ہے کہ تم دشمنانِ اسلام پر جارحانہ حملہ اور ہاجمانہ اقدام کرو کیوں کہ جب دشمنوں کی طرف سے خطرہ ہو تو احتیاط اور حفظِ ماتقدم کا مقتضا یہی ہے کہ تم ان پر جارحانہ اقدام کرو تا کہ اسلام اور مسلمان کفر اور شرک کے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اور بغیر کسی خوف وخطر کے امن وعافیت کے ساتھ خداوند ذوالجلال کے احکام کو بجا لاسکیں اور کوئی قوت وطاقت ان کو ان کے سچے دین سے نہ ہٹا سکے اور نہ پھیر سکے اور نہ کوئی طاقت قانونِ خداوندی کے اجراء وتنفیذ میں مزاحم ہو سکے۔ ایسے موقع پر عقل اور فراست تدبیر اور سیاست کا یہی مقتضیٰ ہے کہ خطرہ کو پیش آنے سے پہلے ختم کر دیا جائے، اس انتظار میں رہنا کہ جب خطرہ سر پر آ جائے گا اس وقت مدافعت کریں گے یہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور سفاہت ہے جس طرح شیر اور چیتے کو حملہ کرنے سے پہلے ہی قتل کر دینا اور کاٹنے سے پہلے ہی سانپ اور بچھو کا سر کچل دینا ظلم نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کا تدبر اور ا م بنی ہے، اسی طرح کُفر اور شرک کا سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دینا اعلیٰ درجہ کا تدبر ہے چور اور قزاق یا درندے اگر کسی جنگل اور بیابان میں جمع ہوں تو عقل اور دانائی کا مقتضیٰ یہ ہے کہ قبل اس کے کہ وہ شہر کا رُخ کریں ان کو آبادی کا رُخ کرنے سے پہلے ہی ختم کر دیا جائے درندوں کے قتل میں اقدام ہی عقل اور دانائی ہے اور فَاقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُّمُوْھُمْ اور اَیْنَمَا ثُقِفُوْا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا میں اسی قسم کے کافر مُراد ۔ درندوں کے قتل میں دفاع کا تصور کرنا اور یہ سوچنا کہ جب یہ درندے مل کر ہم پر حملہ آور ہوں گے اس وقت ہم ان کی مدافعت کریں

گے، اس قسم کا تصوّر اہلِ عقل کے نزدیک کھلی ہوئی حماقت اور نادانی ہے حق جل شانہ کے اس ارشاد سراپا ارشاد وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَاتَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ ط میں اس قسم کا جہاد مراد ہے، یعنی اے مسلمانو تم کافروں سے یہاں تک جہاد وقتال کرو کہ کفر کا فتنہ باقی نہ رہے اور اللہ کے دین کو پورا غلبہ حاصل ہو جائے، اس آیت میں فتنہ سے کفر کی قوت اور شوکت کا فتنہ مراد ہے اور وَيَكُونَ الدِّيْنُ كُلُّهُ لِلّٰهِ سے دین کا ☐ راور غلبہ مراد ہے جیسا کہ دوسری آیت میں ہے لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ یعنی دین کو اتنا غلبہ اور قوت حاصل ہو جائے کہ کُفر کی طاقت سے اس کے مغلوب ہونے کا احتمال باقی نہ رہے اور دین اسلام کو کفر کے فتنہ اور خطرہ سے بالکلیہ اطمینان حاصل ہو جائے۔" (سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حصہ دوم ص، ۲۹، ۳۰)

"ایام معدودہ (چندروزہ) کی مجازی بادشاہت جرم بغاوت کو ناقابل عفو قرار دیتی ہے اور تمام عقلا اسکو حق اور صواب، بجا اور درست سمجھتے ☐ حالانکہ باغی شخص نہ بادشاہ کا مخلوق اور پیدا کیا ہوا ہے اور نہ ذرہ برابر کسی چیز میں اس کا محتاج ہے۔ نہ معلوم پھر اُس احکم الحاکمین اور رب العالمین اور خدائے ذوالجلال اور کبیر متعال اور اُس کے وزراء و نائبین یعنی حضرات انبیاء و مرسلین سے بغاوت (کفر) کو کیوں معمولی اور حقیر سمجھتے ہو اور خداوند قدوس کے وزراء سے سرتابی کرنے والوں کی سرکوبی اور احکام سے گردن کشی کرنے والوں کی گردن کُشی کو کیوں ظلم اور تعدی خیال کرتے ہو۔

سلاطین عالم کا اپنے مخالفوں پر فوج کشی کر کے کسی کو قتل کرنا اور کسی کو اسیر کرنا اور اُن کے مال اور اسباب کو ضبط کرنا اور پھر اُس مال کو خیر خواہان سلطنت اور وفاداران حکومت پر بطور انعام تقسیم کرنا عین شان شوکت و سلطنت کا اقتضاء سمجھتے ہو، لیکن اس احکم الحاکمین اور شہنشاہِ سمٰوات وارضین سے بغاوت (کفر) کرنے والوں سے جہاد و قتال اور ان کو اسیر اور گرفتار کرنے اور اُن کے غلام بنانے اور اُن کے مال و متاع کے ضبط کرنے پر اعتراض کرتے ہو۔

پس جس طرح جنگ میں دشمن کو جانی نقصان پہنچانا عین سیاست اور فوجی تدبیر کا کمال ہے اسی طرح دشمن کی جنگی اور مالی قوت پر قبضہ کر لینا بھی فوجی تدبیر کا کمال ہے عجیب بات کہ یورپ دشمن کی مالی قوت پر قبضہ کرتا ہے تو اس کو سیاست اور فوجی تدبیر بتلایا جاتا ہے اور جب اسلام خدا کے باغیوں کی مالی قوت پر قبضہ کرنے کے لیے کوئی پیش قدمی کرتا ہے تو اس کا نام لوٹ اور غارتگری ہو جاتا ہے۔ پھر یہ کہ جب جنگ میں دشمن کی جان ہی لے لینا جائز ہے تو پھر اس کے مال کے متعلق کیوں اس قدر شور وغوغا ہے، آخر اسلام نے جب کبھی کسی کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لیے پیش قدمی کی تو کیا وہ ان دشمنوں کا قافلہ نہ تھا کہ جو اسلام کی جان و مال کے دشمن تھے ایسے لوگوں کی جان و مال پر چھاپہ مارنے

کے لیے پیش قدمی کرنا کس آئین اور قاعدہ سے معیوب ہے اور پھر جب کہ وہ چھاپہ مارنا مال حاصل کرنے کے لیے نہ ہو بلکہ فقط اس وجہ سے ہو کہ یہ لوگ خداوند ذوالجلال کے باغی اور سرکش ہیں علاوہ ازیں سلاطین عالم کی فوج کشی کا باعث صرف توسیع مملکت ہے جو سب کے نزدیک روا اور جائز ہے۔

اور حضرت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا جہاد اور صحابۂ کرام کا یہ تمام اقدام محض اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کی حکومت قائم کرنے کے لیے تھا کہ احکام خداوندی کی بے حرمتی نہ ہو سکے اور اشراء خداوند کردگار کے احکام کا استہزاء اور تمسخر نہ کر سکیں اور خدا کے نام لیوا اپنے مولائے حقیقی کا اطمینان کے ساتھ نام لے سکیں، کفار و فجار چاہے ایمان لائیں یا نہ لائیں مگر احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین کے احکام کے اجراء وتنفیذ میں مزاحمت نہ کر سکیں۔

حضرت یوشع بن نون اور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان اور حضرات انبیاء علیہم الصلوات والتحیات کا جہاد اسی غرض سے تھا اور حضرت مسیح بن مریم قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہونے کے بعد اسی غرض سے دجال اور اس کے لشکر کے ساتھ جہاد فرمائیں گے جیسا کہ مکاشفات یوحنا اور پولوس کے دوسرے خط تہلکیوں کے نام سے مصرح ہے۔ دنیا کی مہذّب سے مہذّب آبادی اگر یہ چاہے کہ بدون حکومت وسلطنت اور بدون دبدبہ وسطوت کے اپنی عزت وناموس کی حفاظت کر سکے تو ناممکن ہے یا کوئی حکومت اگر یہ چاہے کہ اپنی قلمرو سے مراسم قبیحہ اور رسوم باطلہ اور خیالات فاسدہ اور اوہام واہیہ کو بدون سیاست اور انتظام کے مٹا دے تو امکان سے باہر ہے۔

پند ونصیحت بے شک مؤثر ہے لیکن سلیم طبیعتوں کے لیے۔ آپ کتنی ہی اخلاص اور ہمدردی سے بہتر سے بہتر نصیحت فرمائیں لیکن ہٹ دھرم طبیعتیں کبھی اثر پذیر نہیں ہو سکتیں۔ بنی نوع انسان کی طبائع یکساں نہیں۔ کسی کے لیے خدا نے کتاب اتاری اور کسی کے لیے لوہا اُتارا۔ آج اگر ہزار واعظ مل کر یہ چاہیں کہ اپنی تقریر دلپذیر سے کسی قبیح رسم کو مٹا دیں تو نہیں مٹا سکتے مگر ایک شاہی فرمان وقت واحد میں ملک کے اس سرے سے اُس سرے تک اُس برائی کو مٹا سکتا ہے۔

نبی اکرم سیّد ولد آدم خاتم الانبیاء والمرسلین سیّدنا ومولینا محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین کو جب احکم الحاکمین اور شہنشاہ سمٰوات وارضین نے بشیر ونذیر بنا کر عالم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا تو اس وقت آپ بالکل تنِ تنہا تھے نہ کوئی آپ کا معین ومشیر تھا نہ کوئی آپ کا وزیر با تدبیر تھا۔

نبوت ورسالت کا اعلان فرمایا توحید ربانی کی دعوت دی کہ خداوند ذوالجلال کو ایک مانو اور ایک جانو ایک سمجھو، اُسی سے مانگو اُسی کے سامنے جھکو، ہر فحش اور بے حیائی اور ہر بری بات سے روکا اور محاسن اخلاق اور مکارم افعال کی ترغیب دی غرض یہ کہ آپ نے دنیا اور آخرت کی کوئی خیر اور

بھلائی نہ چھوڑی کہ جس کی تعلیم وتلقین اور جس کا حکم نہ کیا ہو اور دنیا اور آخرت کی کوئی برائی ایسی نہیں چھوڑی کہ جس سے منع نہ فرمایا ہو۔'' (سیرتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (حصہ دوم) ص،۱۳ تا ۱۵)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب مرحوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ''جہاد'' کے بارے میں بائیبل مقدس سے اس کے شواہد پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: گذشتہ پیغمبروں نے بھی کافروں کو قتل اور ان کی عورتوں اور بچوں کو قید کیا، اور ان کے اموال کو لوٹا ہے، اور یہ چیزیں شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہیں، یہ بات اُس شخص پر مخفی نہیں ہو سکتی جس نے دونوں عہد کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہوگا، گو اس کی مثالیں اور شواہد بکثرت ہیں، مگر ہم نمونہ کے طور پر چند کے بیان پر اکتفاء کرتے ہیں:

پہلی مثال..... کتاب استثناء باب ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے: ''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے کو اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دینا، اور اگر وہ تجھ کو صلح کا جواب دے، اور اپنے پھاٹک تیرے لیے کھول دے، تو وہاں کے سب باشندے تیرے باجگذار بن کر تیری خدمت کریں، اور اگر وہ تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تجھ سے لڑنا چاہے تو تُو اس کا محاصرہ کرنا، اور جب خداوند تیرا خدا اُسے تیرے قبضہ میں کر دے تو وہاں کے ہر مرد کو تلوار سے قتل کر ڈالنا لیکن عورتوں، اور بال بچوں اور چوپاؤں اور اس شہر کے سب مال اور لوٹ کو اپنے لیے رکھ لینا اور تو اپنے دشمنوں کی اُس لوٹ کو جو خداوند تیرے خدا نے تجھ کو دی ہو کھانا، ان سب شہروں کا یہی حال کرنا جو تجھ سے بہت دُور ہیں، اور ان قوموں کے شہر نہیں ہیں، پر اُن قوموں کے شہروں میں جن کو خداوند..... تیرا خدا میراث کے طور پر تجھ کو دیتا ہے، کسی ذی نفس کو جیتا نہ بچا رکھنا، بلکہ تو ان کو یعنی حتی اور اموری اور کنعانی اور فرزی اور حوی اور یبوسی قوموں کو جیسا خداوند تیرے خدا نے تجھ کو حکم دیا ہے بالکل نیست کر دینا۔ (آیات ۱۰ تا ۱۷)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے چھ ۶ قبائل یعنی حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی اور یبوسی لوگوں کے حق میں یہ حکم دیا تھا کہ ان میں سے ہر جاندار کو تلوار کی دھار سے قتل کیا جائے، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں یا بچے، ان کے علاوہ دوسری قوموں کے لیے یہ حکم دیا گیا کہ پہلے ان کو صلح کی دعوت دی جائے، پھر اگر وہ قبول کر لیں اور اطاعت قبول کریں اور جزیہ ادا کرنا منظور کریں تو بہتر ہے، اور اگر وہ تیار نہ ہوں اور لڑائی کریں تو ان پر فتح حاصل کرنے کے بعد اُن کے مردوں کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے جانوروں اور اموال کو لُوٹ لیا جائے، اور مجاہدین پر تقسیم کر دیا جائے اور یہی معاملہ ان بستیوں کے ساتھ کیا جائے جو ان مذکورہ چھ قبائل سے دور واقع ہوں۔

صرف اکیلی یہ ایک ہی عبارت عیسائیوں کے تمام واہیات اعتراضات کے جواب میں کافی وشافی ہے، علماء اسلام نے، متقدین نے بھی اور پچھلوں نے بھی اس عبارت کو عیسائیوں کے مقابلہ میں نقل کیا ہے، مگر عیسائی ہمیشہ اس کے جواب سے ایسے خاموش رہتے ہیں گویا انہوں نے مخالف کے کلام میں اس عبارت کو دیکھا ہی نہیں اور اس کا جواب ہی نہیں دیتے، نہ اقرار کے ساتھ نہ تاویل کی صورت میں۔

دوسری مثال...... کتاب خروج باب ۲۳ آیت ۲۳ میں ہے: ''اس لیے کہ میرا فرشتہ تیرے آگے آگے چلے گا، اور تجھے اموریوں اور حتیوں اور فرزیوں اور کنعانیوں اور حویوں اور یبوسیوں میں پہنچا دے گا، اور میں ان کو ہلاک کر ڈالوں گا، تو ان کے معبودوں کو سجدہ نہ کرنا، نہ ان کی عبادت کرنا، نہ اُن کے سے کام کرنا، بلکہ تو ان کو بالکل اُلٹ دینا، اور ان کے ستونوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا۔'' (آیات ۲۳،۲۴)

تیسری مثال...... کتاب خروج بات ۳۴ آیت ۱۲ میں انہی چھ ۶ قوموں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ''سو خبردار رہنا کہ جس ملک کو تو جاتا ہے اس کے باشندوں سے کوئی عہد نہ باندہنا، ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے لیے پھندا ٹھہرے، بلکہ تو اُن کی قربانگاہوں کو ڈھا دینا، اور اُن کے (ستونوں) کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور انکی سیرتوں کو کاٹ ڈالنا۔''

چوتھی مثال...... کتاب گنتی باب ۳۳ آیت ۵۱ میں ہے: ''بنی اسرائیل سے یہ کہہ دے کہ جب تم یردن کو عبور کر کے ملک کنعان میں داخل ہو تو تم اس ملک کے سب باشندوں کو (وہاں سے نکال دینا) اور ان کے شبیہ دار پتھروں کو اور اُن کے ڈھالے ہوئے بتوں کو توڑ ڈالنا اور ان کے (سب اونچے مقاموں) کو مسمار کر دینا۔''

آگے آیت ۵۵ میں ہے: ''لیکن اگر تم اس ملک کے باشندوں کو (اپنے آگے سے دور نہ کرو) تو جن کو تم باقی رہنے دوگے وہ تمہاری آنکھوں میں خار اور تمہارے پہلو میں (کانٹے) ہونگے اور اُس ملک میں جہاں تم بسوگے تم کو دق کریں گے، اور آخر کو یوں ہوگا کہ جیسا میں نے ان کے ساتھ کرنے ارادہ کیا ویسا ہی تم سے کروں گا۔'' (آیات ۵۵،۵۶)

پانچویں مثال...... کتاب استثناء باب ۷ آیت ۱ میں ہے: ''جب خداوند تیرا خدا تجھ کو اس ملک میں جس پر قبضہ کرنے کے لیے تو جارہا ہے پہنچا دے، اور تیرے آگے سے ان بہت سی قوموں کو یعنی حتیوں اور جرجاسیوں اور اموریوں اور کنعانیوں اور فرزیوں اور حویوں اور یبوسیوں کو جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں (نکال دے) اور جب خداوند تیرا خدا ان کو تیرے آگے شکست دلائے اور تو اُن کو مارلے تو تُو ان کو بالکل نابود کر ڈالنا تو ان سے کوئی عہد نہ باندھنا، اور نہ اُن پر رحم کرنا بلکہ تم

ان سے یہ سلوک کرنا کہ ان کے مذبحوں کو ڈھا دینا، ان کے (ستونوں) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا، اور ان کی یسیرتوں کو کاٹ ڈالنا، اور ان کی تراشی ہوئی مورتیں آگ میں جلا دینا۔'' (آیات ۱تا۵)

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سات قوموں کی نسبت یہ حکم دیا تھا کہ ان کے ہر جاندار کو قتل کیا جائے، اور قطعی اُن پر رحم نہ کیا جائے، نہ ان سے کوئی معاہدہ کیا جائے، ان کے مذبح خانوں کو برباد اور بتوں کو توڑ دیا جائے، اور بتوں کو آگ لگا دی جائے، عبادتوں کو موقوف کیا جائے، اور اُن کی بربادی میں کوئی کسر باقی نہ رکھی جائے، اور یہ بھی کہہ دیا کہ اگر تم ان کو ہلاک نہیں کرو گے تو میں پھر تمھارے ساتھ وہی معاملہ کروں گا جو اُن کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا تھا، ان سات اقوام کی نسبت یہ بھی کہا گیا کہ جو ساتوں قومیں تجھ سے بڑی اور زور آور ہیں۔'' ادھر کتاب گنتی کے باب ا میں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ بنی اسرائیل کے ان لوگوں کی تعداد جو لڑنے کے لائق اور بیس ۲۰ سال یا اس سے زیادہ عمر تک کے تھے چھ لاکھ تین ہزار پانچ سو پچاس تھی، اور لاوی کی اولاد مرد ہوں یا عورت اسی طرح باقی گیارہ خاندان کے لوگ اور وہ مرد جن کی بیس ۲۰ سال سے کم عمر تھی وہ اس شمار سے خارج ہیں، اس لیے اگر ہم تمام بنی اسرائیل کی تعداد کو ملحوظ رکھیں اور متروک مردوں عورتوں کو بھی شمار کئے گئے افراد کے ساتھ شامل کرلیں تو پچیس لاکھ یعنی ڈھائی ملین سے کسی حال میں کم نہیں ہوں گے، اور یہ سات قومیں جب تعداد میں بھی ان سے زیادہ اور قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے تو یقیناً ان کی تعداد بنی اسرائیل کے شمار سے زیادہ ہوگی۔''

چھٹی مثال ...... کتاب خروج باب ۲۲ آیت ۲۰ میں یوں ہے کہ: ''جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چڑھائے بالکل نابود کر دیا جائے۔''

ساتویں مثال ...... جس شخص نے بھی کتاب استثناء باب ۱۳ کا مطالعہ کیا ہوگا، وہ خوب جانتا ہے کہ غیر اللہ کی عبادت کی دعوت دینے والا خواہ وہ نبی ہی کیوں نہ ہو واجب القتل ہے اسی طرح بتوں کی پرستش کی دعوت دینے والے کو سنگسار کیا جانا ضروری ہے خواہ وہ رشتہ دار یا کوئی دوست ہی کیوں نہ ہو اور اگر کسی بستی کے لوگ ایسا کریں تو سب کے سب واجب القتل ہیں، یہاں تک کہ اُن کے جانور بھی ہتھیاروں کی دھاروں سے قتل کئے جائیں، اور بستی کو آگ لگا دی جائے، اور اس کی املاک واموال کو بھی ایسا ڈھیر بنا دیا جائے کہ پھر نہ بن سکے،

آٹھویں مثال ...... کتاب استثناء باب ۱۷ آیت ۲ میں ہے: ''اگر تیرے درمیان تیری بستیوں میں جن کو خداوند تیرا خدا تجھ کو دے کہیں کوئی مرد یا عورت ملے جس نے خداوند تیرے خدا کے حضور یہ بدکاری کی ہو کہ اس کے عہد کو توڑا ہو اور جا کر اور معبودوں کی یا سورج یا چاند یا اجرام فلک میں سے

کسی کی جس کا حکم میں نے تجھ کو نہیں دیا، پوجا اور پرستش کی ہو، اور یہ بات تجھ کو بتائی جائے، اور تیرے سننے میں آئے تو تُو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور قطعی طور پر ثابت ہو جائے کہ اسرائیل میں ایسا مکروہ کام ہوا تو تُو اس مرد یا اُس عورت کو جس نے یہ بُرا کام کیا ہو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور ان کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائیں۔''

نویں مثال...... کتاب خروج باب ۳ آیت ۲۱ میں ہے: ''اور میں ان لوگوں کو مصریوں کی نظر میں عزت بخشوں گا، اور یوں ہو گا کہ جب تم نکلو گے تو خالی ہاتھ نہ نکلو گے، بلکہ تمھاری ایک ایک عورت اپنی اپنی پڑوسن سے اور اپنے اپنے گھر کی مہمان سے سونے چاندی کے زیور اور لباس مانگ لے گی، ان کو تم اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پہناؤ گے، اور مصریوں کو لوٹ لو گے۔ (آیات ۲۱، ۲۲)

پھر اسی کتاب کے باب ۱۲ آیت ۳۵ میں ہے: ''اور بنی اسرائیل نے موسیٰ کے کہنے کے مطابق یہ بھی کیا کہ مصریوں سے سونے چاندی کے زیور اور کپڑے مانگ لیے، اور خداوند نے ان لوگوں کو مصریوں کی نگاہ میں ایسی عزت بخشی کہ جو کچھ انھوں نے مانگا انھوں نے دیدیا، سو انھوں نے مصریوں کو لوٹ لیا۔'' (آیات ۳۵، ۳۶)

اب جب کہ بنی اسرائیل کی تعداد اس قدر تھی جتنی کہ گزشتہ مثال میں معلوم ہو چکی ہے، اور ان کے ہر مرد و عورت نے مصریوں سے مستعار چیزیں لیں، تو مستعار لی ہوئی اشیاء کی مقدار و تعداد کا تمار یقین احاطہ سے خارج ہے، جس طرح خدا نے ان سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ تم مصر کو لوٹو گے، پھر دوبارہ خبر دی کہ مصریوں کو لوٹا، مگر خدا نے لوٹنے کے لیے مکاری اور فریب دہی کو جائز کر دیا، جو سراسر ظاہر میں غدر اور دھوکہ ہے۔

دسویں مثال...... کتاب خروج باب ۳۲ آیت ۲۵ میں بچھڑے کی پرستش کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''جب موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے دیکھا کہ لوگ (عریاں) ہو گئے، کیوں کہ ہارون علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کو (ننگا کر کے) ان کو ان کے دشمنوں کے درمیان ذلیل کر دیا، تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے لشکر گاہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا جو جو خداوند کی طرف ہے وہ میرے پاس آ جائے، تب سب بنی لاوی اس کے پاس جمع ہو گئے، اور اس نے ان سے کہا کہ خداوند اسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ تم اپنی اپنی ران سے تلوار لٹکا کر پھاٹک پھاٹک گھوم کر سارے لشکر گاہ میں اپنے اپنے بھائیوں اور اپنے اپنے ساتھیوں اور اپنے اپنے پڑوسیوں کو قتل کرتے پھرو، اور بنی لاوی نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے کہنے کے موافق عمل کیا، چنانچہ اس دن لوگوں میں سے قریباً (تیس ہزار) مرد کھیت آئے۔'' یاد رکھئے؛ کہ عربی ترجمہ مطبوعہ ۱۸۳۱ء و ۱۸۴۴ء و ۱۸۴۸ء جس سے میں نے یہ عبارت نقل کی ہے اس

میں ''تیئیس ہزار'' ہی کا لفظ ہے،

گیارہویں مثال...... کتاب گنتی باب ۲۵ میں ہے کہ بنی اسرائیل نے جب موآب کی بیٹیوں سے زنا کیا، اوران کے بتوں کو سجدہ کیا، تو خدا نے ان کے قتل کا حکم دیا، پھر موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اُن کے چوبیس ہزار آدمی قتل کیے۔

بارہویں مثال...... جس شخص نے کتاب گنتی باب ۳۱ کا مطالعہ کیا ہوگا، اس پر یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے فیخاس بن عاذار کے ہمراہ بارہ ہزار آدمیوں کا لشکر اہل مدین سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا، پھر انھوں نے لڑکر اُن پر غلبہ حاصل کرلیا، اوران کے تمام مردوں کو، نیز پانچ بادشاہوں اور بلعام کو بھی قتل کیا، اوران کی عورتوں، بچوں اور تمام جانوروں کو قید کیا، بستیوں اور شراب خانوں اور شہروں کو آگ لگا کر خاکستر کرڈالا، پھر جب وہ واپس لوٹے تو موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ان پر غضب ناک ہوئے کہ تم نے عورتوں کو زندہ کیوں چھوڑا؟ پھر ہر نابالغ بچے اور ہر شادی شدہ عورت کے قتل کا حکم دیا، اور کنواریوں کے چھوڑنے کا، پرانھوں نے حکم کے مطابق عمل کیا، صرف مالِ غنیمت سے حاصل ہونے والی بکریوں کی تعداد چھ لاکھ پچھتر ہزار تھی، نیز بہتّر ہزار بیل، اکسٹھ ہزار گدھے، اور بتیس ہزار کنواری لڑکیاں تھیں، اور ہر مجاہد کو جانوروں اور انسانوں کے سوا وہ سب مال دیدیا گیا جو اُس نے لوٹا تھا، جس کی مقدار اس باب میں کچھ واضح نہیں کیگئی اس کے علاوہ ہزاروں اور سینکڑوں کے افسران نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام اور عاذار کو جو سونا پیش کیا اس کی مقدار سولہ ہزار سات سو پچاس مثقال تھی، اور جب کہ صرف کنواری لڑکیوں کی تعداد بتیس ہزار تھی، تو مقتول مردوں کا اندازہ آپ خود کرسکتے ہیں کہ کس قدر ہوں گے؟ بوڑھے ہوں خواہ جوان، یا بچے اور شادی شدہ عورتیں۔

(بائبل سے قرآن تک، ص، ۴۵۵ تا ۴۶۴) ''جہاد'' کے حوالے سے اکیسویں مثال کے ذیل میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی صاحب ؒ لکھتے ہیں کہ: ''عبرانیوں کے نام خط کے باب ۱۱ آیت ۳۲ میں ہے: ''اب اور کیا کہوں؟ اتنی فرصت کہاں کہ جدعون اور برق اور شمعون اور افتاہ اور داؤد اور سموئیل اور نبیوں کا حال بیان کروں؟ انھوں نے ایمان ہی کے سبب سے سلطنتوں کو مغلوب کیا، راست بازی کے کام کئے، شیروں کے مُنہ بند کئے، آگ کی تیزی کو بجھایا، تلوار کی دھار سے بچ نکلے، کمزوری میں زورآور ہوئے، لڑائی میں بہادر بنے، غیروں کی فوجوں کو بھگا دیا۔'' (آیات ۳۲ تا ۳۴)

''مقدس'' پولس کے کلام سے یہ بات صاف ہوگئی کہ ان پیغمبروں کا ان لوگوں کو مغلوب کرلینا، اوران کی آگ کو بجھا دینا اور تلوار کی دھار سے نجات پانا اور کافروں کے لشکروں کو شکست دینا، نیکیوں میں شمار کیا گیا ہے، نہ کہ گناہ کی قسم میں، جس کا منشاء ایمانی قوت ہے، اور خدائی وعدوں

کی تکمیل، نہ کہ قساوتِ قلبی اور ظلم۔'' (بائبل سے قرآن تک، ص، ۴۶۸) اسی طرح ''بائبل سے قرآن تک'' کے صفحہ ۴۷۰ پر مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، کہ: ''گذشتہ شریعت کے تمام عملی احکام کے لیے ضروری نہیں کہ آنے والی شریعت میں بھی وہ بعینہٖ باقی رہیں، بلکہ یہ بھی ضروری نہیں کہ عملی احکام کسی ایک شریعت میں ہمیشہ یکساں رہیں، بلکہ ہوسکتا ہے کہ مصالح اور زمانہ اور مکلفین کے بدل جانے سے وہ احکام بالکل بدل جائیں، یہ تفصیل باب ۳ میں کافی سے زیادہ قارئین کو معلوم ہوچکی ہے، لہٰذا شریعت موسویہ میں ''جہاد'' ایسے شنیع ظلم والے طریقوں کے ساتھ مشروع تھا، جس کی مشروعیت شریعتِ عیسوی میں باقی نہیں رہی، بنی اسرائیل کو بھی جہاد کا حکم مصر سے نکلنے کے بعد ہوا تھا، اس سے قبل جہاد کی ان کو اجازت نہ تھی۔ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے نزول کے بعد دجّال اور اس کے لشکر کو قتل کریں گے، جس کی تصریح تھسلنیکیوں کے نام دوسرے خط کے باب ۲ اور مشاہدات کے باب ۱۹ میں موجود ہے۔ (بائبل سے قرآن تک، ص، ۴۷۰، ۴۷۱)

بِشپ صاحب! یہ بہت ممکن ہے، کہ مذکورہ بالا جتنے حوالہ جات میں نے ''جہاد'' اور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے نقل کیے ہیں، وہ محض اس لیے آپ کے یہاں قبول نہ ہوں، کہ یہ اہل اسلام کی کتب کے حوالہ جات ہیں۔ لیکن ممکن ہے، کہ آپ بائبل مقدس کے مذکورہ بالا حوالہ جات اور غیر مسلم مصنف آرڈبلیو اسکاٹ کے اِن الفاظ سے صرفِ نظر نہ کرسکیں۔ ''اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ دنیا کے بیشتر مذاہب تلوار اور طاقت کے بل بوتے پر پھیلائے گئے۔ اسپین میں مسلمانوں کی حکومت کو ختم کرکے مسلم آبادی کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔

اس کے برعکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حکمت عملی اختیار کی وہ انسانی تاریخ کا روشن ترین باب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی برتری، عناد، دشمنی، تعزیری اور انتقامی سزاؤں کے بغیر میدان کارزار میں بہادری کے ابواب تحریر کیے کھلی جنگ میں کوئی گھٹیا اور پست حربہ اختیار نہیں کیا۔'' (Islam and its founder 1875) (تجلیات سیرت ﷺ، ص، ۱۴۸)

ایک اور یورپی مصنف لین پول فتحِ مکہ کے تاریخی واقعہ پر لکھتا ہے، کہ: ''حقائق سخت ہوتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دن اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور جوان کی عظیم ترین فتح تھی۔ وہی دن دراصل محمد ﷺ کی ذات اور انسانیت کی عظیم ترین فتح کا دن تھا۔ آپ ﷺ نے مکہ کے لوگوں کو عام معافی دیدی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کے ناقابل بیان مظالم اور اذیتوں کا آپ ﷺ نشانہ بنے رہے تھے۔ انسانی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی جس طرح محمد ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوئے دنیا کا کوئی فاتح اس طرح مفتوحہ شہر میں داخل نہیں

ہوا'' ملاحظہ ہو (Studies in Mosque)(تجلیات سیرت ﷺ ص ۱۶۰)

باقی آپ کا اپنے بارے میں یہ فرمانا کہ: ''ہم امن پسند ہیں'' جی ہاں جناب! آپ کی ''امن پسندی'' کے ڈنکے تو دنیا میں ہر طرف بج رہے ہیں، اور آپ کی ''امن پسندی'' کو ماضی اور حال کے مسلمان اچھی طرح جانتے ہیں۔ خصوصاً حالیہ واقعات کی روشنی میں عراق، افغانستان، غزہ اور دیگر اسلامی ریاستوں کے بے گناہ مسلمان، بہن، بھائی، اور معصوم بچوں کا خونِ ناحق آپ کی ''امن پسندی'' کے کھلے ہوئے ثبوت ہیں۔ اور اب آپ کے خط کا یہ حصّہ۔ آپ لکھتے ہیں:

''قرآن کی حقیقت وقوانین: آپ نے جناب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مصلوبیت کو اپنی بیان کردہ قرآن کے مطابق، مسیحی عقیدہ کفارہ بلکہ نجات کے واحد راستے سے اور سچائی سے روپوشی ہے۔ میرے اس خط سے یقیناً آپ کا اسلام تو خطرے میں پڑ جائے گا، اور یقیناً عدالتوں کی گھنٹیاں بھی بجنے لگے گی۔ لیکن انجیل مقدس میں لکھا ہوا ہے ''جان دینے تک وفادار رہ تو میں تجھے زندگی کا تاج دوں گا۔'' (مکاشفہ ۲:۱۰)

آپ جناب نے انتہائی دانشمندی اور پوشیدہ انداز میں (اسلام کے خلاف پمفلٹوں پر عدالتوں سے رجوع کو دین اسلام کی تعلیم کا بہترین اُصول اور ضابطہ کہہ کر) دھمکی بھی دے دی ہے اور اسکے پس منظر میں C-295 کا بے ایمانہ اور غلط قانون ہے۔ پاکستان میں اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کیساتھ ناانصافیوں کا انتہائی منحوس، کالا اور اذیت ناک قانون کا بنایا جانا، درحقیقت اسلام کی مذہبی اقدار کا انتہائی کمزور ہونا ہے، کیوں کہ اگر اقلیتوں کو مکمل تبلیغی سرگرمیوں کی اجازت دے دی گئی تو آپ کے پلے کچھ نہیں رہے گا۔ اس لیے آپ حضرات فکرمند اور پریشان ہی کیوں کہ آپ اپنی اندرونی کیفیت سے بخوبی واقف ہیں، اس لیے آپ ننگی لٹکتی ہوئی تلوار (C-295) سے اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کو تعصب، رنگ ونسل کا نشانہ بنا کر اپنی کمزور اسلامی اقدار کو ملکِ پاکستان میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔

''مذہبی جنون: C-295 یعنی گستاخِ رسول کے کالے قانون کا استعمال آج تک مسلمان بھائیوں نے صرف اپنے ذاتی وکاروباری رقابتوں اور اقلیتی بھائیوں کی ترقی کو تنزلی میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے، جس کو بڑی مکاری وعیاری سے اور مذہبی جنون وجوش کا نام دیکر، مسلمان بھائی اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کا قلع قمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ کیوں کہ بقول آپ کے یورپین ممالک میں بھی ایسے قوانین ہیں، لیکن آج تک وہاں کسی مسلمان سے ذاتی دشمنی کے لیے ان قوانین کا استعمال کی مثال نہیں ملتی یقیناً یورپ میں اخلاقی آزادی اور سیکولرازم کے نام پر بہت کچھ کیا کیا ہوتا ہے، لیکن اس کے باوجود ان کی ہر میدان میں کامیابی اور ترقی کسی سے پوشیدہ نہیں اس کی بنیادی وجہ ان کی مذہبی اقدار کی مضبوطی ہے، جس کو سہارا دینے کے لیے C-295 جیسے کالے

قوانین اور بیساکھیوں کی ضرورت نہیں جیسا کہ اس ملک میں ہے۔

اس لیے جناب سابق یوئیل کندن صاحب اگر واقعی آپ کو تبلیغ کرنے کا شوق ہے تو بات کرنے کے ساتھ بات سننے کا حوصلہ بھی رکھیں اور اس بات کو یاد رکھیں کہ......

''تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟ اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریاکار پہلے اپنی آنکھ میں شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گا۔ (متی ۷:۳۔۵)''

بشپ صاحب بحیثیت راہنما آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں، کہ بائبل کے بعض ابواب ایسے ہیں، کہ ان میں انبیاء کرام علیہم السلام جیسی مقدس اور پاکباز ہستیوں سے منسوب ایسے شرمناک اور بیہودہ داستانیں درج ہیں، کہ اِنھیں عام شرافت انسانی سے بھی تصور نہیں کیا جا سکتا، اس لیے ایمان اور عقیدت اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں، کہ انبیاء کرام علیہم جیسی عظیم اور مقدس ہستیاں، جو انسانی ہدایت کا ذریعہ اور راہنما ہوا کرتی ہیں، ان کی ذات پر کھلنے والی ہر بدزبان کو مکمل طور پر بند رکھنے کے لیے وہ شرعی قوانین جو قرآن وحدیث میں موجود ہیں، لاگو کیے جائیں، تاکہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا مستقل اور مکمل تحفظ قیامت تک کے لیے برقرار رہے۔

حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ''جو شخص حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے یا آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی نبی کی شان میں چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر اسے قتل کیا جائے گا، اور اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص،۱۱۷)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' میں رقم طراز ہیں: ''جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی، مسلمان ہو یا کافر اس کو قتل کرنا واجب ہے، اور یہ عام اہل علم کا مسلک ہے۔ پھر انہوں نے ابوبکر ابن المنذر کا وہ کلام نقل کیا ہے جو قاضی عیاضؒ نے کتاب الشفاء میں لکھا ہے پھر شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے فرمایا کہ ابوبکر فارسی' جو کہ امام شافعیؒ کے ساتھیوں میں سے ہیں، نے اس بات پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اس کی سزا قتل ہے۔ یہ اجماع جو انہوں نے بیان کیا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعینؒ کے زمانہ کے اجماع پر محمول ہے یا اس سے ان کی مراد مسلمانوں کا وہ اجماع ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا مسلمان یا کافر ہے تو اس کو قتل کرنا واجب ہے۔'' یہی اہل اسلام کا مذہب ہے۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص،۱۵۲)

بشپ صاحب یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے، کہ اُوپر مذکورہ اس شرعی حکم میں دو جگہ یہ بات منقول

ہے، کہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والا مسلمان ہو یا کافر اُسے قتل کیا جائے گا، یعنی اس ''حد وسزا'' کے دائرے میں غیر مسلم ہی نہیں خود مسلمان بھی آتے ہیں، اس لیے آپ کے اس کہنے کی کوئی حیثیت نہیں، کہ:

> ''اس لیے آپ ننگی لٹکتی تلوار (295-C) سے اقلیتوں (بالخصوص مسیحیوں) کو تعصب، رنگ ونسل کا نشانہ بنا کر اپنی کمزور اسلامی اقدار کو ملکِ پاکستان میں محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔''

قانون توہین رسالت (ﷺ) کیوں؟ اور کس لیے ضروری ہے، ملاحظہ ہو: ''چوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ اور اسوہ حسنہ ایک نمونہ کامل کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے اسلام کی اساسی تعلیمات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم لازمی حیثیت اختیار کر گئی ہے اور اس لیے ہر اس بات اور عمل کو، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات پر حرف گیری کا شائبہ تک بھی ہو، سختی سے منع کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اور امت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت ورحمت بے مثال رہی ہے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل تھا کہ اپنے دور میں، جو اسلام کے آغاز اور ارتقاء کا دور تھا، اس سلسلے میں سختی ونرمی اور عفو درگزر کی ایسی مثالیں قائم فرمائیں جو اس وقت کے حالات سے مناسبت رکھتی ہوں لیکن امت مسلمہ کے کسی فرد کا یہ حق کبھی تسلیم نہیں کیا گیا کہ وہ اس ضمن میں خود اس قسم کی حرکتوں میں معافی نامہ جاری کر سکے۔ امت کا مفاد بھی اس کا متقاضی ہے کہ اس عظیم ترین مرکزی شخصیت کے حقوق اور مفادات کا دفاع کرے تاکہ معاشرے میں امن وامان برقرار رہے اور افراد کی اصلاح کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس مثالی شخصیت کے ساتھ عقیدت ومحبت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہو۔ عشق رسول لازمہ ایمان ہے اور ہر مسلمان کے رگ وپے میں خون کی طرح جاری وساری ہے۔ حقیقی مسلمان کبھی بھی یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی دریدہ دہن شان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی گستاخی کا بھی مرتکب ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان نے بھی اپنے خونی رشتے داروں کے ضمن میں چشم پوشی یا عفو درگزر سے تو کام لیا ہوگا، مگر ختم المرتبت، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کبھی بھی وہ رو ورعایت کا روادار نہیں ہوا، اس لیے اس بات کی سخت ضرورت تھی کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون میں جہاں حدود وقصاص اور تعزیرات کے ضمن میں جرائم کی مختلف اقسام کے لیے سزائیں موجود ہیں، ان میں گستاخ رسالت مآب کے لیے قرار واقعی سزا موجود ہوتا کہ نہ امن وامان کا کوئی مسئلہ کھڑا ہو اور نہ فدایان رسول کسی آزمائش سے دوچار ہوں۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص ۲۳، ۲۴)

بشپ صاحب! آپ کہتے ہیں کہ

:''295-C یعنی گستاخِ رسول کے کالے قانون کا استعمال آج تک مسلمان بھائیوں نے صرف اپنے ذاتی وکاروباری رقابتوں اور اقلیتی بھائیوں کی ترقی کو تنزلی میں تبدیل کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔''

لیکن! جناب والا حقیقت آپ کے مذکورہ بالا بیان سے بالکل مختلف ہے، اور وہ یہ ہے کہ: ''پاکستان کے چند شر پسند متعصب عیسائی یہود اور ہنود کی بھیانک سازش کے تحت اسلامی مملکت پاکستان میں اسپین کی تاریخ دہرانا چاہتے ہیں تا کہ اس ملک کی بنیادوں کو بھی متزلزل کر دیا جائے۔ چنانچہ محکمہ فشریز کا عیسائی اسسٹنٹ ڈائریکٹر انور کینتھ نے اپنے علاقے کے انسپکٹر پولیس کو خط بھیجا جس میں رسول کریم ﷺ کو شرمناک گالیاں لکھی ہوئی تھیں جس پر توہین رسالت کے جرم 295-C میں چالان عدالت ایڈیشنل سیشن جج لاہور میں پیش کر دیا گیا۔ جج موصوف نے ملزم کو جرم کی نوعیت اور اس کی سزا سے آگاہ کرنے کی کوشش کی مگر اس بد بخت نے عدالت میں بھی حضور اکرم ﷺ کو گالیاں دیں۔ عدالت نے پوری طرح اطمینان کرنے کے بعد کہ ملزم ذہنی طور پر پاگل نہیں ہے اس کے خلاف توہین رسالت کے جرم کے تحت کاروائی شروع کی۔ ملزم کو اپنی صفائی اور معاونت کے لیے حکومت کی طرف سے بلا معاوضہ وکیل فراہم کرنے کی پیش کش کی گئی لیکن اس نے صفائی پیش کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ بالآخر اسے قانون کے مطابق سزا دے کر اس کا کیس ہائی کورٹ لاہور میں بطور ریفرنس بھیج دیا گیا۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص، ۲۵۹، ۲۶۰)

''اسی طرح ایک نوجوان مسلمان وجیہ الحسن کو عیسائی بنانے کے بعد یوسف مسیح کے نام سے جو خطوط علماء اور خود راقم کو بھیجے گئے اس میں پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ایسی ننگی گالیاں لکھی گئی ہیں جو ایک مسلمان تو کیا کسی غیر مہذب شخص کے لیے بھی نا قابل برداشت ہیں۔ عدالت سیشن جج سے سزا کے بعد اس کا کیس ہائی کورٹ توثیق کے لیے بھیج دیا گیا۔ پاکستان کی رواداری اور مذہبی آزادی کے باوجود ایک عیسائی گروہ تہذیبوں کے نام پر فتنہ اور فساد وبرپا کرنا چاہتا ہے کیوں کہ وہ ایک نظریاتی اسلامی ملک کو عیسائیت کے لیے خطرناک سمجھتے ہیں۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص، ۲۶۰)

بشپ صاحب! اس کے ساتھ ساتھ آپ کے علم میں یہ بات بھی ہونی چاہیے کہ: ''قانون توہین انبیاء علیہم السلام دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں تھوڑی بہت معمولی تبدیلیوں کے ساتھ نافذ رہا ہے۔ نیو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق اکثر مشرقی اور یورپی ملکوں میں ''بلاس فیمی'' لا کسی نہ کسی

صورت قابل مواخذہ جرم رہا ہے، آسمانی صحائف کو ماننے والی اقوام جہاں بھی حکمران رہی ہیں وہاں توہین رسالت کی سزا، سزائے موت پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے۔'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص، ۲۱۸) لہٰذا: ''مسیحی برادری کو تو قانون توہین رسالت کا خوش دلی سے خیر مقدم کرنا چاہیے تھا۔ کیوں کہ اس قانون کی رو سے جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام جنہیں عیسائی اور مسلمان سب ہی اپنا پیغمبر برحق مانتے ہیں۔ ان کی شان میں گستاخی اور اہانت قابل تعزیر جرم بن گیا ہے اور ان کی اہانت اور توہین کی وہی سزا مقرر ہے جو خاتم الانبیاء حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں گستاخی کی سزا ہے۔ مسلمان ان تمام پیغمبر کرام کا اسی طرح احترام کرتے ہیں جیسا کہ یہودی اور عیسائی اپنے پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں، اس لیے وہ ان کے بارے میں کسی قسم کی گستاخی کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ان پیغمبروں کے علاوہ اسلام کے احکام کے مطابق مسلمانوں کو دیگر مذاہب کے پیشواؤں کے خلاف بھی اہانت کی اجازت نہیں اور نہ ہی انہوں نے آج تک ایسی شرارت کی ہے۔

اسی کتاب میں ہم نے یہودی فلم ساز مارٹن اسکورسس کی انتہائی شرمناک فلم ''مسیح کی آخری ترغیب جنسی'' (The Last Temptation of Christ) کا تفصیلی ذکر کیا ہے، جو سال ۱۹۹۸ء میں لندن کے سینما گھروں میں دکھلائی جارہی تھی، جس میں معاذ اللہ جناب مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک طوایف کے ساتھ تعلقات کے مناظر دکھلائے گئے ہیں۔ میں ان دنوں لندن میں مقیم تھا۔ ہماری دینی حمیت اسے برداشت نہ کرسکی، چنانچہ ہماری اس اپیل پر، کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف عیسائیوں ہی کے نہیں بلکہ مسلمانوں کے لیے بھی واجب الاحترام پیغمبر ہیں لہٰذا اس فلم کی نمائش بند ہونی چاہیے۔ لندن میں مسلمانوں نے خاموش احتجاجی مظاہرے کیے، جس پر بالآخر وہ فلم فلاپ ہوگئی۔

مسیحی برادری اور اقلیتی فرقوں کے رہنماؤں اور ان کے پیروکاروں کی نیت پر ہمیں شبہ نہیں۔ جب وہ ہمارے پیغمبر کی توہین اور گستاخی نہیں کریں گے تو پھر انہیں ڈر اور خوف کس بات کا ہے۔ کیا قانون بلاوجہ ان کے خلاف حرکت میں آجائے گا یا پھر پاکستان کی عدلیہ بے گناہ لوگوں کو جو توہین رسالت کے مجرم نہیں، پھانسی کی سزا سنائے گی یا وہ پاکستان میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف گستاخی اور توہین کے لیے کھلا لائسنس طلب کر رہے ہیں؟ جب ان میں سے کوئی بات بھی قرین قیاس نہیں تو پھر اس قانون کی منسوخی کے مطالبہ کا آخر کیا جواز باقی رہ جاتا ہے؟'' (ناموس رسول ﷺ اور قانون توہین رسالت، ص، ۵۳، ۵۴)

اور اب آپ کے خط کی آخری سطور:

آپ اور آپ کے مدارس: ''اس ملک میں دینی مدارس اور اداروں کا فرض اور فعل یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ کمزور اسلامی اقدار کو ڈھانکنے کے لیے خود کوئی ضابطۂ حیات وجود میں لاتے تا کہ امن اور سلامتی کی جانب یہ ملک گامزن ہوتا لیکن اس کے برعکس یہ مدارس و ادارے اقلیتوں اور بالخصوص مسیحیوں کے خلاف تعصب کو ہوا دینے والی بھرپور کتب کو تحریر کرنے اور فسادات کو پھیلانے والا جہاد کا فلسفہ وجذبہ عوام میں غلط طریقے سے اُبھارنے میں اپنی ساری توانیاں صرف کرنے میں مصروف ہیں جو کہ درحقیقت اسلام کے واضح پہلوؤں اور آئین کے ہی عین مطابق ہے۔

آخر میں امید ہے آپ جناب وسعتِ دل سے اس کڑوے خط کی سچائیوں کو قبول کرتے ہوئے اور اس خط کو عوام میں اشتعال دلانے کے لیے استعمال نہ کرتے ہوئے میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں، بیشک آپ اپنی مرضی کے مطابق وقت اور مقام کا تعین کریں اس مناظرے میں مکمل مذہبی کے ساتھ دلائل بازی کی اجازت ہوتا کہ روبرو ہوتے ہوئے آپ سچائی سے واقف ہوں جو کہ آپ کو آزاد کروائے گی، دوسری صورت میں آپ میرے ای میل یا ویب سائٹ پر میرے ساتھ رابطہ کر سکتے ہیں تا کہ ہم تعصب کی لعنتی بیماری سے نجات حاصل کرتے ہوئے اور 295-C جسے کالے قوانین کا خاتمے کے لیے مل کر آواز اُٹھائیں اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرتے ہوئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیں اور اس ملک میں اقلیت اور اکثریت مل جل کر پُر امن طور پر بھائیوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے لیے ایک مثال بنیں۔''

بشپ صاحب! جس طرح دنیاوی تعمیر وترقی اور مادی فوائد ووسائل کے لیے معاشرے کے بچے، بچیاں، اسکول، کالج اور یونیورسٹیوں کا رخ کرتے ہیں، اسی طرح ''روحانی'' تعمیر وترقی کے لیے ان مدارس دینیہ میں قال اللہ قال رسول (ﷺ) کی پاکیزہ تعلیمات دی جاتی ہیں، تا کہ یہاں کا فارغ التحصیل طالب علم معاشرے کے ذمہ دار فرد کی حیثیت سے معاشرے کے مختلف شعبوں میں وقتاً فوقتاً ہونے والے بگاڑ وکمزوریوں کی نشاندہی کرے، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا حل پیش کرے۔

اس لیے مدارس دینیہ کے جتنے بھی شعبے تعلیم وتعالم سے منسلک ہیں، ان سب کا مقصد معاشرے کی دینی بنیادوں پر اصلاح وتربیت ہے، اس لیے اُمید کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا سطور سے آپ کو مدارس دینیہ کا ''فرض وفعل'' سمجھ آ گیا ہوگا۔ نیز یہ کہ آپ اپنے خط کے مندرجات سے خود بھی مطمئن نہیں، اور اس کا واضح ثبوت آپ کے خط کے یہ الفاظ ہیں، جس میں مشورہ دیتے ہوئے آپ مجھے لکھتے ہیں کہ:

''اس کڑوے خط کی سچائیوں کو قبول کرتے ہوئے اور اس خط کو عوام میں اشتعال دلانے کے لیے استعمال نہ کرتے ہوئے میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں۔''

لہٰذا آپ کو بخوبی اندازہ ہے، کہ آپ نے آں حضرت ﷺ اور اہل اسلام پر بے بنیاد اور حق پوشی کرتے ہوئے، اشتعال دلانے والی باتیں کی ہیں۔ اگر آپ اپنے عقائد ونظریات میں حق بجانب ہوتے، تو اپنے خط کی ہر بات کو دلائل وبراہین سے ثابت کرتے، نا کہ، اپنے خط میں، عیاری مکاری، کم ظرفی، منافقت، منافق اور اس سے ملتے جلتے الفاظ لکھ کر مغلظات کہتے، ویسے بھی مذہبی عہدوں پر فائز لوگوں کے مُنہ سے ایسے الفاظ کی ادائیگی، ان کے شایانِ شان نہیں ہوا کرتی۔ رہا آپ کا یہ فرمان کہ:

''ہم تعصب کی لعنتی بیماری سے نجات حاصل کرتے ہوئے اور 295-C جیسے کالے قوانین کا خاتمے کے لیے مل کر آواز اُٹھائیں اور ایک دوسرے کے مذہب کی عزت کرتے ہوئے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیں اور اس ملک میں اقلیت اور اکثریت مل جل کر پُر امن طور پر بھائیوں کی طرح رہیں اور دوسروں کے لیے ایک مثال بنیں۔''

بحیثیت نومسلم میرے تجربے اور مشاہدے کی بات ہے، کہ اس ملک پاکستان میں جس قدر ''مذہبی آزادی'' کے ساتھ مسیحی اقلیت ''امن اور سلامتی'' کے ساتھ رہ رہی ہے، اس کی مثال ملنا مشکل ہے، دور نہ جائیں پڑوسی ملک بھارت میں، کتنے ہی چرچوں پر ہندو جنونیوں نے حملے کر کے آگ لگائی، کتنے ہی حملے مسیحی مشنریوں کی خواتین ننز اور پادریوں پر ہوئے، اور بعض وہ مشنری پادری جو بھارت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ مقیم تھے، ان پر بھی ہندوؤں نے حملے کیے، ان کے گھروں کو آگ لگائی، اور خود ان اور ان کے بیوی بچوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا، ان حقائق کو تو آپ مجھ سے بھی زیادہ اچھی طرح جانتے ہونگے۔

مگر اس ملک پاکستان میں امن وسلامتی کے ساتھ رہنے کے باوجود، آپ اہل اسلام کے مذہبی جذبات کو مجروح اور ان میں اشتعال انگیز باتیں کرنے سے باز نہیں آتے، کیا یہ اہل اسلام کی اعلیٰ رواداری کا ثبوت نہیں، کہ ان تمام باتوں کے باوجود آپ لوگ پاکستان میں ''امن وسلامتی'' کے ساتھ رہ رہے ہیں، اور ''امن وسلامتی'' کے ساتھ اپنی صبح وشام کرتے ہیں،

آپ مجھے مناظرے کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ:

''میرے مناظرے کی دعوت کو قبول کریں، بیشک آپ اپنی مرضی کے مطابق وقت اور مقام کا تعین کریں۔''

جناب بشپ صاحب! مجھے آپ کے مناظرے کی دعوت قبول ہے، اور میرا موضوع، ان شاء اللہ تحریف بائبل ہوگا، اور آپ پر بحیثیت مسیحی لازم ہوگا، کہ آپ بائبل کو الحاق وترمیم اور تحریف

سے مبرّا ثابت کریں، اس مناظرے کے لیے ''مقام'' مرکز تحقیق اسلامی جامعہ اسلامیہ ٹرسٹ لاہور، ٹھیک رہے گا، ''وقت'' کے تعین کا اختیار اور حق بھی گو کہ آپ نے مجھے دیا ہے، مگر اس ''حق'' کو میں آپ کے لیے چھوڑتا ہوں، کہ اس مناظرے کے وقت کا تعین آپ کرلیں، اور مناظرے کی ''تاریخ مقررہ'' سے ایک ماہ پیشگی مجھے مطلع فرمائیں۔

خالد محمود

سابق یوئیل کندن

موبائل: 0333-2248477

مطابق ۶ ربیع الاول ۱۴۳۱ھ، ۲ مارچ ۲۰۱۰ء